مجموعۂ مراثی

بادشاہ مرزا صاحب شمؔر لکھنوی مرحوم

مرتّبہ

شہزاد احمد

طابع وناشر:- سید ولایت حسین عابدی و
سید راحت حسین عابدی
A-۲ ع لنک اسٹریٹ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی۔ کراچی
فون: ۵۴۱۴۲۰

طبع اوّل: ایک ہزار

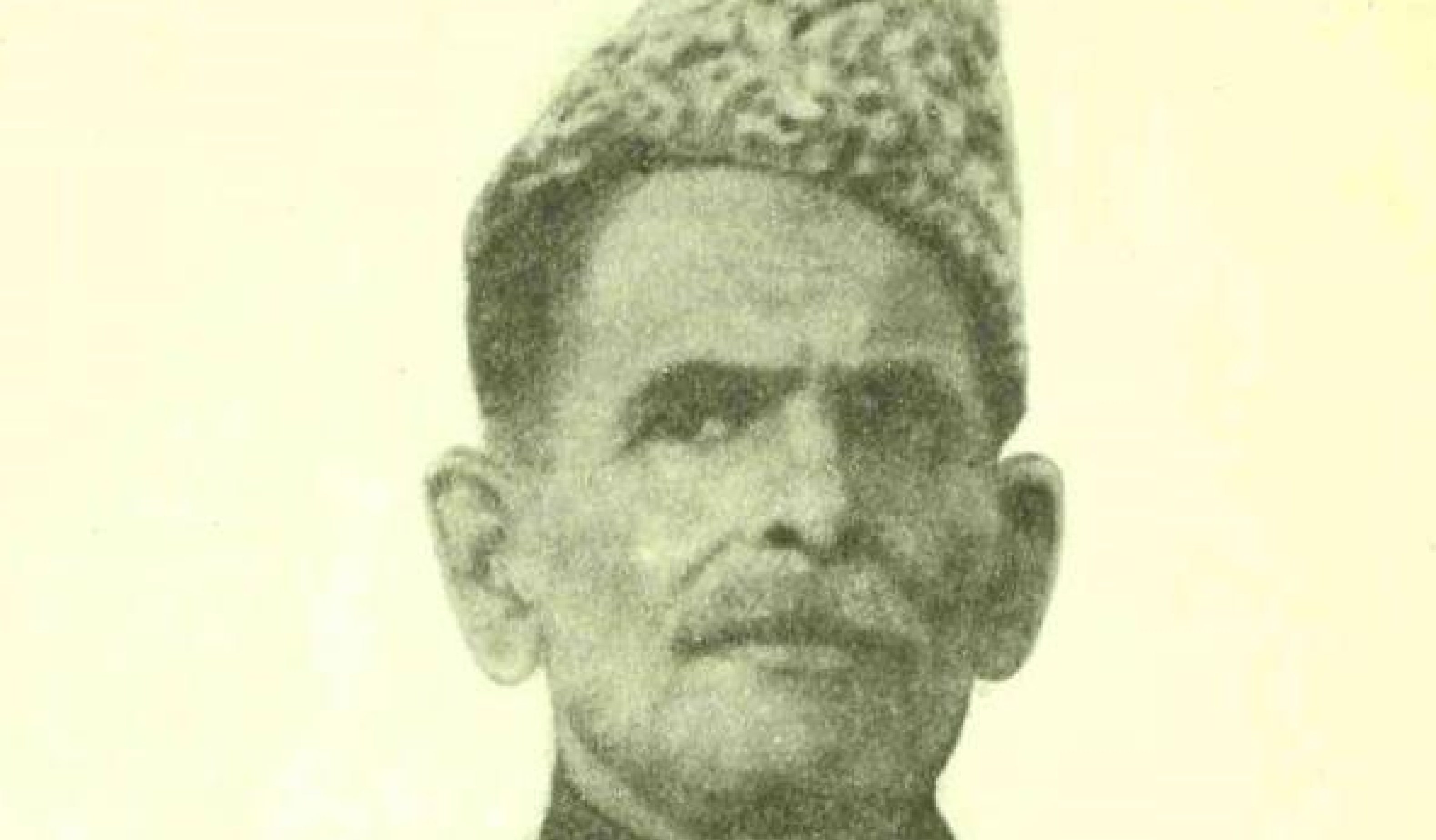
اشاعت: جولائی ۱۹۷۹ء مطابق شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

مطبع: عالمگیر پیکیجز
۳/B کمرشیل ایریا۔ ناظم آباد ۲ کراچی
فون: ۶۱۲۵۶۷

مرتبہ: شہزاد احمد

ھدیۂ کتاب: ایک سورۂ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب روح جناب بادشاہ مرزا ثمر خلف جناب مرزا محمد اصغر صاحب مرحوم لکھنوی

فہرست



بادشاہ مرزا صاحب ثمرؔ لکھنوی مرحوم

(۱۸۹۴ء-۱۹۷۰ء)

باسمہٖ سبحانہٗ

پیش لفظ

مرزا علی اظہر صاحب (برلاس)
چیرمین اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس
جوائنٹ سکریٹری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی وغیرہ۔ کراچی

بادشاہ مرزا صاحب ثمؔر مرحوم کا خاندان مشہد مقدس (ایران) سے ہندوستان آیا مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کس بادشاہ کے عہد میں اس خاندان نے ترکِ وطن کر کے ہندوستان کو آباد کیا۔ اتنا معلوم ہے کہ ان کے بزرگ شاہی زمانے میں اعلےٰ عہدوں پر فائز رہے۔ خاندانی روایات کے مطابق مفتی مرزا صدر الدین صاحب دہلی سے لکھنؤ آئے اور اُن کے بھائی مرزا محمد منعم بیگ صاحب نے بحیثیت کوتوال شاہی زمانے میں شہرت حاصل کی۔

مرزا علی رضا بیگ مرزا منعم بیگ کی شادی فاطمہ بیگم سے ہوئی جن کے نانا سید اسمٰعیل عرف مرزا میتہ بیگ[1] بھی شاہی زمانے میں کوتوال لکھنؤ گزرے ہیں اور انہی کے صاحبزادے مرزا علی رضا بیگ آخری دورِ شاہی یعنی عہدِ اعلیحضرت واجد علی شاہ میں لکھنؤ کے مشہور کوتوال تھے جن کو پہلے تو انگریزوں نے بدنام کیا مگر جیسے ہی انگریزوں نے اودھ کی سلطنت کو ممالک محروسہ کمپنی میں داخل کر لیا تو کرنل اوٹرم پہلے چیف کمشنر اودھ نے مرزا علی رضا بیگ (سابق کوتوالِ لکھنؤ) کو ضلع دریاباد (حال ضلع بارہ بنکی) کا ڈپٹی کمشنر بنا دیا۔

ثمؔر صاحب کا خاندان بادشاہ مرزا صاحب ثمؔر کے والد تین بھائی تھے۔ سب سے بڑے بھائی مرزا محمد یوسف صاحب تھے۔ منجھلے بھائی مرزا محمد اصغر صاحب تھے جن کو راقم الحروف کی پھوپھی نظیر بیگم صاحبہ منسوب تھیں اور انہیں کے اکلوتے بیٹے بادشاہ مرزا صاحب ثمؔر مرحوم تھے جن کو ہم لوگ بچھن بھائی کہتے تھے۔ بچھن بھائی کے چھوٹے چچا مرزا محمد ہادی صاحب تھے جن کی غیر کفو سے ایک لڑکی تھی۔

---

[1] کتب تواریخ و سیر میں مرزا میتہ بیگ کو کسی نے "سید" نہیں لکھا مگر خاندانی شجرہ جس کو مرزا محمد یوسف صاحب مرحوم کے چھوٹے بیٹے مرزا محمد آغا مرحوم نے مجھ کو دیا تھا اور جس کو ان کے (محمد آغا کے) بیٹے آغا خورشید حیدر نے یکم مئی ۱۹۶۷ء کو لکھنؤ میں مرتب کیا ہے (یہ شجرہ بحمد اللہ میرے پاس محفوظ ہے) اس میں "سید اسمٰعیل عرف مرزا میتہ بیگ" تحریر کیا ہے اور ان کو امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں دکھایا ہے مگر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ علی اظہر

شجرۂ خاندان ثمرؔ صاحب

مرزا آغا عبد الغفار خان مشہدی

مرزا آغا عبد الرحیم

مرزا احمد — مرزا آغا ابو طالب

مرزا آغا ابو طالب

مرزا محمد صادق عرف نواب مرزا صاحب

مرزا محمد یوسف صاحب (وفات ۱۹۲۹ء) — مرزا محمد اصغر صاحب (ف ۱۹۳۰ء) — مرزا محمد ہادی صاحب (ف ۱۹۲۸ء)

مرزا محمد یوسف صاحب:
مرزا محمد مرتضےٰ (ف ۱۹۴۶ء) (غیر شادی شدہ) — محمد مرزا (ف ۱۹۶۷ء) غیر شادی شدہ — مرزا محمد آغا

مرزا محمد آغا:
آغا خورشید حیدر وغیرہ

مرزا محمد اصغر صاحب (ف ۱۹۳۰ء)
+
نظیر بیگم صاحبہ

بادشاہ مرزا صاحب ثمرؔ
+
کنیز جعفر عرف کجن بیگم صاحبہ

بلقیس بیگم سلمہا
+
سید بہادر حسین سلمہٗ

سید ولایت حسین عابدی سلمہٗ — سید راحت حسین عابدی سلمہٗ

سید ولایت حسین عابدی سلمہٗ:
علی عباس عابدی سلمہٗ — اسد عباس عابدی سلمہٗ

سید راحت حسین عابدی سلمہٗ:
منیزہ سلمہا — فیصل عابدی سلمہٗ — فراز عابدی سلمہٗ — خاور عابدی سلمہٗ

بادشاہ مرزا صاحب کے اکثر خاندانی افراد نے شاہی زمانے میں شہرت حاصل کی تھی۔ چنانچہ ان کے والد (مرزا محمد اصغر صاحب) کے ماموں مرزا احمد حسین شہزور تھے۔ ان کی طاقت کے مختلف واقعات لکھنؤ میں میرے بچپنے تک مشہور تھے۔ ایک واقعہ اخبار "قومی آواز" (لکھنؤ) نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۹ء میں یہ نقل کیا تھا کہ اعلحضرت واجد علی شاہ کے عہد میں مرزا احمد حسین شہزور کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ نواب حضور عالم (علی نقی خاں وزیر اعظم اودھ) کی کوٹھی واقع حسین گنج کی چھت کے سب لٹھے (ساکھو کے) انھوں نے خود چڑھائے تھے اور وہ اس قدر گرانڈیل تھے کہ گھوڑا ان کا وزن نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے وہ ہاتھی پر سوار ہوا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

جنگ آزادی اور لکھنؤ کی تباہی

اعلیٰحضرت واجد علی شاہ، آخری تاجدار اودھ، کے ساتھ انگریزوں نے جو بدعہدی اور غداری کی تھی اس کی وجہ سے اودھ کی تمام رعایا، ہندو اور مسلمان، کو انگریزوں سے نفرت گلی ہوگئی تھی اور سال ہی بھر میں پورے ملک میں ایسی آگ لگی کہ صرف دس دن میں صوبے بھر سے انگریزوں کا نام و نشان مٹ گیا اور جنگ آزادی نے، جس کو انگریز غدر (Mutiny) کہتے ہیں، سلطنت انگلشیہ کی چولیں ہلا دیں۔

لکھنؤ چونکہ دارالسلطنت تھا اور حضرت محل (ملکۂ واجد علی شاہ) نے یہیں اپنے لڑکے برجیس قدر کو، اودھ کے جانباز سپاہیوں اور شیر دل رعایا کے اصرار سے تخت سلطنت پر بٹھا کر انگریزوں کا ایسا سخت مقابلہ کیا تھا کہ دشمن بھی ان کا لوہا مان گئے تھے اسی لئے انگریزی تسلط کے بعد اہالیان لکھنؤ سے انگریزوں نے بہت سخت انتقام لیا اور شہر کے مغربی حصّہ کو، جہاں انگریزوں کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی تھی، تقریباً نیست و نابود کر دیا۔ ہزاروں خاندان برباد ہوگئے باقی بچے کھچے باشندگان لکھنؤ پر ذرائع معاش بند کر دئے گئے اور وہ بیچارے لکھنؤ چھوڑ کر مفصلات میں پھیل گئے اور مختلف تعلقہ داروں کے یہاں آباد ہو گئے۔

نان پارے کی ہجرت

اسی شرفاء گردی کے زمانے میں راجہ سر جنگ بہادر خان، تعلقدار نانپارہ کے ایماء سے حکیم شفاء الدولہ بہادر، مشہور شاہی طبیب نے، لکھنؤ کے نامور اور درویش صفت طبیب حکیم سید محمد تقی صاحب کو (جو میری والدہ کے سگے پھوپھا تھے) بدقت تمام اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نانپارے چلے جائیں اور وہاں سکونت اختیار کریں اور طبابت کے ذریعہ خدمت خلق کریں چنانچہ حکیم سید محمد تقی صاحب (جو نانپارے اور قرب و جوار میں بڑے حکیم صاحب کے نام سے اب تک یاد کئے جاتے ہیں) لکھنؤ سے ترک وطن کر کے نانپارے چلے گئے اور بڑی عزت و احترام سے زندگی بسر کر کے وہیں سپرد خاک ہو گئے۔ انہوں نے کئی گاؤں آباد کئے جن میں سے ایک گاؤں موسوم بہ "حکیم گاؤں" بحمد اللہ اب تک موجود ہے اور بڑے حکیم صاحب مرحوم کی یاد دلاتا ہے۔

بڑے حکیم صاحب مرحوم (حکیم سید محمد تقی صاحب) کی عزیزداری بادشاہ مرزا صاحب ثمرؔ مرحوم کے دادا مرزا محمد صادق عرف نواب مرزا صاحب مرحوم سے تھی۔ اسی لئے یہ خاندان بھی لکھنؤ سے نانپارے منتقل ہو گیا تھا۔

پیدائش

بادشاہ مرزا عرف پُھٙن صاحب ثمرؔ چونکہ میرے پھوپی زاد بھائی تھے اس لئے میں ان کو ہمیشہ پُھٙن بھائی کہتا تھا اور وہ شہر میں بھی عام طور سے اپنی عرفیت یعنی "پُھٙن صاحب" کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی پیدائش محلہ رکاب گنج میں اپنے ماموں حکیم مرزا محمد جواد صاحب مرحوم کے مکان میں ۱۸۹۴ء میں ہوئی تھی ان کے بزرگ حکیم مرزا محمد کاظم عرف علی جان صاحب محلہ قدیم حیدر گنج میں سکونت رکھتے تھے۔ حکیم علی جان کا حاطہ، جس میں اُن کے اخلاف اب تک سکونت پذیر ہیں، ان کی یاد کو تازہ کرتا ہے، حکیم مرزا محمد کاظم صاحب اور ان کے صاحب زادے حکیم مرزا رضا حسین صاحب مرحوم اور موخر الذکر کے بڑے بیٹے حکیم مرزا علی محمد صاحب مرحوم ریاست بھٹوامئو (تحصیل فتحپور ضلع بارہ بنکی) سے عمر بھر بحیثیت طبیب منسلک رہے۔

نانپارے کی سکونت

پھوپھا مرزا محمد اصغر صاحب مرحوم اور اُن کے دونوں بھائی۔ بڑے بھائی مرزا محمد یوسف صاحب مرحوم اور چھوٹے بھائی مرزا محمد ہادی صاحب مرحوم۔ ریاست نانپارہ (ضلع بہرائچ) میں مستقلاً سکونت پذیر

تھے۔ ان لوگوں کے مکانات اور میرے حقیقی ماموں حکیم سیّد محمد جعفر صاحب مرحوم کا مکان، جو راجہ صاحب نانپارہ کے خاص طبیب اور بڑے حکیم صاحب مرحوم (حکیم سید محمد تقی صاحب) کے داماد اور جانشین تھے، محلہ قلعہ میں، جو نوابین نانپارہ اور شرفاء کا قدیم محلہ تھا، بہت ہی قریب تھے۔

بزرگوں کی ملازمت یہ تینوں بھائی (مرزا محمد یوسف صاحب، مرزا محمد اصغر صاحب اور مرزا محمد ہادی صاحب) نواب باقر علی خاں عرف منّن صاحب مرحوم (جو راجہ سیّد محمد سعادت علی خاں صاحب مرحوم تعلقدار نانپارہ کے ماموں تھے) کے یہاں ملازم تھے۔ نواب صاحب موصوف کے گاؤں اور اراضیاتِ سیر و باغات وغیرہ ان ہی بھائیوں کی نگرانی میں تھے اور یہی حضرات ان کی تحصیل وصول اور دیکھ بھال کرتے تھے۔ نواب صاحب مرحوم کو اِن لوگوں پر اس قدر اعتبار تھا کہ کسی کی شکایت وہ نہیں سُنتے تھے اور اِن حضرات نے بھی اپنی محنت و جفاکشی اور دیانت سے اپنا اعتبار ایسا قائم کیا تھا کہ سب اِن کے مدّاح تھے۔

والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد جب ماموں صاحب (حکیم سیّد محمد جعفر صاحب) والدۂ مرحومہ اور ہم لوگوں کو تنہائی کی وجہ سے لکھنؤ سے ۱۹۱۶ء میں نانپارے لے گئے اُس وقت میں کلکتہ میں انٹرمیڈیٹ کلاس میں زیرِ تعلیم تھا۔ میری زندگی کا یہ بہت ہی اہم دور تھا۔ ایک لحاظ سے یہ دورِ زندگی بہت ہی خوشگوار ثابت ہوا اس لئے کہ نانپارے کے قیام کے پہلے میں نے کبھی دیہات کی زندگی بسر نہیں کی تھی۔ اگرچہ نانپارہ اچھا خاصا قصبہ تھا۔ اس کی آبادی دس ہزار سے کچھ زائد تھی۔ قصبہ کی صفائی، روشنی وغیرہ کے لئے خدار گھنے ٹونیفائڈ ایریا بھی تھا جس کا انتخاب قصبہ بھر میں ہلچل مچا دیا کرتا تھا۔ تعلیم کے لئے فرار قیصری مڈل اسکول تھا۔ (فرار صاحب یوپی کے ریوینیو بورڈ Revenue Board کے بڑے ممبر تھے) جس میں مقامی لڑکے پڑھا کرتے تھے اور ایک اسپتال بھی تھا۔

کلکتہ سے دورانِ تعطیل جب میں نانپارے آتا تھا تو جھٹپٹے وقت کھیتوں میں یا باغوں میں (باوجود سخت ممانعت کے) جاکر بیٹھ جاتا اور سہانی شام اودھ سے لطف اندوز ہوتا اور جب تک والدۂ مرحومہ کا تاکیدی حکم نہ پہنچتا گھر واپس نہ آتا۔

اسی زمانے میں پھوپھا صاحب مرحوم اور ان کے دونوں بھائیوں کو مجھے بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ تینوں بھائی انتہائی نیک، عابد و زاہد اور مرنجاں مرنج بزرگ تھے۔ پھوپھا صاحب مرحوم انتہائی وضعدار بزرگ تھے۔ روزانہ سہ پہر کو ٹٹوا (جس میں ڈبی، کتھا، چونا اور تمباکو ہوتا تھا۔ نانپارے میں ہر کہ و مہ کے پاس ٹٹوے کا ہونا لازمی تھا) لے کر نکلتے تھے اور اپنے احباب خاص کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا فرض عین تھا۔ چاہے آندھی آئے چاہے پانی برسے یا کوئی دنیاوی ضرورت ہو مگر مرزا صاحب کی وضعداری میں فرق نہیں آسکتا تھا۔

تعلیم و شادی گھر پر ابتدائی تعلیم کے بعد بھائی کو اسکول میں داخل کر دیا گیا۔ انٹرنس پاس کر لیا مگر پھر تعلیم میں دل نہیں لگا اور تعلیم کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ ان کی شادی لکھنؤ کی مشہور چھوٹی شہزادی[۱] کے داروغہ شیخ جعفر حسین صاحب کے چھوٹے بیٹے شیخ اطہر حسین عرف محمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

۱؎ چھوٹی شہزادی حضرت واجد علی شاہ کی حقیقی بھانجی اور بہو تھیں۔ اُن کی والدہ کا نام افسر بہو تھا۔ اُن کی شادی ولی عہد

(باقی آئندہ صفحہ پر)

اطہر حسین عرف محمد صاحب (یعنی پچھن بھائی کے خسر) اور لکھنؤ کے مشہور و باکمال شاعر سید مقبول حسین صاحب ظریفؔ میں انتہائی دوستی تھی جو مدت العمر قائم رہی۔

ناظرین کی دلچسپی کے لئے ظریفؔ کا وہ خط جو انھوں نے بندر عباس سے ۱۶ مارچ ۱۹۰۵ء کو محمد صاحب مرحوم کو روانہ کیا تھا (جس میں "اپنے رفیق سفر احمد حسین کی بے اعتنائیوں کا حال درج کیا ہے" جو بہت ہی پُر لطف ہے) یہاں پیش کیا جاتا ہے:۔

خوش رہے دورِ فلک میں یہ کسی کی کیا مجال — ایک ساعت چین سے گزرے یہ ہے امرِ محال
اصل میں دیکھو تو پھر ہے یہ شکایت ہی فضول — مانتے ہو کجروی جب آسماں کی اصل چال
جس پہ جو گزری وہ اپنے طور پر سب کہہ چکا — حال دورِ چرخ کا ہر شاعرِ نازک خیال
یہ وہ قصہ ہے کہ جس کی انتہا کوئی نہیں — تم لکھو اُس کو ظریفؔ اتنی تمہاری ہے مجال؟
جانتے ہو خود حقیقت اپنے علم و فضل کی — کیوں کرو وہ حوصلہ حاصل ہو جس سے انفعال
اک زمانے کے قضیتوں کو بھلا لکھو گے کیا — اس سے بہتر ہے جو گزرے تم پہ کچھ لکھ دو وہ حال
موجزن پاتے ہو گر طبعِ رواں کے بحر کو — ہاتھ منہ دھو لو کہ کم ہو جاتے کچھ گردِ ملال
فی الحقیقت قابلِ افسوس ہے وہ بدنصیب — ہجر میں جس کو ستاتا ہو احبا کا خیال
اُس پہ طرہ یہ کہ خوگر بھی نہ تنہائی کا ہو — ایک دن کی بھی جدائی کو وہ سمجھے ایک سال
رات دن احباب کے حلقہ میں ہو جس کی جگہ — دفعتہً ہو جائیں ساری صحبتیں خواب و خیال
فرقتِ احباب سے ہو جس کا سینہ چاک چاک — اور نمک بھی اُس پہ چھڑکے دوریِ اہل و عیال
گھر کے جلنے (چھٹنے) کا قلق حبُّ الوطن کا غم جدا — اتنے صدموں سے طبیعت رہ سکے کیونکر بحال
ایسے نازک وقت میں خط بھی اگر مل جائے روز — تو بھی تسکینِ دلِ مغموم ہوتی ہے کمال
یا کہ غربت میں کوئی ہمراہ ہو ایسا رفیق — جو کہ تکلیفوں میں رکھے کچھ تو راحت کا خیال
شومیِ قسمت سے یہ دولتیں نہیں ہم کو نصیب — اب کہو انصاف سے کیا ہو گا دل کا اپنے حال
خط بھی پہنچے گا اگر ہم کو تو دو ہفتے کے بعد — وہ بھی رکھا جاتے گا جب ڈاک کا بالکل خیال
اور ساتھی وہ خدا دشمن کو دے ایسا نہ ساتھ — باعثِ تکلیف و ایذا موجبِ رنج و ملال
سست و کاہل بے وقوف و بد دماغ و بدتمیز — دوستِ ناداں کی زیبا جس پہ سرتاپا مثال

سید مقبول حسین ظریفؔ: دیوانجی صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۱۔ ظریفؔ مرحوم کا کلام اب تقریباً ناپید ہو گیا ہے اور چونکہ اس نظم میں تقریباً اسّی برس قبل کے لکھنؤ کے ایک طبقے کی تصویر کھینچی گئی ہے جس کے پڑھنے سے پرانے لکھنؤ کی سوسائٹی کی جیتی جاگتی تصویریں آنکھوں میں پھرنے لگتی ہیں۔ اس لئے ناظرین کی دلچسپی کے لئے میں نے اس "خط منظوم" کا جو انھوں نے اپنے قلبی دوست اطہر حسین عرف محمد صاحب کو لکھا تھا کچھ حصہ یہاں نقل کر دیا ہے۔
علی اظہر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱

مرزا حامد علی کیوان قدر سے ہوئی تھی۔ ولیعہد کے انتقال کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مرزا خوش بخت بہادر سے عقد ہوا مگر کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ بیوہ ہونے کے بعد چھوٹی شہزادی (بادشاہ نے اُن کو "نواب بادشاہ بہو صاحبہ" خطاب دیا تھا) لکھنؤ میں رہتی تھیں۔ "چھوٹی شہزادی کی ڈیوڑھی" پاٹے نالے پر امام باڑہ غفرانمآب کے پاس اب تک موجود ہے۔ علی اظہر

سُست ایسا اہل کے پانی بھی نہ خود جو پی سکے — ایسا کاہل جس کو اُٹھنا بیٹھنا بھی ہو محال
بے وقوف ایسا کہ کھانا بھی نہ آتا ہو جسے — بد دماغ ایسا کہ عشرت میں ہوں شاہانہ خیال
بدتمیز۔ ایسا کہ چاروں سمت اگر پائے غلیظ — اُس کو سرکا کر ذرا بیٹھے بھلا یہ کیا مجال
دوست ناداں بھلا کیونکر نہ پھر اُس کو کہیں — جو چھپا سکتا نہ ہو اغیار سے بھی دل کا حال
گر دیانت کی صفت ہو بھی تو وہ کس کام کی — جان پر بن جاتے جب بیکار ہے پھر حفظِ مال
سُنئے ہمدردی کا ان کی مختصر سا واقعہ — یہ کراچی کے قرنطینہ کا ہے تھوڑا سا حال
گھاٹ پر سے ہے قرنطینہ اقلاً آدھ میل — پھیر کھا کر جانے میں ہوتی ہیں تکلیفیں کمال
گو کہ تھا ہمراہ اپنے بھی بچھونا مختصر — ہو گیا لیکن ہماری جان کو وہ بھی وبال
جاتے وقت اک گھاٹ پر مزدور مجھ کو مل گیا — لاد کر اس پر وہ گٹھری لے گیا میں خستہ حال
مختصر یہ ہے قرنطینہ سے جب فرصت ہوئی — حکمِ رخصت ڈاکٹر سے مل گیا بے قیل وقال
جب کہ پلٹا اتفاقاً تھا نہ کوئی آدمی — جس پہ بستر لاد کر ہوتا سہولت کا خیال
میں نے دیکھا چار جانب جب نگاہِ یاس سے — میرے ہی پہلو میں حضرت بھی کھڑے تھے گول مال
میں اگر کہتا اٹھانے کو تو پاجاتا جواب — اس سے بہتر تھا خوشی سے اٹھا لینا ملال
الغرض کندھے پہ اپنے لاد کر بارِ گناہ — طے کیا وہ راستہ باحسرت و رنج و ملال
آپ بھی ہمراہ تھے میرے مگر سائے کی طرح — مجھ سے تھوڑے فاصلے ہی پر بصد جاہ وجلال
گو کہ خالی ہاتھ تھے اک ان کا کمبل تھا فقط — پر نہ فرمایا گیا جھوٹوں کہ او برگشتہ حال
ٹھہر جا دے دیں سہارا ہم تجھے او بدنصیب — لاد کر سر پر چلا ہے بوجھ کیوں اے بدخصال
جس قدر ذلت اٹھائی تھی اٹھائی خوب ہی — اور بھی اہلِ وطن دیکھا کئے میرا یہ حال
جتنی جنٹلمینیت تھی خاک میں سب مل گئی — بن گئے پورے قلی تھا دید کے قابل وہ حال

. . . .

(بعد کو یہ چند دعائیہ اشعار ہیں)

کر خزانے سے الٰہی تو مجھے اپنے عطا — دین و دولت تندرستی معرفت اکلِ حلال
صحتِ خویش و احبا نعمتِ علم و عمل — کر عطا وفضل و کرم سے اپنے مجھ کو ذوالجلال
یا الٰہی جس لئے میں نے کیا ہے یہ سفر — حسبِ خواہش کام سب بن جائیں ہو جاؤں نہال

عافیت کے ساتھ پھر پلٹوں وطن کی سمت کو
خیریت کے ساتھ پاؤں دوست اور اہل و عیال

ایک دوسرا "خط منظوم" مورخہ ستمبر ۱۹۰۶ء بھی شیخ اطہر حسین عرف محمد صاحب کے نام ہے جس میں "حکومت کی بدنظمیوں کا مفصل حال درج کیا ہے اور وہاں کے خدام وغیرہ کا چال چلن۔ عورتوں کی حالت، قبائل کی سرشوری ان سب چیزوں کو بہت شرح و بسط سے ظاہر کیا ہے۔" ۱۴۲ اشعار کی یہ طویل نظم ہے جس کو پڑھ کر سودا اور میر وغیرہ کے شہر آشوب یاد آجاتے ہیں۔ ناظرین کی دلچسپی کے لئے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

اے دلِ غم دیدۂ و مہجور کے راحت رساں — بھائی اطہر قوتِ بازو و قلبِ ناتواں

تادمِ تحریر اچھا ہوں بحمد اللہ میں
آپ کی صحت کا خواہاں ہوں خدا سے ہر زماں

چند ہفتوں سے برابر کربلا میں ہوں مقیم
بعد وقت کے ضیاء الدین[1] سے پائے مکاں

کیا کہوں خدّام صاحب نے کئے جو جو فریب
شرم آتی ہے مجھے کرتے ہوئے اُن کا بیاں

لِلّٰہ الحمد ان کی چوٹیں جتنی تھیں خالی گئیں
حق تعالےٰ نے مجھے محفوظ رکھا بے گماں

بکری منڈی کی طرح قابض تھے جس جا داد پر
ان کے پنجے سے چھُٹی شکرِ خدائے دو جہاں

کچھ کرایہ دار بھی آباد ہم نے کر دیئے
جس سے ظاہر ہو ہر اک پر اپنے قبضے کا نشاں

. . . .

آپ لوگوں کی دعا کی تھی غرض تاثیر یہ
ورنہ اپنی کامیابی کا نہ ہوتا تھا گماں

مختصر سا واقعہ سنئے نجف کا آجکل
جس کو مرکز علم کا کہتے ہیں سب پیر و جواں

جس جگہ طلّاب اور عالم بھی ہیں اکثر مقیم
علم کا چرچا زیادہ ہر جگہ سے ہے جہاں

دو عشیروں میں عداوت ہے کئی سو سال سے
اِک شُمرت اور اِک زِکرت اُن کے ہیں نام و نشاں

. . . .

عین مخصوصی[2] کے دن فوراً لڑائی چھڑ گئی
صحن کے اندر لگیں چلنے دنادن گولیاں

چڑھ گئے بعضے تو گلدستوں پہ بندوقیں لئے
بعض نے قبضہ کیا پایا جہاں جس کا مکاں

گولیاں ہر کوچہ و بازار میں پڑنے لگیں
بیلی گارد[3] کی طرح تھا شہر کے اندر سماں

یہ تو ان کا حال ہے بندوقیں جن کے پاس تھیں
اور نہتّے گھُس گئے تھانے کے اندر ناگہاں

عسکروں[4] کو مار کر بندوقیں اُن کی چھین لیں
اب تو یہ بھی بن گئے پورے سپاہی بے گماں

پھر تو گویا شہر بھر میں مچ گیا اِک قتلِ عام
جو کہ دولتمند تھے ان کی پھنسی آفت میں جاں

لے لیا سب اُن سے فوراً یا تو گولی مار دی
کون پوچھے بے گنہ مارے گئے کتنے یہاں

کر چکے جب شہر والوں پر یہ اپنا ہاتھ صاف
جھک پڑے زوّار پر پھر الحفیظ و الاماں

عورتوں بچوں کے سارے کپڑے لُٹتے لے گئے
مرد یا ننگے ہوئے یا دی انھوں نے اپنی جاں

بند دوکانیں ہوئیں اکثر مرے دوکاندار
بھاگ کر کچھ کربلا تک آ گئے پیر و جواں

لُٹ گئے مارے گئے بھاگے تب جب ہو چکے
تب حکومت کو خبر پہنچی شلّغ ہے کچھ وہاں

---

[1] ضیاء الدین کربلائے معلےٰ کے ایک مشہور "خادم" (یعنی جن کا پیشہ زائرین کی خدمت کرنا ہے لیکن جو عام طور سے زائرین کو مختلف بہانوں سے لوٹتے ہیں) تھے جنھوں نے مثل دیگر "خدّام" کے وقف مکانوں پر قبضہ کر کے زائرین کو ٹھیرا کر کرایہ وصول کرتے تھے۔ علی اظہر

[2] "مخصوصی" ان تاریخوں کو کہتے ہیں جن میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے بہت ہجوم ہوتا ہے مثلاً روز عاشورہ اور چہلم (اربعین وغیرہ) علی اظہر

[3] لکھنؤ میں انگریزی ریزیڈنٹ کی کوٹھی جس کو "بیلی گارڈ" کہتے تھے ۱۸۵۷ء میں اودھ کے جانبازوں نے اس کا محاصرہ کر لیا تھا اور انگریزوں کو ناک چنے چبوا دئے تھے۔ اگر غداروں نے انگریزوں کا ساتھ نہ دیا ہوتا تو انگریزوں کی حکومت جنگ آزادی کے سورماؤں نے ختم کر دی تھی۔ علی اظہر

[4] عسکری یعنی سپاہی۔

فوج بھیجی جائے اب ہونے لگا یہ انتظام[1] فوج جائے تو کہاں سے فوج آخر ہے کہاں
چیتھڑے پہنے ہوتے ہر شہر میں لوگ کچھ قید ہیں جو عسکروں کے نام سے پیر و جواں
کربلا کے ایک میداں میں ہوئے آ کے جمع بھاگ گئے پر پہلے ہی سے جو کہ آمادہ تھے یاں
کوچ کی خاطر لگا بجنے جو ہیں تر کی بگل چل دئے اکثر سنا ہے مول لینے روٹیاں
بعض جوتے اپنے ٹکوانے گئے موچی کے پاس سی رہے تھے بعض اپنی چیتھڑا سی وردیاں
بعض پتھر سے رگڑتے تھے سلاحِ جنگ کو جس میں چھوٹے زنگ اور چلنے کے قابل ہوں وہاں
بعض قہوہ خانے میں پیتے رہے بے بے کے جاتے بعض لے آئے پنیر اور پیاز کی کچھ گٹھیاں
افسرانِ فوج بھیڑوں کی طرح تھے ہانکتے اور سپاہی پیٹ کے دھندے میں تھے مصروف یاں
اب خیال آیا کہ جائے فوج آخر کس طرح کوچ کا تو حکم ہے لیکن سواری ہے کہاں
دل لگی سُننے گدھے پکڑے گئے سب شہر کے تاکہ ان پر بیٹھ کر جائے سپاہِ بے کراں
کربلا میں ہیں گدھے سب سے سواستوں کے پاس یاں کے انسانوں کی چلتی ہیں گدھوں سے روٹیاں
بھشتیوں سے چھین لائی ان گدھوں کو فوجِ شاہ جب گدھے چھین جائیں پھر ممکن کہاں آبِ رواں

. . . .

فوج کے جب جی میں آیا وہ جب ہی یاں سے ٹلی کوچ کے خاطر بگل دن بھر بجا یوں پوں وہاں
کربلا سے جب گدھے سب چل دئے سوئے نجف آب کی قلت سے انساں ہو گئے سب نیم جاں

. . . .

کہتے اب انصاف سے جب ہو حکومت کا یہ حال وائے بر حال اُس کے عزت میں پھنسا ہو جو یہاں
سچ ہے دنیا میں عرب کی قوم ہی وہ قوم ہے آدمیت کا نہیں جس قوم میں نام و نشاں
ذاتِ پاک مصطفےٰؐ کا گر نہ ہوتا یاں ظہور بدترین قوم تھی بیشک یہ قومِ ناکساں

. . . .

ساتھ ہوتے آپ جب اُس شہر کا کچھ لطف تھا خاک ایسی زندگی پر سب وہاں اور ہم یہاں[2]

یونین فارمیسی (Union Pharmacy)

شادی کے بعد کچھن بھائی نے گول دروازے (چوک) میں لب سڑک دواؤں کی ایک دوکان بنام "یونین فارمیسی" کھولی۔ موقع کی دوکان تھی اور پھر بھائی جگت آشنا ٹھیرے۔ مرحوم کی محنت و دیانت سے دوکان خوب چمکی اور مرحوم نے کافی شہرت اور مالی منفعت حاصل کی۔ دوکان پر احباب کا ہر وقت جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ آمدنی کا زیادہ حصہ عزاداریٔ امام مظلومؑ اور دوستوں کی مدارات میں صرف ہوتا تھا۔ آپ کی فطری مروت اور تواضع سے متاثر ہو کر جو آپ کے یہاں ایک دفعہ بھی آیا وہ ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو گیا۔

---

[1] ان اشعار کو پڑھ کر سوداؔ کا مشہور شہر آشوب "تضحیک روزگار" جو محمد شاہ رنگیلے بادشاہ دہلی (۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) کے عہد کی سچی تصویر ہے، یاد آجاتا ہے۔ علی اظہر

[2] سید مقبول حسین ظریف: "دلوانگی" ص ۲۵۸ تا ۲۶۵

شعروشاعری بھائی مرحوم کو شعروشاعری کا بچپنے ہی سے شوق تھا مگر بزرگوں کے خوف کے مارے چھپ چھپ کر شعر کہتے اور دوستوں کو سنا دیتے مگر شاعری کا چسکا ایسا ہے جس کو ایک دفعہ لگا پھر کبھی نہیں چھوٹا۔ رفتہ رفتہ احباب سے نکل کر اغیار کی صحبتوں میں بھی غزلیں سنانے لگے۔ اس زمانے میں شعروشاعری کا چرچا لکھنؤ کے تقریباً ہر گھر میں تھا۔ معاشی بدحالی کے باوجود بعض لوگوں کو بہو بیگم صاحبہ کے وثیقہ اور دیگر پنشنوں سے کافی رقمیں ملتی تھیں جن سے رئیسانہ ٹھاٹ اور شرفا۔ برادری کی رسم باقی تھی۔ کوئی محلہ ایسا نہ تھا جس میں علاوہ باقاعدہ مشاعروں کے نجی صحبتوں میں غزلیں سنا کر اور داد حاصل کر کے وقت نہ کاٹا جاتا ہو۔ بچھن بھائی دوستوں کی صحبتوں میں غزلیں سنا سنا کر منجھ گئے تھے۔ ذہانت خداداد اور طبیعت طرح دار تھی (مرحوم ہمیشہ ٹیڑھی ٹوپی پہنتے تھے صرف منبر پر بیٹھتے وقت ٹوپی سیدھی کر لیتے تھے) جولانیٔ طبع کو خوب موقع ملا لہٰذا کسی اچھے استاد کی فکر ہوئی جس سے علمِ عروض کے رموز حاصل کر کے شعروسخن کی محفل میں باقاعدہ قدم رکھا جائے۔

رشید کی شاگردی یہ وہ زمانہ تھا جب وحید عصر و ادیب بے مثال مشہور مرثیہ گو سید مصطفیٰ میرزا[2] عرف پیارے صاحب رشید (نبیرۂ انیس اعلی اللہ مقامہ) شاعری کی دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ رشید مرحوم نے اپنے نانا انیس اور چچا دادا استاد تعشق کے "جداگانہ رنگوں کو ملا کر اپنا نیا رنگ پیدا کر لیا تھا۔" رشید مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ "مرثیہ میں بہار اور ساقی نامہ کی ایجاد میں آپ کو اوّلیت اور زبان کی شستگی و درستگی میں افضلیت کا شرف حاصل ہوا۔" رشید مرحوم نے ساقی نامہ، بہار و گل و بلبل کے مضامین اس کثرت سے باندھے کہ فنی مہارت کے ساتھ زبان کی لطافت و سلاست، محاوروں کی چاشنی اور برمحل استعمال پر ہندوستان بھر میں دھوم مچ گئی۔ "پیری" کے مضمون کو اس طرح سے ادا کیا کہ وہ انھیں کا حصہ ہو گیا اور کہنہ مشق شعرا بھی ان کا لوہا مان گئے۔

[4] بچھن بھائی مرحوم ان کے کلام کے اس قدر گرویدہ تھے کہ رشید مرحوم کی کوئی مجلس ان سے چھوٹتی نہ تھی۔ چاہے وہ مفتی گنج میں ہو اور چاہے گنگنی شکل کے تالاب پر ہو۔ آخرش باقاعدہ ان کے سامنے زانوئے تلمیذ تہ کیا اور اصلاح لینے لگے

۱۔ امۃ الزہرا بیگم بنت مؤتمن الدولہ نواب اسحٰق خاں عرف بہو بیگم صاحبہ کی شادی شجاع الدولہ بہادر نواب وزیر اودھ کے ساتھ ۱۷۴۵ء میں ہوئی تھی۔ بہو بیگم صاحبہ نے آخر وقت کئی لاکھ روپیہ ایسٹ انڈیا کمپنی میں جمع کر دئے تھے تاکہ اُن کی آمدنی سے بہو بیگم صاحبہ کے عزیزوں، ملازموں، غلاموں و دیگر متوسلین کو ہر ماہ وثیقہ دیا جایا کرے۔ اسی وثیقہ کی بدولت لکھنؤ کے اکثر رؤسا و شرفا، جن میں ہندو بھی تھے (کشمیری محلّے لکھنؤ کے مشہور خاندان "شرغا" کو بھی وثیقہ ملتا تھا) باعزت زندگی بسر کر کے مرحومہ کو دعائیں دیا کرتے تھے۔ علی اظہر

۲۔ سید مصطفیٰ میرزا عرف پیارے صاحب رشید کے والد کا نام سید احمد میرزا صاحب صابر تھا۔ ان کا عقد انیس کی صاحبزادی سے (۱۲۶۲ھ) ۱۸۴۵ء میں ہوا تھا اور انہی صاحبزادی سے پیارے صاحب رشید (۱۲۶۵ھ) ۱۸۴۸ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۹۱۸ء میں انتقال کیا۔ علی اظہر

۳۔ سید سجاد حسین شدید: "بوستانِ رشید" ص ۲

۴۔ مفتی گنج میں راقم الحروف کے یہاں محرم کی ساتویں تاریخ کو رشید مرحوم ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔ رشید مرحوم کے ایک بھائی کو میری سگی بڑی پھوپھی منسوب تھیں۔ علی اظہر

ایک تو شاعری سے فطری مناسبت اور پھر رشید سے استادِ فن کی توجہ اور محبت سونے پر سہاگہ ہو گئی۔ اپنے ہم سنوں میں ثمر صاحب کی دھوم مچ گئی اور ہر طرف ان کا چرچا ہونے لگا یہاں تک کہ لوگوں نے انھیں مجبور کیا کہ اپنا نو تصنیف مرثیہ پڑھیں۔

مؤدّب صاحب کی مجلس سب سے پہلے بچھن بھائی مرحوم نے ایک مجلس ماہ صَفَر کے دوسرے اتوار کو قائم کی تھی۔ یہ مجلس عنفر انمآب کے امام باڑے میں ہوتی تھی۔ مجلس بڑے انہماک سے کرتے تھے اور سیّد عسکری میرزا صاحب مؤدّب مرحوم، خاندان عشق کے چشم و چراغ اپنا نیا مرثیہ پڑھتے تھے۔ اس زمانے میں لکھنؤ سخن فہم حضرات سے بھرا ہوا تھا۔ مرثیہ خوانی کی جو مخصوص مجلسیں ہوتی تھیں ان میں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا اور جب مؤدّب کا ایسا کہنہ مشق اور ماہر فن مرثیہ گو پڑھنے والا ہو تو خلقت ٹوٹی پڑتی تھی۔ امامباڑہ عنفر انمآب کے وسیع دالانوں میں سامعین کی کثرت سے تِل رکھنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ شہر کے علماء، رؤسا، شرفاء وغیرہ امنڈ آتے تھے اور ایک ایک شعر کو بار بار پڑھوا کر دادِ سخن دیتے تھے۔

نو تصنیف مرثیہ رفتہ رفتہ بھائی مرحوم کی بحیثیت مرثیہ گو جب شہرت کافی ہو گئی تو احباب کے اصرار سے مرحوم نے سب سے پہلے اپنا نو تصنیف مرثیہ ناظم صاحب کے امام باڑے (نخاس) میں پڑھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اعزا و احباب کے اصرار سے "قصر العزا" (آہنی پھاٹک۔ ڈیوڑھی چھوٹی شہزادی) کے وسیع ہال میں ۲۶ رجب آپ کے نو تصنیف مرثیہ کے لئے مخصوص ہو گئی۔ لوگوں کو ان کا کلام اس قدر پسند آیا کہ شہر کی مختلف محافل و مجالس میں ان کو پڑھنا پڑتا تھا۔ ۲۶ رجب کے نو تصنیف مرثیہ کی مجلس کے علاوہ تحسین کی مسجد (چوک لکھنؤ) کی سالانہ محفل میلاد میں ۱۳ رجب کو مرحوم نیا قصیدہ پڑھتے تھے اور اُن کے بعد مولانا سیّد سبط حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ زیب دہ منبر ہوتے تھے۔ اس طرح برسوں بچھن بھائی مرحوم نے اپنے کلام سے جس میں رشید مرحوم کی زبان و تربیت جھلکتی ہے، ناقدین سخن، و ماہرین فن کو محظوظ و مستفید کیا۔ ان کی رباعیاں اکثر رسالوں میں چھپا کرتی تھیں۔ حسبِ ذیل رباعی جو "الواعظ" کے اربعین نمبر ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی تھی بہت مقبول ہوئی۔

ہیں تیر و سناں سب اپنے سینے کے لئے پیاسے ہیں شرابِ خُلد پینے کے لئے
کہتے تھے دمِ نزع یہ انصارِ حسین مرتے ہیں ہم ہمیشہ جینے کے لئے (ثمر)

مجلسِ شامِ غریباں آج کل بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ "شامِ غریباں" کی مجلس سب سے پہلے ثمر صاحب مرحوم نے امام باڑہ عنفر انمآب میں قائم کی تھی۔ مولانا سیّد کلب حسین عرف کبّن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہٗ ذاکری فرماتے تھے۔ جن لوگوں نے مرحوم کو سنا ہے وہ جانتے ہیں کہ مصائب میں مرحوم کے ہلکے پھلکے فقرے جو انتہائی سادگی سے ادا ہوتے ہیں وہ نشتر کا کام دیتے تھے۔ خصوصاً وہ عجیب منظر ہوتا تھا جب لشکر عمر و سعد سے لٹی ہوئی سیدانیوں کے جلے ہوئے خیموں میں کھانوں کے خوان اور پانی آتا تھا۔ روشنی بجھا دی جاتی تھی اور خانوادۂ رسالت کی ستم رسیدہ اور لاچار و بے بس شہزادیوں کی آہ و فغاں کو مولانا دلدوز جملوں میں جب بیان فرماتے تھے تو کہرام مچ جاتا تھا اور ایسی پٹس پڑتی تھی کہ کوئی اپنے حواس میں نہیں رہتا تھا۔ بہت سے بیہوش ہو جاتے تھے۔

بھائی مرحوم کی سسرال چونکہ امامباڑے سے بہت ہی قریب ہے اس لئے "شامِ غریباں" کا انتظام انہیں کے اعزا اور احباب کرتے تھے اور چونکہ "شامِ غریباں" کی بنا انھیں نے ڈالی تھی اس لئے کل مصارف وہی برداشت کرتے تھے "شامِ غریباں" کی مجلس اس قدر کامیاب ہوئی کہ بعد کو ہر جگہ ہونے لگی مگر اوّلیت کا سہرا انھیں کے سر رہا۔

کراچی میں آمد ۱۹۴۹ء میں بھائی مرحوم اپنی اہلیہ، صاحبزادی[۱] اور دونوں نواسوں کو لے کر لکھنؤ سے کراچی آگئے اور اپنے نواسوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ یہاں بھی فکرِ سخن سے غافل نہ رہے اور کئی سال تک ڈاکٹر یاور عباس صاحب (فردوس کالونی) کے یہاں اپنا نیا مرثیہ پڑھتے رہے۔ ڈاکٹر صاحب کے یہاں شاید پہلی مجلس میں مرحوم نے یہ رُباعی پڑھی تھی:-

واقفیت نہ شناسائی نہ یارانہ ہے
نئے مے کش ہیں نئی صحبت رندانہ ہے
اے ثمرؔ خالقِ عالم تری خامی کو چھپائے
اِس چمن میں ابھی تو سبزۂ بیگانہ ہے

آخر عمر میں مرحوم بیمار رہنے لگے تھے اور تقریباً دو سال تک صاحب فراش رہے۔ میں دیکھنے جایا کرتا تھا۔ اُن کو دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہوتی تھی اس لئے کہ پہلے وہ اس قدر باغ و بہار آدمی تھے کہ ان کی بذلہ سنجی اور چست فقرے نانپارے اور لکھنؤ میں مشہور تھے اور یا اب وہ بالکل خاموش ہو گئے تھے۔ چُپ سی لگ گئی تھی۔ سوسائٹی (ای ہائی جی ہیچ) کے مکان میں جب میں دیکھنے گیا۔ لیٹے ہوتے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ نحیف آواز سے جواب سلام دیا اور کروٹ لے لی۔ اور بمشکل تمام دو چار باتیں کیں۔ ۲۱ مارچ ۱۹۷۰ء کو ۱۲ محرم (۱۳۹۰ھ) تھی۔ بھائی مرحوم کی حالت غیر ہونے لگی۔ ڈاکٹروں کی آمد و رفت اور دوا دوش میں دن بھر صرف ہو گیا مگر طبیعت نہ سنبھلی یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ ٹی۔ وی پر "شام غریباں" کی مجلس آرہی تھی۔ وہ سُنتے رہے اور زار و قطار روتے رہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی قائم کردہ لکھنؤ کی "شام غریباں" کی پہلی مجلس کو یاد کر کے رو رہے ہوں۔ بھابھی صاحبہ نے ان کا بازو پکڑا اور کہا "کچھ باتیں کرو"۔ مرحوم نے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ کچھ کہہ نہ سکے اور ۱۰ بجے شب کو جاں بحق ہو گئے[۲]۔ بھابھی صاحبہ نے یہ واقعہ مجھے سنایا اور درد بھری آواز سے مرحوم کا حسب حال یہ شعر پڑھا:

اپنی خاموشی وہ وقتِ نزع اور ان کی یہ ضد
ہم سے کہتے ہیں ثمرؔ باتیں کرو آواز سے

مرزا علی اظہر (برلاس)

---

[۱] بھائی صاحب مرحوم کا پہلے ایک لڑکا بابو مرحوم ہوا تھا۔ جس کا صغرسنی میں انتقال ہو گیا۔ مرحوم نے اس کے لئے جو مجلس کی تھی اس میں حمید مرحوم (برادر رشید مرحوم) کو پڑھوایا تھا۔ یوں تو مرحوم کے چار بچے ہوئے مگر اب صرف ایک صاحبزادی ہیں جن کے بڑے لڑکے سید ولایت حسین عابدی سلمہٗ ماشاءاللہ سے لندن میں B.C.C.I (بنک) میں بڑے عہدے پر فائز ہیں اور چھوٹے لڑکے سید راحت حسین عابدی سلمہٗ یونائیٹڈ بنک کراچی میں اعلیٰ افسر ہیں۔ علی اظہر۔

[۲] دوسرے دن ۲۲ مارچ ۱۹۷۰ء بعد نماز صبح برادر محترم جناب مولانا مرزا بندۂ حیدر صاحب صدر الافاضل نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس مداح اہلبیتؑ اور زائر امام مظلومؑ کو پاپوش نگر کے قبرستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سپردِ خاک کر دیا۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔ علی اظہر

(پروفیسر سیّد وصی رضا)

مراثیٔ ثمر پر ایک نظر

(پروفیسر سیّد وصی رضا صاحب دام فیوضہٗ اِس دور میں فارسی کے مستند اُستاد اور بالغ نظر ادیب و نقاد تسلیم کئے جاتے ہیں۔
آپ نے لکھنؤ یونیورسٹی سے ۱۹۳۵ء میں ادبیاتِ فارسی میں ایم۔ اے کیا اور نہ یہ کہ اوّل درجے میں سرِفہرست رہے (First Class First) بلکہ اپنی قابلیت و ذہانت سے ایک عدیم المثال نظیر قائم کی یعنی دو طلائی تمغے ایک ہی سال میں حاصل کئے۔
پاکستان آنے کے بعد کوہاٹ کالج (صوبۂ سرحد) میں وائس پرنسپل کے مقتدر عہدے پر فائز رہ کر ادب و لسانیات کی خدمت کرتے رہے۔ اب کراچی میں مستقل قیام ہے اور تشنگانِ علم و تحقیق کو مستفید فرماتے رہتے ہیں۔ (مرزا علی اظہر عفی عنہ)

اردو میں مرثیہ ہی وہ صنفِ سخن ہے جس نے اس کے ادب کو امتیازی شان بخشی ہے۔ میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ مرحومین اس سپہر کے مہر و ماہ ہیں۔ ان کے پیش رَو مرثیہ گویوں کی خدمات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ میر ضمیرؔ اور ان کے معاصرین نے جو پودا لگایا وہ میر و مرزا کے ہاتھوں ایک تناور درخت بن گیا۔ اُردو کے بڑے بڑے اساتذہ فن نے اس وادیٔ پُرخار میں قدم رکھنا چاہا مگر محض چند گام چل کر رہ گئے۔ حتیٰ کہ میر تقی میرؔ رفیع سوداؔ اور مرزا غالبؔ نے بھی اس بھاری کو چوم کر چھوڑ دیا۔ انیسؔ و دبیرؔ اپنے زمانے ہی میں بہترین مرثیہ گو قرار پائے۔ امتدادِ زمانہ نے دبیرؔ مرحوم کی شہرت کو کم اور انیسؔ کی مقبولیت کو بڑھا دیا مرثیہ کی مقبولیت نے خانوادگانِ انیسؔ و دبیرؔ بلکہ ان کے تلامذہ میں بھی مرثیہ گوئی کا ذوق قائم رکھا۔ چنانچہ اس ضمن میں متعدد نام لئے جا سکتے ہیں جن میں بڑے بڑے کاملانِ فن شامل ہیں مگر انیسؔ و دبیرؔ علی الخصوص اوّل الذکر مرثیہ کے مخصوص دائرے میں اس فن کے نقطۂ عروج تک پہنچ گئے تھے جس پر ترقی محال نہیں تو بے حد دشوار ضرور تھی چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:۔

بھلا تردُّد بے جا سے اس میں کیا حاصل   اُٹھا چکے ہیں زمیندار جن زمینوں کو

انیسؔ کے بعد مرثیہ گوئی کے کمال کا مدار اس امر پر رہ گیا کہ شاعر کس حد تک انیسؔ کی پیروی میں کامیاب ہو سکا۔ مرثیہ کی ہیئت (Pattern) روایات، ذخیرۂ الفاظ، صنائع و بدائع یہ سب لوازمات تو موجود ہی تھے اب اس مسالے سے ایک نئی عمارت بنانا تھی چنانچہ بنانے والوں نے متعدد عمارتیں بنائیں مگر نمونہ اپنی جگہ بے مثال رہا۔ بعضوں نے اس میں خفیف سی تبدیلیاں کیں مگر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ بیسویں صدی میں بعض شعراء نے اس ہیئت کو اختیار نہ کیا بلکہ تبلیغی نقطۂ نظر سے حقائق و افکار کو نظم کیا جیسے جوشؔ ملیح آبادی اور سیّد آلِ رضا وغیرہ۔ یہ تجربہ خاصا کامیاب رہا۔ انیسؔ و دبیرؔ کے طرز پر لکھنے والوں میں ایک شاعر بادشاہ مرزا

ثمرؔ لکھنوی مرحوم بھی ہیں۔ ان کا شمار ان مرثیہ گویوں میں ہوتا ہے جنھوں نے خانوادۂ رسالت سے مومنین کی ارادت اور جذبۂ عقیدت کے اظہار کی تمنّا نے مرثیہ گوئی کا وہ سلسلہ منقطع نہ ہونے دیا جو مقبولِ عام تھا یوں تو ثمرؔ مرحوم نے متعدد مراثی لکھے ہیں مگر ان کے مراثی سے محض چند منتخب مرثیے ہی شائع کئے جا رہے ہیں۔ انتخاب کا سہرا یادگار خانوادۂ انیسؔ سید یوسف حسین زیدی صاحب[1] کے سر ہے جو شعر و سخن کا بڑا عمدہ مذاق رکھتے ہیں لیکن جہاں تک کلامِ ثمرؔ پر ایک سرسری نظر کا تعلق ہے وہ راقم الحروف کے حصّہ میں آئی ہے۔

جیسا کہ میں گذارش کر چکا ہوں ان مراثی کی ہیئت بلکہ مواد بھی وہی ہے جو مقلدینِ انیسؔ نے اختیار کیا البتہ اس میں ان حضرات کی پیروی میں ساقی نامہ کے متعدد اشعار بھی شامل ہیں۔ ساقی نامہ بھی مقلدینِ انیسؔ کی جدّت نہیں البتہ ان لوگوں نے ساقی نامہ کے اشعار میں معتد بہ اضافہ کر کے جودتِ طبع کے جوہر دکھائے چنانچہ ثمرؔ مرحوم نے بھی اپنے مراثی کو قبولیتِ عام کے حصول کے لئے ان اوصاف سے سنوارا کہ پڑھنے والا اس سے محفوظ بھی ہو اور مثاب بھی۔ وہی سادگی و روانی، سلاست و نفاست، روانی و ترنم، رزم کے نقشے، بزم کے مرقعے، رخصت، سراپا، آمد، رجز، جنگ، شہادت اور بین۔ عام قاری مختلف مرثیہ نگاروں کے کلام میں کوئی خاص فرق محسوس نہ کرتا ہو مگر اہلِ ذوق و صاحبِ نظر کلام سے صاحبِ کلام کو صاف پہچان لیتے ہیں الا ما شاء اللہ۔ مشہور ہے کہ عرب کے دو بڑے شاعر جریرؔ اور فرزدقؔ جو ایک دوسرے کے حریف بھی تھے، محض ایک مصرعہ سن کر بتا دیا کرتے تھے کہ ان کے حریف نے دوسرا مصرعہ کیا کہا ہوگا۔ خیر یہ تو مذاقِ سخن کی انتہائی صورت ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مرثیہ نگاروں میں الفاظ و مضامین کی مماثلت کے باوجود اپنا اپنا رنگ ہے بقولے ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است بالخصوص اس دبستانِ سخن کے زعماء کے کلاموں میں ان کی انفرادی شان صاف نمایاں ہے چنانچہ میر نفیسؔ کے کلام پر میر مونسؔ یا عروجؔ مرحوم کے مرثیوں پر عارفؔ مرحوم کے مرثیوں کا دھوکہ نہیں ہوتا۔ پیارے صاحب رشیدؔ کا اپنا منفرد اندازِ بیان تھا۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ثمرؔ مرحوم کا اپنا مخصوص انفرادی طرزِ تکلم تھا تاہم ان کے کلام کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو ان کے کلام میں بھی بعض مشترک اوصاف مل ہی جائیں گے مثلاً سادگیٔ الفاظ و سادگیٔ ادا یعنی سادہ الفاظ کو نہایت فطری ترتیب کے ساتھ استعمال کرنا۔ مثلاً "یارب مرے قلم میں کلِ ایماں کا زور دے" علاوہ اس کے اس مصرع میں الفاظ نہایت سادہ و سلیس ہیں ان کی ترتیب ایسی ہے کہ ایک لفظ بھی اِدھر اُدھر کئے بغیر نثر جیسی ہے۔ اور ان سادگیوں کے باوجود اس میں متعدد محاسن ہیں۔ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ کلِ ایماں کا مصداق کون ہے اور کس مقدس ہستی نے کس موقع پر کس برگزیدہ ہستی کے لئے یہ لفظ استعمال کیا تھا مکمل فقرہ یہ تھا بَرَزَ الْاِیمَانُ کُلُّہٗ اِلیٰ الْکُفْرِ کُلِّہٖ۔ تلمیح کا استعمال بجائے خود مستحسن سہی مگر اس کا استعمال اس حسن کے ساتھ کرنا کہ سننے والا پھڑک جائے ورائے شاعری چیزے دگر کا حامل ہوتا ہے۔ اہلِ فہم و دانش اس مصرع کو پڑھتے ہی سمجھ جائیں گے کہ اس مرثیہ میں جنگِ خندق کا ذکر ہوگا یہ صنعت براعتہ الاستہلال کہلاتی ہے مگر قابلِ ذکر یہ امر ہے کہ اس صنعت کا استعمال اس خوبی سے کیا گیا ہے جس میں تکلف اور تصنع کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ اس ایک ہی مثال پر یہ مثل صادق آتی ہے کہ فن کا گُر اخفائے فن میں ہے۔ (Art lies in concealing art) ثمرؔ مرحوم کے کلام سے دُہری سادگی کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ بطور نمونہ مشتے از خروارے

---

[1] سید یوسف حسین زیدی کے والد میر علی محمد صاحب عارفؔ مرحوم میر خورشید علی صاحب نفیسؔ کے نواسے تھے۔ سید یوسف حسین صاحب عرصہ سے کراچی میں مقیم تھے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ علی اظہر

پیش خدمت ہیں:۔

چہرہ:۔ یارب مرے قلم میں کلِ ایماں کا زور دے — کمزور مور سے ہوں سلیماں کا زور دے
میری زباں کو موسیٰؑ عمراں کا زور دے — اس ناتواں کلام میں قرآں کا زور دے
مدّاحِ آلِ تو ہے میں عبدِ حقیر ہوں
کیوں کر کہوں کہ میں بھی ترا ہمصفیر ہوں

رخصت:۔ سر جھکائے ہوئے آئے درِ خیمہ پہ امام — دے کے آوازِ حزیں لے کے ہر اک بی بی کا نام
مع فضہ کیا اک ایک پہ سرورؑ نے سلام — اور کہا آیا ہے ملنے یہ اسیرِ آلام
غمزدہ اے مری ہمشیر خدا حافظ ہے
مرنے جاتا ہے یہ دل گیر خدا حافظ ہے

جنگ:۔ مصروفِ کارزار ابھی تھے شہِ انام — شہ بڑھ رہے تھے ہٹ رہی تھی پیچھے فوجِ شام
امید تھی لڑائی کا ہو جلد اختتام — ہوں فتح یاب دشمنوں پہ شاہِ تشنہ کام
چلّاتے یوں لعین شہِ مشرقین بس
آئی صدا رسولؐ کی بس اے حسینؑ بس

شہادت:۔ یہ سُن کے استغاثۂ شاہنشہِ ہدا — تھرّائے لاشہائے شہیدانِ کربلا
آئی ہر اک گلوئے بریدہ سے یہ صدا — لبیک اے شہیدِ وفا ابنِ مرتضیٰ
قسمت نے پائے شہ سے ہمیں دور کر دیا
ہم کیا کریں کہ موت نے مجبور کر دیا

ان کے کلام سے بکثرت ایسی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں مضمون کی عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے اندازِ بیان نہایت اثر انگیز اختیار کیا گیا ہے۔ ان مثالوں میں ہمارے قارئین کرام کو ایک خاص چیز نظر آئی ہوگی کہ ہر بند کے ٹیپ کا مصرعِ ثانی کتنا چُست اور مؤثر ہوتا ہے یہ خصوصیت میر عارف مرحوم کے کلام میں بدرجۂ اتم موجود تھی جو خانوادۂ انیسؔ کے آخری بڑے مرثیہ گو تھے۔ جہاں تک روایات، واقعات، ذخیرۂ الفاظ اور صنائع و بدائع کا تعلق ہے تمام مرثیہ گو شعراء کے یہاں کم و بیش وہی اوصاف پائے جاتے ہیں جن کی طرح ضمیرؔ و دلگیرؔ نے ڈالی اور جس میں قیمتی اضافے کر کے انیسؔ و دبیرؔ نے تا حدِ امکان ترقی دی۔ یہ صحیح ہے کہ ان باکمالوں کے بعد اس زمین میں تردد کرنا واقعی بڑی جرأت کا کام ہے مگر جوشِ عقیدت اور ذوقِ سخن سنجی نے بہت سے آبلہ پاؤں کو اس وادیٔ پُر خار میں قدم رکھنے کی ہمت دی اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے طور پر حقِ ارادت ادا کرنے کی سعیِ بلیغ کی تاہم اب اس ہیئت میں مرثیہ نگاروں کے لئے مطلق گنجائش باقی نہیں رہی بجز اس کے کہ ایسی صنعتیں استعمال کی جائیں جن کو ان باکمالوں کے متبعین نے بھی مضمون کی عظمت اور کرداروں کی شان کی بلندی کے منافی سمجھ کر اختیار نہ کیا یا ایسے التزامات عائد کئے جائیں جن کا مرثیہ متحمل نہیں ہو سکتا مثلاً کئی سال ہوتے میری نظر سے ایک ہم عصر کا مرثیہ گذرا تھا جس میں حضرت فاطمہ زہراؑ کی شادی

کا حال نظم کیا گیا تھا۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے شالیمار باغ میں کسی مغلیہ شاہزادی کی شادی ہو رہی ہے۔ اللہ اللہ! کہاں دین کی شاہزادی کی سادگی اور کہاں دنیاداروں کا تصنع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ ثمر لکھنوی مرحوم کے مراثی اس قسم کی بدعتوں سے پاک اور تکلفات سے بری ہیں انھوں نے محض ان روایات کی پیروی کی ہے جس کو ان زعمائے ادب نے نظم کیا۔ اور ان کے متبعین کی بیشتر خصوصیات کو برقرار رکھنے کی امکانی کوشش کی۔ سلاستِ زبان و بیان کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھا اور دور از کار تشبیہوں اور بعید از فہم استعاروں سے گریز کیا ہے بلکہ برمحل تلمیحات، لطیف اشارات اور بلیغ کنایات سے کلام میں جان ڈالنے کی کوشش کی۔ مرثیہ گویان بعد انیس کے لئے خرمن انیس کی خوشہ چینی ناگزیر ہے مگر لائق ستائش وہ ہیں جنھوں نے نکتہ آفرینی کے جوہر بھی دکھائے بشرطیکہ وہ نکات واقعات کی عظمت اور کرداروں کی بلندی سے متعارض نہ ہوں اور فقیر کی دانست میں ثمر مرحوم کا کلام بحدّے ان شرائط پر پورا اترتا ہے اور یہی امر اس کی طباعت کا جواز ہے۔

غالباً بے محل نہ ہوگا اگر مرثیہ پر جدید تنقید کے ضمن میں ایک بدعت کا تذکرہ بھی کر دوں۔ انگریزی ادب اور اس کے واسطہ سے یورپ کے ادب کا مطالعہ کرنے والے مرثیہ کو کھینچ تان کر ایک پوئٹری (رزمیہ شاعری) یا ڈرامہ نگاری کے حصار میں گھیر کر اس پر لے دے کرتے ہیں۔ یہ سراسر زیادتی ہے۔ مرثیہ مرثیہ ہے نہ یہ ایپک پوئٹری ہے نہ ڈرامہ۔ اگر اس میں رزمیہ شاعری کی بعض خصوصیات یا ڈرامہ کے چند اوصاف پائے جاتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرثیہ پر ان اصنافِ سخن کی تکنیک کا انطباق کر کے مرثیہ نگار کے کلام پر حکم لگایا جائے یہ وہی بات ہوئی کہ اعتراض یہ کیا جائے کہ انیس انیس کیوں ہے ہومر یا ورجل یا شیکسپیر کیوں نہیں ہے۔ مرثیہ کی اپنی خصوص تکنیک اور تقاضے ہیں اور مرثیہ کو اس کی حدود میں رہ کر دیکھنا چاہئے البتہ اس کے لئے درسی کتب کے علاوہ بہت کچھ اور بھی جاننے کی ضرورت ہے اور ان معلومات وسیع کے ساتھ نہ صرف مذاق سخن بلکہ حسنِ مذاق کی شرط اوّلیں ہے۔ انیس و دبیر تو خیر کمالِ فن کے حامل تھے دیگر مرثیہ نگار حضرات کا کلام بھی اگر وسیع الذیل معلومات اور حسنِ مذاق کے ساتھ دیکھا جائے جن کے بغیر مرثیہ فہمی ممکن نہیں تو قاری بغایت لطف اندوز ہوگا۔ مثلاً ثمر لکھنوی مرحوم ہی کے مراثی کو بہ امعان نظر دیکھنے سے باخبر و باذوق قاری کو جو کیفیت حاصل ہوتی ہے وہ بیشتر ناقدوں کے مقدر میں نہیں ہے۔ ثمر مرحوم کا کلام ہموار ہے اس لئے جستہ جستہ مثالیں دے کر اپنے موقف کی وضاحت کرنا تحصیل حاصل ہے۔ آپ خود ہی ملاحظہ فرما کر متذکرہ بالا قول کی تصدیق کر لیں۔

سید وصی رضا

مرثیہ

شہادت حضرت امام حسینؑ

مطلع

بارگاہ شہِ مظلوم دِکھادے یارب

۱ بارگاہِ شہِ مظلوم دِکھادے یارب   میری بگڑی ہوئی قسمت کو بنادے یارب
میری محنت کو ٹھکانے سے لگادے یارب   آلِ یٰسین کی محنت کا صِلہ دے یارب
جلد تر روضۂ سلطانِ زماں کو دیکھوں
باغِ دنیا ہی میں گلزارِ جناں کو دیکھوں

۲ آرزو یہ ہے کہیں جلد نظر آئے وہ باغ   جسکی نکہت سے مہک جاتے ہیں دل اور دماغ
ماسوا اس کے اسی جا سے ملے گا یہ سُراغ   کس طرح بجھ کے جلا کرتے ہیں قدرت کے چراغ
ہے یقیں مثلِ خلیل اس کا مگر دیکھوں گا
مطمئن قلب ہو صرف ایک نظر دیکھوں گا

۳ ہو زیارت مجھے اس روضۂ اقدس کی نصیب   بخت خوابیدہ کے جس جا پہ چمکتے ہیں نصیب
بنتے ہیں فخرِ سلاطیں یہاں آ آکے غریب   جس کی مٹی میں ہے اعجازِ عجیب اور غریب
دردِ عصیاں کے مریضوں کی دوا بنتی ہے
بوترابی کے لئے خاکِ شفا بنتی ہے

۴ ہوتی رہتی ہے جہاں صبح و مسا بارشِ نور   سر زمیں جسکی بلندی میں ہے حیران کُنِ طور
رحمتِ ربِّ دوعالم کی یہ ہے جائے مرور   اس کے دروازے سے ہاتھ آتے ہیں جنت کے قصور
نعمتوں کا اسی روضہ سے پتا ملتا ہے
آکے بندے کو اسی در پہ خدا ملتا ہے

۵ پست تر اس کی زمیں سے ہے زمینِ کعبہ   اس کے پرتو سے چمک اٹھی جبینِ کعبہ
فخر کرتے رہیں گے اس پہ مکینِ کعبہ   اسی کی وجہ سے قائم رہا دینِ کعبہ
یہ زمیں اپنا اثر دہر میں دِکھلا کے رہی
روحِ اسلام حیاتِ ابدی پا کے رہی

۶ ضوفگن ہوتی نہ گر روضۂ اقدس کی ضیا   سنگِ اسود کی جِلا ہوتی نہ حاشا کلّا
پہلے اصنام سے آباد تھا اور پھر ہوتا   اس کے باعث سے بنا خانۂ کعبہ کعبہ
اس زمیں سے بڑھی پھر عظمت و شانِ کعبہ
رہ گئی دہر میں واللہ اذانِ کعبہ

۷ نصب ہے قبۂ پُر ضو پہ حسینی جو علَم   سبزۂ خلد صفت سبز ہے جس کا پرچم
دیدنی جس کا ہے ہر چار طرف جاہ و حشم   جس کا اسلام دل و جاں سے ہے ممنونِ کرم
کلمہ گو بنے اور واقفِ ایمان ہوئے
بعدِ شہ پھر سے مسلمان مسلمان ہوئے

۸ شہ کا روضہ ہے کہ ہے عرشِ معلّٰی کا جواب   ہے جہاں رحمتِ خالق کا شمار اور نہ حساب
یہاں ہوتے ہیں عذاب آکے مبدّل بہ ثواب   آب طاہر ہے بھی طاہر ہے سوا یاں کی تُراب
پڑکے دامن پہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے
خاکِ خاطی کو بھی یہ پاک بنا دیتی ہے

۹ ہر گھڑی رہتا ہے روضہ میں ملائک کا ہجوم — اس کے دن رات فدائی ہیں مہ و مہر و نجوم
اس کی رفعت کی حدیں جانتے ہیں بس معصوم — بہتر از خلد ہے اتنا تو ہمیں ہے معلوم
عرش سے بہرِ زیارت جو ملک آتے ہیں
پھر پلٹ کر سوئے جنت وہ نہیں جاتے ہیں

۱۰ زائرانِ شہِ والا میں ہیں یہ سب مذکور — جن و انسان و ملک شمس و قمر وحش و طیور
ملتے ہیں منہ پہ جو خاکِ درِ سلطانِ غیور — دوڑنے لگتا ہے کمھلائے ہوئے رُخ پہ نور
چمک آجاتی ہے دُکھ پائے ہوئے چہروں پر
رنگِ گل چڑھتا ہے تونسائے ہوئے چہروں پر

۱۱ اس کے زائر کے مراتب ہوں بھلا کس سے بیاں — ہے حدیثوں پہ ہمارے لئے حکمِ قرآں
گھر سے جب بہرِ زیارت کوئی ہوتا ہے رواں — گھیر لیتی ہے اسے رحمتِ خلاقِ جہاں
ساتھ رحمت کے اسے لینے کو آتے ہیں ملک
جس طرف جاتا ہے وہ آنکھیں بچھاتے ہیں ملک

۱۲ کیا عجب حضرتِ عباس بحکمِ شہِ دیں — چھوڑ کر روضہ کو آجاتے ہوں زائر کے قریں
تحتِ قبہ اسے لیجاتے ہوں باصد تمکیں — وہ دعا کرتا ہو یہ کہتے ہوں آمین۔ آمین
زائرِ شہ کی علمدار ثنا کرتے ہوں
ہاتھ تو رکھتے نہیں دل سے دعا کرتے ہوں

۱۳ ہوتا ہے روضہ میں جب شاہِ ہدا کے داخل — ہوتی ہیں زائرِ سرور کی مرادیں حاصل
محو ہوتے ہیں گنہ ہوتا ہے وہ اس قابل — اہلِ جنت میں شمار اسکا ہوا اور ہو شامل
مل گیا جا کے جو شاہِ شہدا والوں میں
نام اس کا بھی ہوا درج خدا والوں میں

۱۴ زائروں کے لئے ہے بابِ جناں ہر دم وا — وقف ہے ان کے لئے کوثر و نخلِ طوبےٰ
ان کے قبضہ میں ہے ہر ایک ثمرِ جنت کا — ان کو خود ربِ علےٰ دیگا زیارت کا صلا
دہرِ فانی سے سوئے خلد یہ جب جائینگے
قصر میں سیدِ مظلوم کے گھر پائیں گے

۱۵ اور اگر زائرِ شہ بن گیا مداح کہیں — عرش بن جائیگی اس کے لئے روضہ کی زمیں
خود بڑھے گا اسے لینے کے لئے خلدِ بریں — انبیاء اور رُسل چومیں گے بڑھ بڑھ کے جبیں
مثلِ دل کے اسے جا دیں گے علی پہلو میں
خود بٹھائینگے رسولِ عربی پہلو میں

۱۶ اس کی عزت کو بڑھائیں گے پھر اسطرح حضور — پائیگا ذکرِ فضائل کے لئے منبرِ نور
یہ بیاں وہ ہے سنیگا جسے خود ربِ غفور — ہو کے ششدر یہ کہیگا ارنی گوئے طور
بن کے میں نے تو کلیم ایسا نہ رتبہ پایا
اس نے تو عرش سے ملتا ہوا پایا پایا

آئینگی غیب سے اس وقت یہ ہاتف کی صدا — حق ہے اس عبد کا معبود پہ اک اے موسیٰ
اس لئے رب علیٰ نے اسے رتبہ یہ دیا — امر کا اس نے الوالامر کے اچھا ہے کیا ۱۷
مدحتِ آلِ رسولِ عربی کرتا تھا
جو فضائل تھے خفی ان کو جلی کرتا تھا

اس کے حالات مجھے اچھی طرح ہیں معلوم — اس پہ تھا دہر میں دنیا کے مصائب کا ہجوم
گو کہ رہتا تھا شب و روز یہ بندہ مغموم — شکووں کی جا پہ مگر کرتا تھا ذکر معصوم ۱۸
یہ فقط آلِ محمد کی ثنا کرتا تھا
بہر خوشنودیٔ حق ذکر خدا کرتا تھا

اپنے معبود کو خوش رکھنے کو یہ خوش انجام — کبھی تو ذکر نبی کرتا تھا گہ ذکرِ امام
گہ فضائل سے مصائب سے کبھی رہتا تھا کام — شام سے صبح یونہی صبح سے ہوتی تھی شام ۱۹
جب کہ مخلوق نے سو سو کے گزاریں راتیں
اس نے گہ ہنس کے کبھی رو کے گزاریں راتیں

کیوں نہ اسلام کی بستی میں ہے پھر اک غدر — کی جہاں والوں نے دنیا میں نہ مداحوں کی قدر
لاکھ پردوں میں چھپے بدر مگر پھر بھی ہے بدر — آج ہے خاک نشیں کل یہی ہو جائیگا صدر ۲۰
دیکھنا رشک فلک اس کی زمیں کر دیگا
اس کا معبود اسے عرش نشیں کر دے گا

حق کو مرغوب ہیں مداح کے انداز ثنا — دہنِ غنچہ صفت کھلنے لگا رازِ ثنا
چشم معبود میں مخصوص ہیں اعزاز ثنا — باغ عالم میں چھڑے از سرِ نو سازِ ثنا ۲۱
بہر خوشنودیٔ رب دوسرا بیٹھے ہیں
ہمہ تن گوش بنے اہلِ ولا بیٹھے ہیں

دوست ہی دوست ہیں دشمن ہیں یہاں سب نظری — پھول ہر سمت ہیں کانٹوں سے یہ گلشن ہے بری
نکہت خلد بنی حکمِ خدا سے سفری — دوش پر لے کے روانہ ہوئی بادِ سحری ۲۲
غنچے کھا کھا کے ہوا باغ کی گل کھلنے لگے
نغمہ زن ہونے لگیں بلبلیں گل کھلنے لگے

حمدِ معبود نے پہلے کلید درِ باغ — نعت محبوب الٰہی ہو رقم پھر سرِ باغ
حکمِ حق سے ہے امیروں کا امیر افسرِ باغ — آج یاں نام ائمہ پہ لٹے گا زرِ باغ ۲۳
دامن امید کا بھر جانے کا حق ہیں آئیں
باثمر ہونا ہے جن جن کو وہ گلچیں آئیں

نعت کے پھول کھلے بلبلِ سدرہ چہکا — ہر ملک کہنے لگا صلِ علیٰ صلِ علیٰ
ساتھ اس نغمۂ دلکش کے ارم گونج اٹھا — جھوم کر قدسیوں نے عرش بریں پر یہ کہا ۲۴
باغ دنیا ہوا سر سبز اسی گل کے لئے
خلق معبود نے یہ جزو کیا کل کے لئے

یہ وہ بندہ ہے جو ہے مظہرِ شانِ احدی　　اسکو اللہ نے بخشی ہیں صفاتِ صمدی
۲۵ اس کے قبضہ میں ہے موت اور حیاتِ ابدی　　مخزنِ خیر ہے دُور اس سے ہے شر اور بدی
حق نما عبد ہے اور خُلقِ مجسم یہ ہے
دہر میں رحمتِ خلاقِ دو عالم یہ ہے

کنزِ مخفی کو اسی نے کیا عالم میں عیاں　　اس نے بتلائے زمانے کو اصولِ ایماں
۲۶ نور سے اس کے منور ہوئے یہ کون و مکاں　　شبِ معراج کھلی رفعتِ نوعِ انساں
سر بلندی کوئی مخلوق میں یہ پا نہ سکا
یہ وہاں پہنچا جہاں وہم ملک جا نہ سکا

منتخب کردۂ خلاقِ دو عالم ہیں رسولؐ　　حسبِ فرمانِ خدا خلقِ مجسم ہیں رسول
۲۷ چشمِ خالق میں معظم ہیں مکرم ہیں رسول　　ختم ہے فردِ رُسل ان پہ وہ خاتم ہیں رسول
بخدا وجہِ بقائے مہ و ماہی یہ ہیں
کیوں نہ ہوں فرد کہ محبوبِ الٰہی یہ ہیں

کُل خدائی میں بفرمانِ خدا ان کا ہے راج　　انبیا اور رسولوں کے یہی ہیں سرتاج
۲۸ ان کے دروازہ سے اسلام نے پایا ہے رواج　　دستِ قدرت سے جو روشن ہوا ہے یہ وہ سراج
لَو لگائے ہوئے جو اس سے رہا کرتے ہیں
بُجھ کے دنیا میں چراغ ایسے جلا کرتے ہیں

راہِ خالق میں پیمبر نے مصائب جو اُٹھائے　　ماسوا شکر کے شکوے نہ زباں پر کبھی لائے
۲۹ کام امت کے کئے اور نہ احساں جتائے　　حکم اللہ جو تھا دستِ سوال ان پہ بڑھائے
نہ صلہ اور نہ کوئی مُزد نہ قیمت چاہی
اجرِ تبلیغ میں اپنوں کی مودت چاہی

مُزد جو پائی پیمبر نے سنیں اہلِ عزا　　سجدۂ حق میں شہید آپ کا داماد ہوا
۳۰ یوں بلاؤں میں نبی زادی کو محصور کیا　　روتے ہی روتے سدھاریں ہوئے جنت زہرا
باغِ احمدؐ کے ہر اک غنچہ دہن کو مارا
ان بد اعمالوں نے محسن کو حسن کو مارا

بعد اس کے ہوا جو کچھ وہ ہے دنیا پہ عیاں　　خط پہ خط بھیج کے سرور کو بلایا مہماں
۳۱ واردِ کرب و بلا جب ہوئے سلطانِ زماں　　بند یہ کہہ کے لعینوں نے کیا آب رواں
پانی دریا سے جو کافر بھی ہو پیاسا پائے
لیکن اک بوند نہ احمدؐ کا نواسا پائے

دہم ماہِ محرم کا لکھوں میں کیا حال　　پیاس سے سیدِ مظلوم کے بچے تھے نڈھال
۳۲ شیر محصور تھا آزاد تھے روباہ و شغال　　ڈیوڑھی شبیر کی سنسان ہوئی بعدِ زوال
خاک اڑتی ہے کوئی حاجب و درباں نہ رہا
جز خدا کوئی بھی بیکس کا نگہباں نہ رہا

چھٹ گئے شاہِ دو عالم کے فدائی صد حیف   باوفا دے گئے سب داغِ جدائی صد حیف
۳۳ مر گیا شیر سا شبیر کا بھائی صد حیف   شہ نے تربت علی اصغر کی بنائی صد حیف
صبر کا زور زمانے کو دکھا کر روئے
اپنے فرزند کی خود قبر بنا کر روئے

سر جھکاتے ہوتے آئے درِ خیمہ پہ امام   دے کے آوازِ حزیں لے کے ہر اک بی بی کا نام
۳۴ مع فضہ کیا اک ایک پہ سرور نے سلام   اور کہا آیا ہے ملنے یہ اسیرِ آلام
غم زدہ اے مری ہمشیر خدا حافظ ہے
مرنے جاتا ہے یہ دل گیر خدا حافظ ہے

دی یہ زینب نے صدا گھر میں تو آؤ بھائی   ہم مصیبت زدوں کو شکل دکھاؤ بھائی
۳۵ بہر اللہ دبنی مرنے نہ جاؤ بھائی   ہم جئیں کس کے سہارے یہ بتاؤ بھائی
غم زدہ اور یہ آوارہ وطن مر جاتی
بھائی کے سامنے اے کاش بہن مر جاتی

سن کے یہ روتے ہوتے خیمہ میں آئے شبیر   شرم سے تھے سرِ اقدس کو جھکائے شبیر
۳۶ دیکھ زینب کو سخن لب پہ یہ لائے شبیر   میرے بچوں کے لئے تم ہو بجائے شبیر
بے خطائی کی مری اور مری معصومی کی
تم سے وابستہ ہے شہرت مری مظلومی کی

میرا سجادِ حزیں جو ہے اسیرِ آلام   میرے مر جانے کے بعد اب ہے یہی کل کا امام
۳۷ جتنا بھی ہو سکے بیمار کو دینا آرام   ہے دعا میری مع الخیر ہو سب کا انجام
دکھ اٹھانا پہ نہ مادر کا چلن چھوڑنا تم
تیشۂ صبر سے ہر کوہِ الم توڑنا تم

کہہ کے یہ نزدِ سر آئے شہنشاہِ حجاز   کر کے ہشیار کہے جتنے امامت کے تھے راز
۳۸ رو دیئے دیکھ کے بیمارِ حزیں کے انداز   نہ کوئی پاس تھا ہمدم نہ تھا کوئی دمساز
گر گرا وہ تڑپ کر کبھی خاموش ہوا
کبھی چونکا کبھی کانپا کبھی بیہوش ہوا

کرتے کیا وقت تھا کم اور زیادہ تھے کام   پڑھ کے بیمار پہ الحمد چلے رن کو امام
۳۹ بی بیوں میں جو تھا ہر سمت بپا اک کہرام   سب کو جس طرح سے سمجھایا یہ تھا کارِ امام
حرمِ پاک کو سلطانِ امم نے روکا
ان کا سیلابِ غم اس بحرِ کرم نے روکا

شاہ کو حق سے جو حاصل ہوا پروانۂ جنگ   نکلا ضرغام صفت بحرِ شجاعت کا نہنگ
۴۰ عرصۂ زیست جو تھا سیدِ مظلوم پہ تنگ   بیٹھا فرزندِ نبی کھینچ کے رہوار کا تنگ
پشت پر آتے ہی کچھ اور ہی شبیر بنے
شہ شبابِ اسد اللہ کی تصویر بنے

آپ کو زورِ امامت سے جو لینا تھا نہ کام　　چھوڑ آیا پاس اس کے جو ہونے کو تھا اب کُل کا امام
۴۱ سوئے جنگاہ چلا شیرِ خدا کا ضرغام　　دل میں تھا جوشِ وَ غالب پہ تھا اللہ کا نام
بہرِ جنگ آپ بساں اسد اللہ چلے
سورۂ فتح کو دَم کرتے ہوئے شاہ چلے

آپ نے اسپِ صبادَم کو کیا جب مہمیز　　چلی ہر سمت ہوا مشک فشاں عنبر بیز
۴۲ جھوم کر رن کو چلا شاہِ ہُدا کا شبدیز　　اسکے انداز ہیں دشمن کے لئے حیرت خیز
اس پہ یہ فضل و کرم ربِّ ذوالاکرام کا ہے
چال آہو کی ہے اور ہمہمہ ضرغام کا ہے

آیت اللہ کا بچپن سے ہے حامل گھوڑا　　جادۂ حق کبھی بھولے سے نہ اس نے چھوڑا
۴۳ رحمت حق سے نہ اس نے کبھی منہ کو موڑا　　قصدِ راکب کا فقط اس کے لئے تھا کوڑا
مینہ میں یوں تیروں کے یہ اسپ خوش انجام چلے
جس طرح وقتِ ترشح کوئی ضرغام چلے

پائے ہیں گھوڑے نے اوصاف عجیب اور غریب　　ہے یہ دوست ان کا جو اللہ و نبی کے ہیں حبیب
۴۴ فہم و ادراک کا یہ زور تھا اللہ نے نصیب　　غیر کو اس نے پھٹکنے نہ دیا اپنے قریب
اس کی حق کوشی پہ سب اہلِ نظر صاد کریں
واقعہ عمِّ پیمبر کا ذرا یاد کریں

جو اٹھاتے تھے نبی یہ ہے اٹھائے وہی بار　　جس کا ناقہ بنے احمد یہ ہے اس کا رہوار
۴۵ کیوں نہ ہو ذکرِ براقِ نبوی اس پر بار　　ذی شرف پایا کب ایسا کسی مرکب نے سوار
باپ ماں جدّ بزرگ اور برادر معصوم
خود بھی معصوم غرض اس کا ہے گھر بھر معصوم

پشت پر مصحفِ ناطق ہے اٹھائے یہ فرس　　نور کی رحل ہے اپنے کو بنائے یہ فرس
۴۶ حق سے وہ رفعت و اوج آج ہے پائے یہ فرس　　کیا عجب چھوئے اگر عرش کے پائے یہ فرس
سببِ نازشِ خلاقِ جہاں ہے راکب
کیوں نہ ہو سیدِ شبانِ جناں ہے راکب

زندگی اس کی ہوئی سایۂ رحمت میں بسر　　قدرت اللہ کی اس گھوڑے کے ہے پیشِ نظر
۴۷ ہے یہ اسپ اسکا جو ہے مظہرِ شانِ داور　　مطمئن اس سے ہے جب چاہو کامل جانچنے پر
جس کو بھی سُننا ہو وہ اس کی زبانی سُن لے
آئے اور آن کے فطرس کی کہانی سُن لے

لاکھوں انسانوں پہ پاتا ہے فضیلت گھوڑا　　دل سے ہے واقفِ اسرارِ نبوت گھوڑا
۴۸ رہتا ہے ہر گھڑی آمادۂ نصرت گھوڑا　　ہے ہمیشہ سے یہ پابندِ مشیت گھوڑا
اپنے راکب کی محبت کا یہ دم بھرتا ہے
کہ اشارے پہ سدا اس کے چلا کرتا ہے

نہ ہوئی جنگ گراں اس پہ کسی آن گراں   نصرتِ حق میں سمجھتا نہیں یہ جان کو جاں
کیا تعجب ہے کرے وصف جو اس کا قرآں   جب کہ مدّاح ہیں اس گھوڑے کے سلطانِ زماں ۴۹
شان ان کی ہے وہی جو کہ ہے شانِ خالق
بخدا ہیں یہ زمانے میں زبانِ خالق

روزِ روشن کی طرح سب پہ ہے یہ بات جلی   تشنہ لب تشنہ دہن دشت میں تھے آلِ نبی
چشمِ رہوار میں تصویرِ مصیبت کی یہ تھی   حدِ وفاداریوں کی گھوڑے نے یوں دکھلا دی ۵۰
نہ پیا اس نے دمِ تشنہ دہانی پانی
ہو گیا پانی میں منہ ڈال کے پانی پانی

اس کے انداز رفیع اس کی اصالت پہ ہیں دال   چشمِ قدرت میں نہ محبوب ہو کیوں اسکی چال
ہے زمانے میں فرس آپ ہی خود اپنی مثال   یہ قسم کیوں نہ سراہے اسے ربِّ متعال ۵۱
کم ہے ہر اہلِ فلک اس پہ اگر ناز کرے
ایسے گھوڑے کو خدا اور نظر انداز کرے؟

کوئی شاعر کرے کیوں اس کی مجازی تعریف   کرتے ہیں اس کی عراقی و حجازی تعریف
درج قرآں میں رہے گی تری تازی تعریف   کریں گے حق کی نمازوں میں نمازی تعریف ۵۲
دین اور ایمان کی جو جان ہے وہ راکب ہے
جس کا اسلام پہ احسان ہے وہ راکب ہے

بات کی بات میں جنگاہ میں پہنچا گھوڑا   اس کی ٹاپوں کی دھمک نے دلِ دشمن توڑا
دیکھ کر شیر کو روباہوں نے منہ کو موڑا   بزدلے بھاگے جواں مردوں نے میداں چھوڑا ۵۳
فوج کے بھڑکے فرس بوئے اسد پا پا کر
نکلا خیمہ سے بن سعد لعیں گھبرا کر

آتشِ خوف لعینوں میں کچھ ایسی بھڑکی   مچی ہر چار طرف دشت میں اک ہلچل سی
ہوئے رخ زرد ہلے قلب ہر جاں پہ بنی   خوف کی ناریوں کے فرق پہ چھائی بدلی ۵۴
بید ساں دشمنِ دیں اہلِ ستم ہلنے لگے
دل علمداروں کے تھرّا کے علم ہلنے لگے

شہ نے قبل اس کے کہ مسدود ہو درِ توبہ کا   بڑھ کے میداں میں کیا فرضِ امامت کا ادا
کر کے اک اک کو مخاطب یہ لعینوں سے کہا   وقت گو کم ہے پہ کر سکتے ہو تم سب توبہ ۵۵
ظلم کی ہے یہ سزا سوئے سقر جاؤ گے
میرا کہنا نہ اگر مانا تو پچھتاؤ گے

خلد لینا ہے اگر تم کو مجھے پہچانو   رہبرِ دیں خدا حاملِ قرآں جانو
داغ عصیاں کے ہیں ان دامنوں کو گردانو   جو کہوں تم سے وہ بے چون و چرا سب مانو ۵۶
چھوڑو باطل کو امامت کے مری قائل ہو
مجھ سے لو باغِ جناں میری طرف مائل ہو

تھا کلامِ شہِ مظلوم میں کچھ ایسا اثر — پُر جگر چار طرف کانپ رہے تھے تھر تھر
حشر کیا ہوتا ہے انجام پہ تھی سب کی نظر — ان کا کیا ذکر ہے دل جن کے نہ تھے، تھے پتھر ۵۷
جُہلا دانتوں کو پیسا کئے، سر دُھنتے رہے
فصحا دِل سے کلامِ شہِ دیں سُنتے رہے

یک بیک فوج میں باجے بجے پھینکے گئے تیر — کر کے یلغار بڑھے شاہ کی جانب بے پیر
یہ سمجھ کر کہ ہیں میدان میں تنہا شبّیر — گھیر کر قتل کرو شیر کو چلّائے شریر ۵۸
حملہ یوں ہو کہ شجاعت بھی یہ دکھلانے نہ پائے
اسد اللہ کا ضرغام بس اب جانے نہ پائے

زخم دو چار لگے جسم پہ شہ کے کاری — شیر نے دیکھ لیا خوں ہے جسد سے جاری
زلفیں بَل کھانے لگیں ہوگیا غصّہ طاری — بَن گیا رحمتِ حق قہرِ جنابِ باری ۵۹
یک بیک ختم ستمگاروں کا سب زور ہوا
ذوالفقارِ اسد اللہ کھنچی شور ہوا

تیغ کا چلنا تھا میدان میں اُڑنے لگے فرق — کوئی مغرب کی طرف اور کوئی بھاگا سوئے شرق
کچھ لعیں گھوڑوں سے گر گر کے ہوئے خون میں غرق — آگ جسموں میں لگی گرنے لگی برق پہ برق ۶۰
خرمنِ زیست جلے، سوئے سَقر جانے لگے
دانۂ نخلِ عداوت کا ثمر پانے لگے

یہ ہے وہ تیغ جو خاموش رہی بیس برس — آج خوں پینے کی ہے دل میں بہت اسکے ہوس
کہتی ہے اپنا دکھا دوں گی لعینوں کو میں کس — قتل میں ان کے کروں گی نہ ذرا پیش و پس ۶۱
اپنے انجام کو میں اچھی طرح جانتی ہوں
قائمِ آلِ محمدؐ کو بھی پہچانتی ہوں

ہوگا اب قربِ قیامت کہیں قائم مرا اوج — بحرِ خوں بڑھ کے رہیگا و تیگی موج پہ موج
غرق کر دوں گی میں دم بھر میں ستمگاروں کی فوج — فرد جو ہونگے جری ہونگے مرے ہاتھ سے زوج ۶۲
تنے گا آبِ قضا، تیغ کا پھل کھائے گا
نخلِ زیست ایک کا سالم نہ نظر آئے گا

قدرتِ حق سے وہ دن بھی نہیں ہے اب کچھ دور — ہوگا جب ساتھ مرے حضرتِ حجّت کا ظہور
مولدِ جد کے قریں چمکے گا یہ بقعۂ نور — ہوگا اللہ کا گھر رشکِ دہِ کوہِ طور ۶۳
بزمِ باطل کا چراغ آج بس اب گُل ہوگا
تھا وہاں نور کا اک جزو یہاں کُل ہوگا

کل تو کل آج اگر اذن دیں مجھ کو سرور — شام تک چھوڑوں نہ میں ایک بھی بددین کا سر
حکمِ خالق سے ہوں پابند شہِ جن و بشر — مصلحت ان کی نہ روکے تو دکھا دوں جوہر ۶۴
بات کی بات میں ہر سمت اک آفت آجائے
چال سے میری زمانہ میں قیامت آجائے

چشمِ خالق میں ہمیشہ رہے میرے انداز   حق نے بھیجا تھا مجھے حق کی رہی میں دم ساز
۶۵ سبھی لاسیف کی میں سُن کے اُحد میں آواز   جو ہر وں پر ہے میرے حضرت جبریل کو ناز
عرش سے آکے میں آغوشِ امامت میں رہی
حق کے ہمراہ رہی حق کی حمایت میں رہی

عرش پر حق نے مجھے رکھا سدا سر افراز   پا کے پھر پہلوئے حیدر کو ہوئی میں ممتاز
۶۶ مجھ سے مس ہوتا تھا ہر جنگ میں دستِ اعجاز   روزِ روشن کی طرح کھل گیا مجھ پر بھی یہ راز
اب تو میں دیکھتے ہی جان لیا کرتی ہوں
دوست دشمن کو میں پہچان لیا کرتی ہوں

جنگ خیبر میں برش کے مرے کھلتے جوہر   گر پکڑتے نہ ملک دست ید اللہ آکر
۶۷ کٹتا مرحب کی طرح گاؤ زمیں کا بھی سر   خیریت گزری سپر بن گئے جبریل کے پر
رک گئی آگے مرا جاہ و حشم بڑھ نہ سکا
تھا بچھا دامنِ عصمت تو قدم بڑھ نہ سکا

میری جھنکار سے دشمن کے کلیجے ہوئے شق   میں سدا دیتی تھی کفار کو ایماں کا سبق
۶۸ مجھ سے جاری ہوا ہر چار طرف کلمۂ حق   چاک میں نے ہی کیا مصحفِ باطل کا ورق
ٹکڑے ٹکڑے کیا الحاد کے دروازے کو
اور پراگندہ کیا کفر کے شیرازے کو

برشِ تیغ سے لشکر کے پراگندہ تھے ہوش   پڑ گیا سرد ستمگاروں کا بڑھتا ہوا جوش
۶۹ اب نہ آواز بزن اور نہ باجوں کا خروش   بعض نہوڑائے تھے سر بعض ہوئے تھے روپوش
مردنی چھائی تھی، چہروں پہ دھواں اڑتا تھا
فرق کے ساتھ ہی ہر طائرِ جاں اڑتا تھا

تیزی تیغ سے جراروں کا زہرا ہوا آب   بو ترابی جو نہ تھے ان کی تو مٹی تھی خراب
۷۰ جان کے خوف سے رخصت ہوئی شرم اور حجاب   بید ھڑک شیب کے پردے میں لگا چھپنے شباب
ہر جواں مرد کا قلب اور جگر ہلتا تھا
دست و پا کانپتے تھے خوف سے سر ہلتا تھا

زور رعشہ کا یہ تھا تیغ اٹھا نا تھی محال   بارِ سر دشمنوں کے جسموں پہ تھا ایک وبال
۷۱ خوف سے خشک تھا خوں بڑھ رہا تھا اضمحلال   مرغِ جاں کے لئے پھیلا ہوا تھا موت کا جال
الجھے جاتے تھے لعیں قلب حزیں بے کل تھے
پاؤں تھراتے تھے دل ہلتے تھے بازو شل تھے

آبِ شمشیر ید اللہ کا اللہ رے بہاؤ   جس طرف سیل صفت پہنچی کیا ستھراؤ
۷۲ منتشر رو میں کیا لشکرِ دشمن کا جماؤ   بادباں توڑ کے کی غرق ہر اک ذلت کی ناؤ
اپنے بچنے کی سبیل آپ ہی کرتے کیونکر
پانی اونچا ہوا تھا سر سے ابھرتے کیونکر

فلکی تیغ ہے یہ کُل فلکی آئے کمال　　برق رفتار ہے چلنے میں تو صورت میں ہلال
۷۳ ہے عیاں جوہروں سے انجم و اختر کا جمال　　کہکشاں کھینچ کے یہ بن جاتی ہے ہنگامِ جدال
بارشِ خوں سے زمیں سُرخ نظر آتی ہے
ابر آسا یہ اگر کھل کے برس جاتی ہے

محو ہے جنگ میں یوں آج علی کا فرزند　　شورِ تحسین و ثنا اہلِ فلک میں ہے بلند
۷۴ کوردل چشمِ بصیرت کئے ہیں اپنی بند　　ڈر سے تھرّا رہا ہے دشمنوں کا ہر ہر بند
بَل جو بَل کھاتے تھے اب منہ بھی نہیں کھولتے ہیں
خود ہیں خاموش پہ اعضائے بدن بولتے ہیں

آج چمکی ہوئی ہے دشت میں تقدیرِ قضا　　ضو فگن مہر کی مانند ہے تنویرِ قضا
۷۵ پائے دشمن کو ہے جکڑے ہوئے زنجیرِ قضا　　سر اٹھایا کہ پڑی فرق پہ شمشیرِ قضا
اپنی مجبوریوں پر اہلِ ستم روتے ہیں
گر بڑھاتے ہیں قدم ہاتھ قلم ہوتے ہیں

شیر کی طرح سے جب کرتے ہیں حملہ شہِ دیں　　تھر تھر ہلتے ہیں تھرّاتی ہے ہر دل کی زمیں
۷۶ ہاتھ دھوئے ہوئے ہیں زیست سے عاجز ہیں لعیں　　جسموں میں صورتِ سیماب ہے ہر قلبِ حزیں
ہاتھ دیتے نہیں اب کام بھلا کیا روکیں
گھوڑے پر لرزہ بر اندام بھلا کیا روکیں

تیغ ہر سمت جو رنگ اپنا جمائے ہوئے ہے　　خوں میں ہر دشمنِ جاں اپنے نہائے ہوئے ہے
۷۷ دستِ باچہ انھیں شمشیر بنائے ہوئے ہے　　ہر عدو بہرِ اماں ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے
اب تو بچنے کی نظر آتی نہیں راہ بچاؤ
ہر طرف غل ہے کہ اے ابنِ ید اللہ بچاؤ

آپ کے جد کی یہ اُمت ہے یہ ہے آپ کو علم　　آج محصورِ مصیبت ہے یہ ہے آپ کو علم
۷۸ تیغِ حضرت سے اک آفت ہے یہ ہے آپ کو علم　　اب تو نزدیک قیامت ہے یہ ہے آپ کو علم
ایک حملہ کریں آپ اور بس اب دیر یہ ہے
دن کو تارے نظر آنے لگے اندھیر یہ ہے

پہلواں رن میں جو استادہ تھے بھاری بھرکم　　بُرّشِ تیغ نے سب کھول دیے ان کے بھرم
۷۹ ہاتھ بڑھتے ہیں نہ اب آگے نہ اٹھتے ہیں قدم　　سانسیں اکھڑی ہوئی ہیں گھٹ رہا ہے سینوں میں دم
بھاگا جاتا نہیں ہر دشمنِ دیں حیراں ہے
ان لعینوں کو تن و توش عذابِ جاں ہے

رنگ لائی ہے ستمگاروں کی دل آزاری　　پُر دغا بھاگنے کی کر رہے ہیں تیاری
۸۰ مُردنی چھائی ہے، ہے خوف کچھ ایسا طاری　　تیغ سے پیاسے کی ہے خون کا دریا جاری
پا بگِل، لرزہ بر اندام ہر اک ناری ہے
دہر سے سوئے سقر جانے کی تیاری ہے

ساقیا چار طرف رن میں ہے اک حشر بپا   موجزن بحر صفت رن میں ہے خوں کا دریا
۸۱ دشمنِ دینِ خدائی رہے ہیں آبِ قضا   ساغرِ بادۂ الفت مجھے تو آ کے پلا
دورِ مے آج یہ ہنگامۂ پیکار چلے
جام تیر ائشۂ مظلوم کی تلوار چلے

مے وہ دے گلخنِ الفت یہ ہوئی جس کی کشید   جو ازل سے بنی قفلِ درِ جنت کی کلید
۸۲ جس کے ہاتھ آنے سے کھل جاتا ہے بابِ امید   اسی بادہ کے فقط بندۂ احساں ہیں شہید
دے کے جاں رحمتِ ربِّ صمدی پائی ہے
اس کو پی پی کے حیاتِ ابدی پائی ہے

تیرے بادہ کا ہے کوثر سے فزوں تر پایا   شان میں تیری سقایت کے سقاہم آیا
۸۳ ابرِ رحمت کی طرح پھیلا ہے اس کا سایا   نخلِ ایماں نے اسی مے سے نمو ہے پایا
رفعتِ عرش برس دہر میں یہ پا کے رہا
تھی تری اس کی جو کونین پہ وہ چھا کے رہا

جس کی پھیلی ہے زمانے میں ضیا دو وہ شراب   جو گناہوں کے مرض کا ہے دوا دے وہ شراب
۸۴ جس پہ دلدادہ ہیں کل اہلِ ولا دے وہ شراب   انبیا جس کے ہیں شائق بخدا دے وہ شراب
رند جو اس کو شب و روز پیا کرتے ہیں
اجرِ تبلیغ پیمبر وہ ادا کرتے ہیں

ساقیا تیرے نثار آج عنایت ہو وہ مے   جس سے بہتر نہ ہوئی خلق کوئی دوسری شے
۸۵ قبر کے مرحلے آسانیوں سے جو کرے طے   جس کو پیتے تھے اولوالعزم نبی پے در پے
پی کے جد تیرے خلیلِ صمدی بن کے رہے
اور محبوبِ رسولِ عربی بن کے رہے

موسیٰ و عیسیٰ و داؤد و سلیماں و خلیل   آدم و نوح و شعیب و خضر و اسمٰعیل
۸۶ یونس و یوسف و یعقوب و عزیز و حزقیل   لوط و ادریس و جنابِ ذکریا سا جلیل
مع یحیےٰ تری مے سب ہمہ داں پیتے رہے
حد یہ ہے اس کو رسولِ دو جہاں پیتے رہے

حق شناس اس پہ ہمیشہ سے رہے دلدادہ   عرش و کرسی سے ہے ملتا ہوا اسکا جادہ
۸۷ رند جو پیتے ہیں ہر صبح و مسا یہ بادہ   رہتے ہیں وجہِ خدا دیکھنے پر آمادہ
عینِ قدرت ہے حقیقت میں یہ شے ان کے لئے
سرمۂ چشمِ بصیرت ہے یہ مے ان کے لئے

دستِ قدرت نے ازل میں جو بنائی یہ شراب   شکل میں آیۂ بلّغ کے جو آئی یہ شراب
۸۸ ابرِ رحمت کی طرح خم پہ جو چھائی یہ شراب   خود پیمبر نے جو رندوں کو پلائی یہ شراب
راضی اسلام سے ہے ربِ ذوالاکرام پلا
ساقیا آج اسی مے کے مجھے جام پلا

جس پہ خود بانیِ اسلام کو ہے ناز وہ مے　　حق شناسوں کی جو ہر لحظہ ہے دم ساز وہ مے
۸۹ سوز میں رندوں کے بن جاتی ہے جو ساز وہ مے　　حق کو جس بادہ کی مرغوب ہے آواز وہ مے
دل شکستہ جو ہیں دل ان کا یہ بہلاتی ہے
لبِ ساغر سے ھنیئاً کی صدا آتی ہے

جس کو پیتا ہے ہر اک صاحبِ ایماں وہ شراب　　جو ہے من جانبِ حق ماحیِ عصیاں وہ شراب
۹۰ رحمتِ ربِ علیٰ جس پہ ہے نازاں وہ شراب　　جس کی تعریف میں آیا ہے یہ قرآں وہ شراب
بخدا فرد ہے یہ کون و مکاں میں بادہ
اس سے بہتر نہ ہوا خلق جہاں میں بادہ

ساقیا آج اسی مے کے پلا جام پہ جام　　جس کے تارک پہ خدا نے کیا جنت کو حرام
۹۱ رات دن پڑھتا ہے جس کا کلمہ خود اسلام　　نعمتیں جس سے ہوئیں خالقِ عالم کی تمام
خوش پیمبر تھے رضائے صمدی پائی تھی
آخری دور تھا جب خم میں یہ مے آئی تھی

دستِ قدرت کی ہے جس مے پہ سند دے وہ شراب　　جس کے پینے کی مقرر نہیں حد دے وہ شراب
۹۲ جو بلائیں کرے میخواروں کی رد دے وہ شراب　　پینے والوں کی جو کرتی ہے مدد دے وہ شراب
نزع میں وقتِ تشنج یہی کام آتی ہے
قبر میں جا کے سندِ خلد کی بن جاتی ہے

ابرِ تبلیغِ پیمبر جو ہے ہاں دے وہ شراب　　رحمتِ خالقِ اکبر جو ہے ہاں دے وہ شراب
۹۳ باغِ ایماں کی گلِ تر جو ہے ہاں دے وہ شراب　　خار ہر اہلِ ستم پر جو ہے ہاں دے وہ شراب
پھول یہ باغیوں کے واسطے کانٹا بن جائے
بددلی سے جو پیئے اس کا کلیجہ چھن جائے

ساقیا مے یہ تری حق کو پسند آئی ہے　　بلبلِ سدرہ اسی گل کا تو لائی ہے
۹۴ ہر نبی اور پیمبر کو یہ مے بھائی ہے　　حق پہ جو مرتا ہے وہ اس کا بھی شیدائی ہے
دہر میں حق کی عبادت کا جو دم بھرتے ہیں
پنجگانہ وہ اسی مے سے وضو کرتے ہیں

ساقیا مے کشوں کا قبلۂ ایماں تو ہے　　جس کا سلماں ہے غلام ایسا مسلماں تو ہے
۹۵ نازشِ آدم و صد فخرِ سلیماں تو ہے　　کعبہ شاہد ہے کہ دیباچۂ قرآں تو ہے
پہلے محبوبِ الٰہی نے تجھے پایا ہے
پھر کہیں مصحفِ رب دوسرا آیا ہے

مصحفِ حق میں وہ صورت نظر آئی ساقی　　تیرے بادہ کی بنی خلق فدائی ساقی
۹۶ جس نے یہ مے تری سینے میں چھپائی ساقی　　باغِ جنت کی سند قبر میں پائی ساقی
قصرِ فردوس میں اعزاز سے لایا وہ گیا
گلِ زہرا و پیمبر میں بسایا وہ گیا

منفرد میکدۂ دہر میں ہے تو ساقی　　جانِ اخلاقِ پیمبر ہے تری خو ساقی
۹۷ مست کیوں کر نہ تری مے کی ہو خوشبو ساقی　　ختمِ قرآں ہے ترے بادہ سے مملو ساقی
اس کے مے نوش بڑے عاقل و فرزانہ ہیں
جام سورے ہیں تو کل آیتیں پیمانہ ہیں

اثر اس بادہ کا سب جانتے ہیں بادہ نوش　　وہی ہشیار ہیں جو رہتے ہیں اس سے بیہوش
۹۸ اس کو اللہ نے بخشا ہے وہ ایمانی جوش　　ساتھ قرآں کے رہیگا یہ سدا دوش بدوش
ساتھ ساتھ آتے ہیں اور ساتھ رہینگے دونوں
حوضِ کوثر پہ پیمبر سے ملینگے دونوں

اے شمر ختم کرو تذکرۂ شیشہ و جام　　کچھ خبر بھی ہے کہ دن ڈھل گیا ہونے کو ہے شام
۹۹ سُن کے فریاد و فغانِ سیۂ بد انجام　　روک لی ہے شہِ مظلوم نے میداں میں حسام
اب نہ شمشیر پئے جنگ اٹھائیں گے حسینؑ
جوہرِ صبر زمانے کو دکھائیں گے حسینؑ

ابنِ زہرا پسرِ حیدرِ کرار رکا　　رن میں بحرِ غضبِ خالقِ قہار رکا
۱۰۰ تیغ کے ساتھ ہی میدان میں رہوار رکا　　دیکھا اعدا نے کہ دستِ شہِ ابرار رکا
بھاگنے والے بہادر بنے جرار بنے
تھے جو سیماب ابھی سیسے کی دیوار بنے

تیغیں پھر کھنچ گئیں پھر ہونے لگے شاہ پہ وار　　رن میں مظلوم کو گھیرے ہوئے تھے دل آزار
۱۰۱ تختۂ مشقِ ستم بن گئے شاہِ ابرار　　مارتا تھا جو کوئی نیزہ تو کوئی تلوار
رحم کا لشکرِ دشمن میں کہیں نام نہ تھا
ظلم کرنے کے سوا موذیوں کو کام نہ تھا

شہ کو گھیرے ہوئے ہیں دشمنِ دیں چار طرف　　بیچ میں نیزوں کے استادہ زہرا کا خلف
۱۰۲ حالِ فرزند پہ گریاں ہیں شہنشاہِ نجف　　جراتِ شاہ پہ ششدر ہیں رسولانِ سلف
جلد سر ہو یہ ہم سب یہ دعا کرتے ہیں
صبرِ شبیر کی ایوبؑ ثنا کرتے ہیں

جن ہیں اک سمت، ہیں اک سمت ملک استادہ　　شہ کی نصرت پہ کمربستہ ہیں اور آمادہ
۱۰۳ پی سکا کوئی نہ جز شہ یہ رضا کا بادہ　　اس قدر سخت تھا سلطانِ ہدا کا جادہ
انبیا جس پہ نہ لائے گئے وہ راہ یہ ہے
لب پہ ہے سب کے کہ تائید من اللہ یہ ہے

آج ہے صرف مجھے نصرتِ اللہ سے کام　　ختم وہ ہو چکے جن جن کا تھا فہرست میں نام
۱۰۴ موت لازم ہے مرے واسطے، ہے زیست حرام　　ہے دعا حق سے مع الخیر ہو میرا انجام
دل کو آرام ہو یہ آپ دعا فرمائیں
خلد میں شام ہو یہ آپ دعا فرمائیں

علم جب شہ کو ہوا آئے ہیں یہ بہرِ مدد — بہ محبت ملے ہر ایک سے مانندِ جد
۱۰۵ سب سے یوں باتیں کیں گویا کہ ہیں گویا احمدؐ — نصرت ان دوستوں کی خلق سے کی آپ نے رد
کہا وعدہ مجھے طفلی کا وفا کرنا ہے
سر کٹا کر مجھے طے راہِ رضا کرنا ہے

کرچکا طے وہ مراحل جو تھے حد درجہ اہم — لاشِ فرزند اٹھائی نہ ڈگے میرے قدم
۱۰۶ بھائی کے مرنے سے گو میری کمر ہوگئی خم — اس مصیبت میں بھی خالق کی ہوئی یاد نہ کم
سامنے آنکھوں کے ہر ایک محب مرتا رہا
شکر ہے اس کا کہ میں شکرِ خدا کرتا رہا

آپ آئے مری امداد کو احسان کیا — آپ کا فرض جو تھا اس کو کیا دل سے ادا
۱۰۷ آپ کے واسطے مصروفِ دعا ہیں زہراؑ — آپ سے خوش ہیں نبیؐ خوش ہیں علیؑ خوش ہے خدا
حق کی مرضی نہیں اس وجہ سے مجبور ہوں میں
آپ نصرت پہ ہیں تیار پہ معذور ہوں میں

آپ واقف ہیں کہ ہے کام بہت وقت ہے کم — بات بھی کر نہیں سکتا ہے یہ مجبورِ الم
۱۰۸ صفحۂ دل پہ ہے نقش آپ کا یہ لطف و کرم — سب کو رخصت کیا یہ کہہ کے بچشمِ پُرنم
مطمئن آپ رہیں میرا خدا ہے موجود
میری نصرت کے لئے ربِّ علیؑ ہے موجود

ناگہاں ہونے لگے پھر شہِ ابرار پہ وار — ایک نے خنجرِ کیں، ایک نے ماری تلوار
۱۰۹ اک نے پتھر سے کیا فرقِ شہِ دیں کو فگار — ایک جانب سے ہوئی تیروں کی شہ پہ بوچھار
پا کے شبیرؑ کو خاموش لعیں بڑھنے لگے
تھے جو روباہ وہ اب شیر کے منہ چڑھنے لگے

بخدا شاہ سا یا مرد نہ دیکھا نہ سنا — ان مظالم پہ شکایت ہے نہ کوئی شکوا
۱۱۰ زخم کھاتے ہیں مگر چپ ہیں شہنشاہِ ہدیٰ — اُف کی جا پر لبِ مظلوم پہ ہے شکرِ خدا
گرز پڑنے سے جبیں شہ کی جو جھک جاتی ہے
پے بہ پے ربی الاعلیٰ کی صدا آتی ہے

ہر بُنِ مو سے شہِ دیں کے ہے اب خوں جاری — بند آنکھیں ہوئی جاتی ہیں غشی ہے طاری
۱۱۱ ضعف کے بڑھنے سے گو گھٹ گئی طاقت ساری — اب بھی باز آتے نہیں ظلم و ستم سے ناری
وار پیہم شہِ والا پہ کئے جاتے ہیں
حد یہ ہے پیاسے پہ کچھ آگ بھی برساتے ہیں

آگے بڑھ آئے ہیں پیچھے جو کھڑے تھے سردار — شہ پہ ہو ہو کے نڈر کرتے ہیں وار پہ وار
۱۱۲ دل بڑھاتی ہے لعینوں کا یہ ان کی گفتار — اب نہ شہ آگے بڑھیں گے نہ کھنچے گی تلوار
مرضیِ ربِّ علیٰ ہاتھوں کو پکڑے ہوئے ہے
رسنِ صبر قدم شاہ کے جکڑے ہوئے ہے

سر جھکاتے ہوتے استادہ ہیں رَن میں سَروَر　　شہ پہ شمشیر لگاتے ہیں شقی ہنس ہنس کر
۱۱۳ فرق سے تا بہ قدم ہیں شہِ دیں خون میں تر　　دَم بھی لے سکتا نہیں فاطمہ کا لختِ جگر
نیزہ سرور کو کوئی بانیِ شر مارتا ہے
کوئی تلوار کوئی شہ پہ تبر مارتا ہے

جسمِ سرور پہ ہیں زخم اتنے کہ احصا ہے محال　　خوں کے بہنے سے ہوتے جاتے ہیں شبیرؑ نڈھال
۱۱۴ حیف صد حیف ہوا ہے مہِ کامل کو زوال　　ضعف سے شاہ خمیدہ ہوتے ہیں مثلِ ہلال
فرحناک اپنے کو ہر سمت جو پاتے ہیں لعیں
دیکھ کر حالتِ شہ عید مناتے ہیں لعیں

غُل ہے ہر سمت کہ اب شاہ کو گھوڑے سے گراؤ　　دلِ زہراؑ و علیؑ قلبِ پیمبرؐ کو دُکھاؤ
۱۱۵ حاکمِ شام سے انعام لو جاگیریں پاؤ　　کاٹ کر شاہ کا سر زینبِ مضطر کو رُلاؤ
لاش پامال کرو اہلِ حرم کو لوٹو
حسبِ دل خواہ اسیرانِ ستم کو لوٹو

اب غضب ہوتا ہے گرنے کو ہیں رہوار سے شاہ　　قبلۂ دیں کے قریں آگئے ہیں سب گمراہ
۱۱۶ کچھ پیمبرؐ کا خیال اور نہ ہے کچھ خوفِ اللہ　　گھر نبی زادے کا کرتے ہیں مسلمان تباہ
ایسے انساں ہیں کہ پیاسے پہ ترس کھاتے نہیں
کلمہ گو جدؐ کے نواسے پہ ترس کھاتے نہیں

رحم کھاتے نہیں مظلوم پہ مطلق اعدا　　ظلم پر ظلم کئے جا رہے ہیں اہلِ جفا
۱۱۷ یک بیک فرق پہ شبیرؑ کے وہ گرُز پڑا　　جس سے تیورا گئے رہوار پہ شاہِ دوسرا
نیزہ سینہ پہ لگا ایسا کہ تھرا کے گرے
قبلہ رُو شاہِ ہُدا خاک پہ غش کھا کے گرے

گرا گھوڑے سے زمیں پر جو نبیؐ کا دلبند　　دشمنوں میں ہوئیں تکبیروں کی آوازیں بلند
۱۱۸ رن میں ہر چار طرف پھرتے تھے اعدا خرسند　　خاک اور خون میں غلطاں تھا علیؑ کا فرزند
قائمے عرش کے ہلتے تھے ملک روتے تھے
پر لعیں حالتِ شبیرؑ پہ خوش ہوتے تھے

اس طرف خیمہ میں سب اہلِ حرم تھے بے آس　　کسی بی بی کے بجا آج نہ تھے ہوش و حواس
۱۱۹ شور و غل سن کے بڑھا حضرتِ زینبؑ کا ہراس　　آئیں گھبرائی ہوئی سیدِ سجادؑ کے پاس
کر کے ہشیار کہا آنکھوں کو کھولو بیٹا
کیسی آفت ہے یہ میدان میں بولو بیٹا

حکم کے ساتھ ہی خیمہ کا جو پردہ اٹھا　　چشمِ اعجاز سے سجادؑ نے ہر سُو دیکھا
۱۲۰ یک بیک چہرۂ بیمار کا بدلا نقشا　　پیٹ کر سینہ و سر اپنی پھوپی سے یہ کہا
خاک میں مل گئے ارمانِ رسالتؐ رن میں
ذبح ہونے کو ہے اب جانِ رسالتؐ رن میں

روحِ فرسا یہ خبر سنتے ہی زینب نے کہا   تم سے چھُٹ جائے گی اب کیا یہ بہن اے بھیا
کوئی وارث نہ رہا کوہِ الم سر پہ گرا   میں بھی اب آتی ہوں سر برہنہ اور برہنہ پا ١٢١
پوچھنے والا جو دنیا میں ہمارا نہ رہے
کیسے پردہ رہے جب کوئی سہارا نہ رہے

حال پہ زینب غم دیدہ کے روتے تھے ملک   دشت کی ساری زمیں ہلتی تھی لرزاں تھے فلک
کس طرح نکلی ہیں اور کس طرح سے پہنچیں شہ تک   متحیر تھے تمام اہلِ سما اہلِ سمک ١٢٢
بہرِ اظہارِ غم الفاظ نہیں ملتے ہیں
اس مصیبت کے تصور ہی سے دل ہلتے ہیں

پہنچیں جب شاہِ دو عالم کے قریں کیا دیکھا   خاک اور خوں میں ہے غلطاں جسدِ شاہِ ھُدا
غش میں ہیں ضعف کی شدت سے شہِ ہر دو سرا   شمر سینے کو دبائے ہوئے ہے واویلا ١٢٣
کند خنجر سے لعیں بے ادبی کرتا ہے
ذبح احمد کے نواسے کو شقی کرتا ہے

کہا زینب نے کہ سینے سے اُترا او ظالم   میرے ماں جائے کو تو ذبح نہ کر او ظالم
ہے یہ دریائے رسالت کا گہر او ظالم   تجھ کو بھی مرنا ہے اللہ سے ڈر او ظالم ١٢٤
او لعیں عرشِ الٰہی کو ہلائے ہوئے ہے
خوف اصلاً نہیں قرآں دبائے ہوئے ہے

کلمہ پڑھتا ہے تو جس کا یہ اسی کا ہے پسر   اس کو سینے پہ سلاتے تھے حبیبِ داور
باغِ زہرا و پیمبر کا یہ ہے وہ گلِ تر   مثلِ بلبل کے فدا جس پہ تھے پیغمبر ١٢٥
اپنے کاندھے پہ نبی لے کے اسے گھومتے تھے
کبھی سینہ کبھی گردن کبھی منہ چومتے تھے

ہوا تقریر کا زینب کی نہ ظالم پہ اثر   یک بیک چونک پڑے غش سے شہِ جن و بشر
اور اشارے سے بہن سے یہ کہا اے خواہر   زندگی میں مری تم کیوں نکل آئیں باہر ١٢٦
اپنے خیمہ میں خدا کے لئے جاؤ ہمشیر
رو چکا ہوں میں بہت اب نہ رلاؤ ہمشیر

غم سے گو حضرتِ زینب تھیں نہایت بیتاب   بعد حکمِ شہِ دیں اب نہ ٹھہرنے کی تھی تاب
چلیں خیمہ کی طرف آپ مثالِ سیماب   اس طرف جھک گئے سجدے میں شہِ عرش جناب ١٢٧
سر سے طے شاہِ ہدا راہِ رضا کرتے رہے
ذبح ہوتے رہے پر حمدِ خدا کرتے رہے

قطع جب ہو چکا تن سے شہِ مظلوم کا فرق   بحرِ غم اتنا بڑھا مہرِ منور ہوا غرق
ہوا تاریک جہاں مٹ گیا دن رات کا فرق   دشت کیں ہلنے لگا غرب سے لے کر تا شرق ١٢٨
شورِ فریاد کا پیدا تھا جو بحر و بر سے
خون تازہ تھا رواں دشت میں ہر پتھر سے

آندھیاں آئیں لہو چشمِ فلک سے برسا — نکلے تارے چھپا مہر اور ہوئی تاریک فضا
۱۲۹ غیب سے آئی یہ ہاتف کی صدا واویلا — بے خطا قتل ہوا سبطِ رسولِ دوسرا
نہ کیا رحم ولی ابن ولی کو مارا
آہ گمراہوں نے فرزند علیؑ کو مارا

فتح کے باجے بجاتے تھے لعیں ہر جانب — عید اس غم میں مناتے تھے لعیں ہر جانب
۱۳۰ خبرِ قتل سناتے تھے لعیں ہر جانب — آلِ احمد کو رلاتے تھے لعیں ہر جانب
تھے بہت مضطرب و بیتاب تڑپتے تھے حرم
صورتِ ماہیِ بے آب تڑپتے تھے حرم

جن مصائب میں گھرے شاہ کے بعد اہلِ حرم — تجھ میں طاقت ہے کہ تو کر سکے ان سب کو رقم
۱۳۱ سننے والوں کا کہیں گھٹ کے نکل جائے نہ دم — اے شمر بحرِ خدا بحرِ نبیؐ روک قلم
کر دعا حق سے کہ اعجاز دکھائیں مولا
اپنے روضے پہ تجھے جلد بلائیں مولا

ہو کے خوش کرتے تھے آپس میں یہ باتیں گمراہ — حکم حاکم ہے کہ پامال ہو اب لاشۂ شاہ
۱۳۲ بعد ازاں خیمے کرو سید والا کے تباہ — اور ہو قیدِ رسن عترتِ محبوبِ الٰہ
قصد ہے پوری ہر اک حسرت و امید کریں
ساتھ سجاد کے سیدانیوں کو قید کریں

مرثیہ

شہادتِ حضرت امام حسینؑ

مطلع

نکلا ہے شیر بیشۂ حیدرؑ جہاد کو

نکلا ہے شیرِ بیشۂ حیدر جہاد کو — غل ہے کہ آ رہا ہے غضنفر جہاد کو
جو کھیل جانتے تھے ستمگر جہاد کو — وہ ڈر رہے ہیں آتے ہیں سرور جہاد کو ١
سر جھک گئے ہیں اب تہِ صمصام ہیں لعین
غالب ہے خوف لرزہ بر اندام ہیں لعیں

سامان بھاگنے کا ادھر کرتے ہیں لعیں — واں آگئے قریب فرس بڑھ کے شاہِ دیں
دامن کمر میں کہنیوں تک الٹے آستیں — چیں بر جبیں تھا غیظ میں زہرا کا مہ جبیں ٢
شہ نے ادھر رکاب فرس میں قدم رکھا
زینب نے ہاتھ سینے پہ باچشمِ نم رکھا

لے کر لگام ہاتھ میں سیدھے ہوئے امام — دی ایڑ شہ نے رن کو بڑھا اسپِ تیز گام
کیا ہو بیانِ تیزیِ رہوارِ خوش خرام — آجائیں اس کے ایک ہی کاوے میں صبح و شام ٣
سرعت کو اس کی پوچھو شہِ دیں پناہ سے
زائد ہے اس کی چال کہن مہر و ماہ سے

بتلاتی ہیں جھکی ہوئی اس کی کنوتیاں — ایماں کا جادہ زیرِ قدم اسکے ہے نہاں
حق ہے کہیں مرد انہیں برگزیدہ بے زباں — بیٹھا کئے ہیں اس پہ ہمیشہ شہِ زماں ٤
حق بیں ہے حق شناس ہے اور با تمیز ہے
اس واسطے امام کو دل سے عزیز ہے

ہے کمیت کا اصیل جو اسپ وفا شعار — جملہ عیوب سے ہے مبرا یہ راہوار
ہے کیا عجب جو ہوتے یہ مرغوب کردگار — ہے بے نظیر اسپ تو بے مثل ہے سوار ٥
راکب کو جیتے جی ہیں کے زہرا نے پالا ہے
مرکب نے ہوش خدمتِ شہ میں سنبھالا ہے

سرعت میں بے نظیر ہے صورت میں بے مثال — خوش رنگ خوش مزاج سبک رو پری جمال
دل بیقرار دیکھ کے ہوتا ہے اس کی یال — ماتم میں شہ کے حور نے کھولے ہیں سر کے بال ٦
تنہا ہیں شاہِ دیں تو بہت دردمند ہے
مضطر ہے بیقرار ہے غمگیں سمند ہے

مشہور دو جہاں میں ہیں توسن کی تیزیاں — ظاہر ہوا کبھی تو کبھی ہو گیا نہاں
ٹھکرا دیا ایک کو تو کیا اک کو نیم جاں — بے چین حوریں ہو گئیں جب جھاڑیں تیلیاں ٧
اہلِ ستم کی تیغ و تبر سے بچائیو
یارب اسے جہاں کی نظر سے بچائیو

اللہ رے تیزیِ فرسِ شاہِ کربلا — گردِ قدم کو اس کی نہ جب پا سکی صبا
اٹھ اٹھ کے بیٹھ بیٹھ گئی تھک کے جابجا — اک صاعقہ تھا سامنے سے جو نکل گیا ٨
پائے نظر نے دوڑ کے کوشش ہزار کی
دیکھی سوا جھلک کے نہ صورت سوار کی

آہو کہیں کہیں پہ چکارا بنا سمند — جسمِ عدو جلا کے شرارا بنا سمند
اونچا ہوا زمیں سے تو تارا بنا سمند — حدّت سے آفتاب کی پارا بنا سمند ۹
سمٹا اگر کبھی رخِ مہرو کا تل بنا
تڑپا اگر تو عاشقِ مضطر کا دل بنا

توسن کمندِ فکر میں ممکن نہیں کہ آئے — سرعت ہے اس میں وہ کہ نہ جسکو خیال پائے
بادِ صبا مقابلہ میں آ کے منہ کی کھائے — شہ حکم دیں تو بامِ فلک پر یہ اُڑ کے جائے ۱۰
ضیغم ہے یہ کہیں تو کہیں یہ پرند ہے
شہباز ہے کہیں کہیں آہو سمند ہے

دل کھینچتی ہے اپنی طرف اس کی ہر ادا — اس کی مثال تھا نہ زمانے میں دوسرا
واللہ بے نظیر تھا وہ اسپِ باصفا — مرغوبِ سیدالشہدا جو رہا سدا ۱۱
ممکن نہیں کہ مدح ہو اس کے شباب کی
تصویر تھا براقِ رسالتؐ مآب کی

میداں میں گہ غزال کبھی شیرِ نر بنا — جب ہو گیا بلند تو حدِّ نظر بنا
کاوہ کیا جو نصف تو تیغ دو سر بنا — ہر جنگ میں سوار کا سینہ سپر بنا ۱۲
دل سے فدا تھا ابنِ شہ قلعہ گیر کے
سینے پہ وار روکتا تھا تیغ و تیر کے

دشمن کی جاں کو صورِ صدائے سمند تھی — ہو خشک نخلِ جاں وہ صدائے سمند تھی
ہر دم نسیمِ صبح فدائے سمند تھی — بجلی کا تھا گماں وہ ضیائے سمند تھی ۱۳
حسنِ فرس میں لگ گئے نعلوں سے چار چاند
نقشِ قدم زمیں پہ نہ تھے تھے ہزار چاند

کاوہ تھا اُس کا ایک جو دورِ زمانہ تھا — وہ تیر تھا تو لشکرِ ناری نشانہ تھا
اُس کے لئے بنا نہ کوئی تازیانہ تھا — مرضی سے شہ کی جانبِ میداں روانہ تھا ۱۴
تھا وہ مزاج داں شہِ عالیمقام کا
کافی تھا اس کو صرف اشارہ امام کا

لشکر کے پاس جا کے کہا شاہِ دیں نے بس — حضرت کے اس کلام پہ فوراً رُکا فرس
دیکھا جو اشقیا نے لگے کرنے پیش و پس — گھبرائے ایسے سینوں میں رکنے لگا نفس ۱۵
سردار پیچھے ہٹ گئے لشکر کو چھوڑ کر
کچھ پہلوان فرار ہوئے منہ کو موڑ کر

میداں میں جب کہ وارثِ شاہِ نجف رُکے — لشکر جو بڑھ رہے تھے وہ سب صف بصف رُکے
باجے جو بج رہے تھے بہم ہر طرف رُکے — شہنا رُکی رباب رُکا چنگ و دف رُکے ۱۶
خاموش پہلوان ہوئے روم و شام کے
مشتاق سب کے سب تھے کلام امام کے

سرور نے بعدِ حمدِ خداوندِ ذوالمنن — آبا و جد کے وصف میں یوں وا کیا دہن
۱۷ اے اشقیائے شام و رے، کوفی و ختن — نانا نبیؐ تھے، باپ علیؑ، بھائی ہیں حسن
واقف ہو تم کہ ماں ہے وہ مجھ دل ملول کی
مشہور ہے جہاں میں جو بیٹی رسولؐ کی

احمدؐ وہ، جنکو کہتے ہیں سب سید العرب — تھی جن کی ذات، خلق کے ایجاد کا سبب
۱۸ پڑھتے ہیں جن کا کلمہ مسلمان روز و شب — محبوبِ کردگار تھے واقف ہیں ان سے سب
قدرت ہر شے پہ تھی لیکن خدا نہ تھے
بندے تھے لاکلام پہ حق سے جدا نہ تھے

ظاہر ہے کل جہان پہ حیدر کا مرتبہ — کعبہ کو جس نے خانۂ کعبہ بنا دیا
۱۹ بتلاؤ بت شکن ہوا کون انکے ماسوا — آخر نصیریوں نے انہیں کہہ دیا خدا
مردے جلائے، زندوں کی مشکل کشائی کی
خالق کی بندگی میں علیؑ نے خدائی کی

تھا سیدہ کا پیشِ خدا ایسا مرتبہ — بے اذن ان کے گھر میں نہ آئے ملائکہ
۲۰ حکمِ خدا سے ہوتا تھا طے ہر معاملہ — تھا روز و شب عبادتِ حق جن کا مشغلہ
دی جائے آگ آہ انھیں کے مکان میں
سورے کلامِ پاک کے ہوں جنکی شان میں

اس فوج میں بھی ہوں گے بہت ایسے اشقیا — جو خدمتِ نبیؐ میں گئے ہوں گے بارہا
۲۱ ہم بھائیوں کا پوچھے کوئی ان سے مرتبہ — روئے کبھی تو ہو گیا بے چین کبریا
یہ خاطریں تھیں سیدِ خوشخو کے واسطے
تھمی زمین بچۂ آہو کے واسطے

خدمت میں شہ کے آتے تھے جبریل بیشتر — ہوتے تھے جب کہ دحیۂ کلبی کی شکل پر
۲۲ آغوش میں ہم ان کی چلے جاتے تھے اگر — دیتے تھے ہمکو سیبِ بہشتی نکال کر
سرداریٔ جناں کے لقب ہم نے پائے ہیں
حُلّے ہمارے واسطے جنت سے آئے ہیں

ہم پر رسولؐ پاک کی وہ شفقتیں مدام — ہر وقت جس کو دیکھتے رہتے تھے خاص و عام
۲۳ دشمن بھی اپنے کرتے تھے ہر وقت احترام — ماں باپ خوش تھے اور تھے احباب شاد کام
ساری یہ باتیں آج تو خواب و خیال ہیں
اب ایک جانِ زار پہ لاکھوں ملال ہیں

اے کلمہ گویوں نانا کے للہ رحم کھاؤ — حد ہو گئی ستانے کی زائد نہ اب ستاؤ
۲۴ تم نام پنجتن کا نہ دنیا سے اب مٹاؤ — شمعِ مزارِ مصطفویؐ کو نہ تم بجھاؤ
کل دو گے کیا جواب شہِ مشرقین کو
پیاسا ستا رُلا کے جو مارا حسین کو

شانوں کا زور رے گئے عباس باوفا   اکبر جوان مر گئے اب لطفِ زیست کیا
۲۵ گر اب بھی در گزر کرو اے قومِ اشقیا   میں جنگلوں میں جا کے کروں طاعتِ خدا
لیکن کبھی نہ ہوگی اطاعت یزید کی
مر جاؤں گا کروں گا نہ بیعت یزید کی

یہ کہہ رہے تھے شاہ کہ لشکر سے تیر آئے   فوجیں بڑھیں مقابلہ کو سب شریر آئے
۲۶ باجے بجے تو جوش میں برنا و پیر آئے   غیظ و غضب میں ابنِ شہِ قلعہ گیر آئے
آگے بڑھے جو تیغیں ستمگار کھینچ کے
در آئے شاہ فوج میں تلوار کھینچ کے

ہر سمت غل ہوا کہ وہ تیغِ قضا چلی   سر سیکڑوں کے اڑ گئے تلوار کیا چلی
۲۷ تیغِ دو دم کی رن میں کچھ ایسی ہوا چلی   ہمراہ جس کے فوج میں بادِ فنا چلی
زخمی بہت قضا کے لئے بیقرار تھے
مردے اگر تھے چار تو بسمل ہزار تھے

جب یہ کھنچی تو شام کے بادل سرک گئے   جب یہ ہوئی بلند تو دشمن جھجک گئے
۲۸ جس دم ضیائے جہر سے جوہر چمک گئے   تو ہا سپاہی دیکھ کے اس کا بھڑک گئے
بے ساختہ یہ کہہ اٹھے خالق کی شان ہے
یہ ہم سبھوں کی قبضۂ سرورؐ میں جان ہے

کچھ پہلوان خوف سے بیہوش ہو گئے   جھنکار سے کچھ اس کی گراں گوش ہو گئے
۲۹ تھا ڈر زباں دراز جو خاموش ہو گئے   سب کو فنونِ جنگ فراموش ہو گئے
اُلٹے نکالتے تھے وہ تیغ دو سر کے ہاتھ
سر پر لگا رہے تھے ستمگر کمر کے ہاتھ

سیلِ قضا تھی بڑھ کے اگر یہ رواں ہوئی   اتنی کبھی کھنچی کہ جو کھنچ کر کماں ہوئی
۳۰ پی پی کے خون دشمنوں کا یہ جواں ہوئی   ڈوبی اگر زمیں میں فلک پر عیاں ہوئی
بے مثل تھی کہیں تو کہیں بے مثال تھی
تلوار تھی زمیں پہ فلک پر ہلال تھی

گھبرائے پھر رہے تھے ستمگر اِدھر اُدھر   تھی تیغ سر پہ جھپکی کسی کی اگر نظر
۳۱ بیٹے کی آڑ پاتے ہی چھپ جاتا تھا پدر   لرزہ تھا جسم میں نہ تھے قابو میں دل جگر
جانوں پہ تھی بنی جو ہوئی غیر حال تھا
ہر پہلواں کو سانس کا لینا محال تھا

حضرت جو راز داں تھے تو اک راز تھی وہ تیغ   مولا اگر تھے آپ تو اعجاز تھی وہ تیغ
۳۲ ہر جنگ میں حسین کی دم ساز تھی وہ تیغ   جو ہر تھے بے نظیر خدا ساز تھی وہ تیغ
پیشِ نبی فلک سے زمیں پر وہ آئی تھی
روح الامیں کے ہاتھ سے حضرت نے پائی تھی

لوہے کو اسکے خالقِ اکبر سے پوچھئے ۔ تیغ دو سر کے گھاٹ کو کوثر سے پوچھئے
۳۳ اس کی برش کو دشمنوں کے سر سے پوچھئے ۔ کاٹ اس کی جبرئیل کے شہپر سے پوچھئے
رکتا نہ ہاتھ گر شہِ دلدل سوار کا
پَر کٹ چکا تھا اک مَلک ذی وقار کا

سر یوں برس رہے تھے کہ ساون کی تھی بہار ۔ تھی مثلِ برق شعلہ فشاں تیغ آبدار
۳۴ اسکی چمک سے ہلتے تھے صحرا و کوہسار ۔ خیمہ میں چھپ گیا پسرِ سعد نابکار
خوں میں نہائے اپنے جو مرتے تھے نام پر
بادل تھے غم کے چھائے ہوئے فوجِ شام پر

ہاں ساقیا یہ وقت ہے جلدی شراب دے ۔ زائد ہو جوش تو قدحِ آفتاب دے
۳۵ تاخیر کیوں ہے بہرِ رسالتمآب دے ۔ وہ مے ہو جو کہ پیر کو لطفِ شباب دے
سرشار ہوویے رند خوش انجام اس طرف
تلوار چل رہی ہو اُدھر جام اس طرف

ساقی نقاب رخ سے الٹ دے بس اب شتاب ۔ مستوں کو تیرے رخ کی زیارت میں ہے ثواب
۳۶ تیرے مقابل آتے کہاں تاب آفتاب ۔ دل کھینچتا ہے اے مرے ساقی ترا حجاب
میکش کو جام یوں ہی ملے گا شراب کا
کیا آج بھی اٹھے گا نہ پردہ نقاب کا

میخواروں کا جہان میں مشکل کشا ہے تو ۔ بحرِ کرم ہے، منبعِ جود و سخا ہے تو
۳۷ اللہ اور رسولؐ ہیں واقف کہ کیا ہے تو ۔ کچھ نے کشتوں نے کہہ دیا آخر خدا ہے تو
اچھا مبارک ان کو نصیری خدا کہیں
کافر ہوں ہم جو تجھ کو خدا سے جُدا کہیں

دستِ خدا ہے جام مجھے دے وہ ساقیا ۔ جس کو پسند کرتے تھے اربابِ باصفا
۳۸ طالب ہیں جس کے جن و بشر اور ملائکہ ۔ جس پر ہو صاف سورۂ کوثر لکھا ہوا
اندازِ بادہ خوار خدا کو پسند ہو
مے پینے میں صدائے ہنیئاً بلند ہو

ساقی خدا کے واسطے دینا وہی شراب ۔ جو پیتے تھے جہان میں اکثر نبی شراب
۳۹ خاصانِ کبریا نے جو دن رات پی شراب ۔ در کار کہنہ ہے نہ لوں گا نئی شراب
خوشنود جس سے خالقِ لیل و نہار ہو
ایماں کا جس شراب پہ دار و مدار ہو

وہ مے کہ جس کو پیتا تھا سلمانِ باصفا ۔ جس کے اثر سے دوست بنا وہ رسولؐ کا
۴۰ خود جس کی مدح کرتے تھے محبوبِ کبریا ۔ ایمان پر رسولؐ کو جس کے وثوق تھا
دنیا میں بھی جناں میں جو کام دے مجھے
اس مے کا اپنے ہاتھ سے اک جام دے مجھے

کوثر کی مے سے بڑھ کے ہے جس میں آب و تاب — جس کی چمک سے زرد ہوا روئے آفتاب
۴۱ جس سے ضعیف پائینگے روز جزا شباب — کھنچتی ہے کارخانۂ قدرت میں جو شراب
جس مے کا قلب مومن دیندار جام ہے
کہتا ہوں صاف حب علی جس کا نام ہے

مے ایسی تیز ہو کہ پیوں جسکو میں اگر — مجھ پر بھی اور میرے قلم پر بھی ہو اثر
۴۲ یوں جنگ لکھوں جوش میں کاٹوں عدو کے سر — ساغر مئے ولا کا ملے مجھ کو جلد تر
سر دشمنوں کے تیغ زباں سے اڑاؤنگا
اس پر مے طہور کا پانی چڑھاؤنگا

پھر حملہ ور ہوئے شہ صفدر غضب ہوا — پھر رک کے آئے غیظ میں سرور غضب ہوا
۴۳ میداں میں پھر بپا ہوا محشر غضب ہوا — چلائے چار سو یہ ستمگر غضب ہوا
ہے کون تاب لائے جو تیغ دلیر کی
لو اب نظر ترائی کی جانب ہے شیر کی

لڑتے ہوئے چلے سوئے دریا جو شاہ دیں — پھر بڑھ کے سد راہ ہوئے شاہ کے لعیں
۴۴ پھر کہنیوں تک الٹی شہ دیں نے آستیں — پھر تن کے حملہ ور ہوا زہرا کا مہ جبیں
پھر تیغ تیز شاہ کی شعلہ فشاں ہوئی
میداں میں پھر ایک قیامت عیاں ہوئی

تلوار تھی کہ قہر خداوند کردگار — جس سر پہ بیٹھی چار ہوئے مرکب و سوار
۴۵ جن کے گلوں سے مل گئی یہ تیغ آبدار — جسموں سے ان کے کر دیا ہلکا سر نگابار
داروغۂ جحیم کی سب میہماں ہوئیں
روحیں نکل کے سوئے جہنم رواں ہوئیں

نزدیک بحر خون کا دریا تھا اک رواں — کفار موج تیغ سے پاتے نہ تھے اماں
۴۶ بازو نہ تھے تڑپتی تھیں پانی میں مچھلیاں — سر تیرتے تھے یوں کہ حبابوں کا تھا گماں
گرداب غم سے جاں پہ بنی تھی کمینوں کی
کشتی عمر ڈوب رہی تھی لعینوں کی

دریا پہ چل رہی تھی مخالف ہوائے تیغ — خوں پینا دشمنوں کا یہی تھی غذائے تیغ
۴۷ دل مضطرب عدو کے تھے سنکر صدائے تیغ — مرنے پہ بھی نہ رد ہوئی آخر بلائے تیغ
دشمن کی تیغ تیز سے ہستی فنا ہوئی
نکلی جو تن سے روح جہنم میں جا ہوئی

اس درجہ ذوالفقار سے گھبراتی تھی قضا — جب ہاتھ شہ کا اٹھتا تھا ہٹ جاتی تھی قضا
۴۸ تیزی تیغ دیکھ کے شرماتی تھی قضا — سایہ سے اس کے بچتی ہوئی آتی تھی قضا
پیش نظر ہوا تھا جو خیبر کا واقعہ
تھا یاد جبرئیل کے شہپر کا واقعہ

سر اس کا کاٹتا اسکی زباں کی اگر قلم — عاجز تھا اپنی جاں سے ہر اک بانیِ ستم
۴۹ اٹھ اٹھ کے گر رہی تھی جو وہ تیغ دم بدم — قوّتِ ثبات کی نہ رہی اُٹھ گئے قدم
چو رنگ تھا وہ جس کی نظر اُس سے لڑ گئی
بھاگے لعین فوج میں بھگدڑ سی پڑ گئی

مصروفِ کارزار ابھی تھے شہِ اَنام — شہ بڑھ رہے تھے ہٹ رہی تھی پیچھے فوجِ شام
۵۰ امید تھی لڑائی کا ہو جلد اختتام — ہوں فتحیاب دشمنوں پر شاہِ تشنہ کام
چلّائے یوں لعین شہِ مشرقین بس
آئی صدا رسول کی بس اے حسین بس

یہ جنگ پیاس اور نقاہت یہ اے حسین — صدقے ہو نانا اس تری جرأت پہ اے حسین
۵۱ اب رحم چاہئے تمہیں امت پہ اے حسین — لازم ہے صبر حق کی مشیّت پہ اے حسین
ایفائے وعدہ بھی ہے وجوبِ امام میں
خوں پاک کر کے تیغ کو رکھ لو نیام میں

اللہ رے صدائے پیمبر کا احترام — تھی جس مقام پر وہیں پر رک گئی حسام
۵۲ سرور نے ہاتھ روک کے پھر یوں کئے کلام — کیا عذر ہے کہ تابعِ فرماں ہے یہ غلام
نانا اس اختیار پہ اب جبر دیکھئے
پیاسے کی جنگ دیکھ چکے صبر دیکھئے

اچھا ہوا کہ آگئے میدان میں حضور — شاہد رہیں مرے کہ میں بالکل ہوں بے قصور
۵۳ ہے سنگِ غم سے شیشۂ دل میرا چور چور — ٹھیریں حضور میری شہادت نہیں ہے دُور
نانا خود اپنی زیست سے بیزار ہے حسین
ایفائے عہد کے لئے تیار ہے حسین

اے نانا میں نے اس لئے کی ان سے کارزار — مجبور مجھ کو سمجھے ہوئے تھے یہ نابکار
۵۴ اب تک نگوں رکھی تھی مری تیغ آبدار — تھا مجھ کو وقتِ عصر کا اس پر بھی انتظار
سر طاعتِ خدا میں کٹے گر تو خوب ہو
ہنگامِ عصر مہرِ امامت غروب ہو

یہ کہہ کے رکھی شاہ نے پھر نیام میں حسام — کھینچے قدم رکابوں سے اور چھوڑ دی لگام
۵۵ شمشیرِ شہ سے بھاگ رہی تھی جو فوجِ شام — یہ دیکھ کر پلٹ کے کیا سب نے ازدحام
اب کیا تھا تیر و نیزہ و خنجر لگاتے تھے
کچھ سنگدل حسین پہ پتھر لگاتے تھے

گھیرے ہوئے تھے شاہ کو سب بانیِ ستم — تھے بیچ میں کھڑے ہوئے سلطانِ ذی حشم
۵۶ کرتے تھے وار شاہ پہ اہلِ لعیں بہم — اب خوف کیا تھا میان میں تھی تیغِ برق دم
خاموش جتنا شہ کو ستمگار پاتے تھے
سب دشمنوں کے حوصلے بڑھتے ہی جاتے تھے

بڑھ بڑھ کے کر رہے تھے لعیں شاہِ دیں پہ وار   نیزہ لگاتا تھا تو کوئی تیغ آب دار
۵۷ پیہم جو زخم کھا رہے تھے شاہ نامدار   رک جاتی تھی نکلتے نکلتے لہو کی دھار
تلواروں سے نہ ہوتے تھے ظاہر نشانِ زخم
ہوتے تھے بند کھلتے ہی فوراً دہانِ زخم

حربے لگا رہے تھے برابر جو اشقیا   زخموں سے چور چور تھا زہرا کا مہ لقا
۵۸ گھوڑے پہ ڈگمگا رہے تھے شاہ کربلا   مقتل کی سمت دیکھ کے دی شاہ نے صدا
سبطِ نبی کی جان بچانے میں کد کرے
بے کس حسین ہے کوئی آکر مدد کرے

قاسم اٹھو چچا کے عوض تیغ و تیر کھاؤ   اے میرے چاند اکبرِ مہرو مجھے بچاؤ
۵۹ عباسِ باوفا تمہیں جلدی مدد کو آؤ   اے جاں نثار دشمنوں کو پاس سے ہٹاؤ
اٹھو کہ وقت سخت ہے مجھ تشنہ کام پر
نرغہ ہے دشمنوں کا تمہارے امام پر

یہ سنکے استغاثۂ شاہنشہِ ہدا   تھرائے لاشہائے شہیدانِ کربلا
۶۰ آئی ہر اک گلوئے بریدہ سے یہ صدا   لبیک اے شہیدِ وفا ابنِ مرتضےٰ
قسمت نے ہائے شہ سے ہمیں دور کر دیا
ہم کیا کریں کہ موت نے مجبور کر دیا

مقتل میں چار سمت تھے یہ فاطمہ کے بین   میں لٹ رہی ہوں مرتا ہے دکھیا کا نورِ عین
۶۱ اب حشر تک نہ آئے گا اس غم میں مجھ کو چین   کس سے کہوں جو آکے بچائے مجھے حسین
جنگل میں ظالموں نے مصیبت یہ ڈھائی ہے
لوگو بچاؤ لال کو میرے دہائی ہے

تلواریں کھا رہا تھا جگر بندِ مصطفےٰ   تھیں عرش تا بفرش صفوفِ ملائکہ
۶۲ مقتل میں ایک سمت تھے استادہ انبیاء   ایوبؑ دیکھ دیکھ کے کہتے تھے مرحبا
ہے اختیار پر بھی یہ جبر آپ کے لئے
ہیں آپ صبر کے لئے صبر آپ کے لئے

غمگیں رسولِ پاک تھے مسرور تھے شریر   آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہیں شاہِ دیں اخیر
۶۳ سرور ہوں قتل ہاتھ لگے دولتِ کثیر   جو دور ہیں لگائیں وہ اب بڑھ کے تیغ و تیر
قابل ہوں منہ دکھانے کے دربارِ شام میں
لشکر کے سب شریک ہوں قتلِ امام میں

تھا چور چور زخموں سے زہرا کا مہ جبیں   رنگیں تھی خونِ شاہ سے مقتل کی کل زمیں
۶۴ سرور کے خوں کے پیاسے تھے اس درجہ سب لعیں   ہتھیار جنگ کے جو نہ رکھتے اہلِ کیں
پتھر لگا رہے تھے شہِ دیں پناہ کو
گویا ثواب جانتے تھے قتلِ شاہ کو

غل ہے کہ قتل ہونے کو ہے فاطمہ کا لال — گھوڑے پہ شاہِ دیں کا سنبھلنا ہے اب محال
۶۵ سب تن کا بہہ گیا ہے لہو ہیں بہت نڈھال — غش آرہا ہے، ضعف ہے طاری ہے غیر حال
ہو گی بپا ضرور قیامت زمین پر
گرتا ہے آفتابِ امامت زمین پر

اک نابکار لے کے بڑھا گرز گاؤ سر — پہلو پہ آکے مارا اسے فرقِ شاہ پر
۶۶ سر پارہ پارہ ہو گیا تیورا گئے، مگر — سنبھلے، سنبھل کے سیدھے ہوئے شاہِ بحر و بر
نیزہ لگایا سینہ پہ ابنِ نمیر نے
دل فاطمہ کا توڑ دیا اس شریر نے

گھوڑے سے رو بقبلہ امام ہدا گرے — غل فوج میں ہوا کہ شہِ کربلا گرے
۶۷ غش آگیا یہ دیکھ کے خیر الوریٰ گرے — نزدیک تھا زمین پہ عرشِ خدا گرے
شہ کیا گرے صفوفِ ملک دل حزیں ہوئی
افلاک ہل گئے متزلزل زمیں ہوئی

گھیرے ہوئے تھے شاہ کو اس سمت اہلِ شر — گرتے ہی شہ کے ہو گئی خیمہ میں بھی خبر
۶۸ یہ کہہ کے نکلیں خیمہ سے زینب برہنہ سر — ہے ہے غضب ہوا کہ لٹا میری ماں کا گھر
وارث رہا نہ کوئی میں بھائی سے چھٹ گئی
اے کربلا میں آکے ترے بن میں لٹ گئی

مقتل میں چار سمت جو تھی فوجِ اشقیا — ملتا نہیں تھا حضرتِ زینب کو راستا
۶۹ اک اک سے پوچھتی تھی یہی بنتِ مرتضےٰ — اے شامیو گرے ہیں کدھر شاہِ کربلا
کس سمت غش میں بھائی ہے مجھ دل ملول کا
بتلا دو تم کو واسطہ اپنے رسول کا

۷۰ میں گھر سے نکلوں یہ بھی ہے اک گردشِ فلک — بے اذن میرے گھر میں نہ آئے کبھی ملک
مشہور ہے حیا مری مادر کی آج تک — کرتے ہو آج آلِ پیمبر کی تم ہتک
تعظیم تم پہ فرض ہے مجھ دل ملول کی
بیٹی ہوں میں علی کی نواسی رسول کی

سنتا تھا کون زینبِ دلگیر کے کلام — تھے ایک سمت غش میں شہنشاہ خاص و عام
۷۱ کرتا تھا شمر قتلِ شہِ دیں کا انتظام — موزے پہن رہا تھا وہ بدکیش و تیرہ فام
پیاسے کا کچھ نہ پاس کیا کیا غضب کیا
خنجر شقی نے کند پلٹ کر طلب کیا

خنجر کو لے کے شمر روانہ ہوا ادھر — تھے غش میں جس طرف کو شہنشاہ بحر و بر
۷۲ ظلمِ عظیم پر ہوا آمادہ بدگہر — سرور کا سینہ اور کجا پائے خیرہ سر
گردوں کے تھامنے کو ملائک سنبھل گئے
سینہ دبا تو پشت سے پیکاں نکل گئے

مصروفِ قتلِ شہ میں ہوا اس طرف لعیں   ہشیار ہو کے شہ نے کہا با دلِ حزیں
۷۳ روتی ہیں والدہ، متزلزل ہے کل زمیں   گریاں ہیں میرے حال پہ افلاک کے مکیں
چہرے سے مصطفٰی کے عیاں انتشار ہے
زینب کا میرے غم میں عجب حال زار ہے

اے شمر میرے حال پہ للہ رحم کھا   پیاسا بہت ہوں تھوڑا سا پانی مجھے پلا
۷۴ سید ہوں، بے وطن ہوں، میں مہمان ہوں ترا   یہ سن کے آہ کہنے لگا بانیِ جفا
دنیا بھی پانی پانی اگر اے حسین ہو
پیاسا ہی قتل جب بھی شہ مشرقین ہو

تھا محو سیر ایک طرف سعد کا پسر   چتر زریں لگائے ہوئے تھا وہ بدگہر
۷۵ زینب کی بیقراری میں اس پر پڑی نظر   آئیں قریب اس کے یہ بی بی برہنہ سر
رو کر کہا کہ ہوں میں نواسی رسول کی
کر رحم لٹ رہی ہے کمائی بتول کی

کرتا ہے شمر بے ادبی دیکھتا ہے تو   ہوتا ہے ذبح ابن علی دیکھتا ہے تو
۷۶ مقتل میں رو رہے ہیں نبی دیکھتا ہے تو   منت میں کر رہی ہوں شقی دیکھتا ہے تو
آخر ہے وقت فاطمہ کے نور عین کا
خنجر ہے کند خشک گلا ہے حسین کا

زینب کے اس کلام میں تھا اس قدر اثر   خود ابن سعد رونے لگا منہ کو پھیر کر
۷۷ زینب پھر آئیں قرب شہنشاہِ بحر و بر   دی شمر کو صدا کہ ٹھہر او لعین ٹھہر
ایسا نہ ہو بپا ہو قیامت زمین پر
کر منہدم نہ رکنِ امامت زمین پر

زینب نے جس گھڑی یہ کئے شمر سے کلام   گھبرا کے غش سے چونک پڑے شاہِ تشنہ کام
۷۸ کس درجہ تھے غیور امام فلک مقام   قوت نہ اتنی تھی کہ جو اٹھتے شہ انام
اتنا کیا اشارہ نہ آنسو بہاؤ تم
زینب ابھی میں زندہ ہوں خیمہ میں جاؤ تم

یہ دیکھ کر رواں ہوئیں زینب سوئے خیام   طاعت میں حق کی جھک گئے یاں شاہ تشنہ کام
۷۹ تھا سجدۂ اخیر ابھی شہ کا نا تمام   پورا خدا سے ہو گیا جو وعدۂ امام
شمرِ لعیں نے آہ بڑا یہ ستم کیا
سر فاطمہ کے لال کا تن سے قلم کیا

ہوتے ہی قتل شہ کے قیامت ہوئی بپا   خوں برسا، آفتاب کو فوراً گہن لگا
۸۰ نیزوں بلند ہو گیا پانی فرات کا   مابینِ آسمان و زمیں آئی اک صدا
قربِ فرات لوٹا گیا گھر بتول کا
پیاسا ہوا شہید نواسا رسول کا

تھے کربلا میں حشر کے آثار کل عیاں　　اٹھیں چہار سمت سے مقتل میں آندھیاں
۸۱ کانپی زمین عرش خدا کو ہوئی تکان　　سیارے نکلے مہر منور ہوا نہاں
نیزے پہ جب ہوا سرِ شاہِ زماں بلند
قندیل مہر سے ہوا فوراً دھواں بلند

نیزے پہ دیکھ کر سرِ شاہنشہ ہدا　　نکلے حرم حسین کے خیمہ سے ننگے پا
۸۲ بس اے بشر تمام کرو اپنا مرثیہ　　ہیں غش میں اہل بزم قیامت ہے اک بپا
رو کر دعا کرو کہ یہ ہدیہ قبول ہو
جنّت میں قربِ شاہ ہو قربِ رسولؐ ہو

مرثیہ

شہادتِ حضرت عبّاس

مطلع

حامیِ دینِ پیمبر بخدا ہیں عبّاس

حامیِ دینِ پیمبر بخدا ہیں عبّاسؑ　　زینتِ فوجِ شہِ کرب و بلا ہیں عبّاسؑ
۱ شک نہیں جانِ وفا روحِ وفا ہیں عبّاسؑ　　شہِ والا سے کوئی پوچھے کہ کیا ہیں عبّاسؑ
اس طرح ناز تھا شبّیر کو اس بھائی پر
جس طرح خالقِ کونین کو یکتائی پر

شاہ خورشید اگر ہیں تو ضیا ہیں عبّاسؑ　　ہیں جو یہ قبلۂ دیں قبلہ نما ہیں عبّاسؑ
۲ یہ اگر دستِ طلب ہیں تو دعا ہیں عبّاسؑ　　ہیں مسیحا شہِ والا تو دوا ہیں عبّاسؑ
ان کو امید اگر کہئے انھیں دل کہئے
ایک کو بحرِ کرم ایک کو ساحل کہئے

شاہ کو پھول تو عبّاس کو خوشبو کہئے　　ایک کو مانئے دل ایک کو پہلو کہئے
۳ فرض کیجے اِنھیں نافہ اُنھیں آہو کہئے　　رخِ زیبا اِنھیں کہئے اُنھیں گیسو کہئے
وہ جو مطلوب تھے عالم کو تو یہ طالب تھے
مختصر یہ ہے کہ اک روح تھی دو قالب تھے

نصرتِ شاہ میں دی جان رفاقت ایسی　　دیکھنے والوں کو حیرت ہو محبت ایسی
۴ نہر کو چھین لیا فوج سے قوّت ایسی　　مرتے دم تک نہ کبھی بدلی طبیعت ایسی
فخر کے ساتھ قدم چومے سدا آقا کے
بھائی سمجھے نہ کبھی شہ کو سوا آقا کے

اِن کے اوصاف میں کر سکتا ہے کیا کوئی کلام　　تابعِ حکمِ خدا پاک نژاد ابنِ امام
۵ نصرتِ سبطِ پیمبر میں کئے ایسے کام　　ہے رقم فردِ شہیداں میں جلی حرفوں میں نام
پیاس میں دھیان یہ تھا فاطمہ کے جانی کا
چھین کر نہر بھی قطرہ نہ پیا پانی کا

ہے یہ وہ ذات جو آغوشِ پیمبر میں پلی　　اِن کو بچپن ہی سے تھا عشقِ ولی ابنِ ولی
۶ جو وفا بھائی سے کی ہے وہ زمانے پہ جلی　　کیا پورا اُسے تھی جو کہ تمنّائے علیؑ
خلد میں نصرتِ شاہِ دوسرا کر کے گئے
حقِ اُخوّت کا محبّت کا ادا کر کے گئے

ہے یہ مشہور کہ عبّاس ہوئے جب پیدا　　بند آنکھیں تھیں جب آغوش میں حیدر نے لیا
۷ نہ ہوئیں گود میں بھی حضرتِ شبّر کے وا　　آتے ہی حضرتِ شبّیر کے عقدہ یہ کھلا
کھول کر آنکھیں ولی ابنِ ولی کو دیکھا
رُخِ زیبائے حسین ابنِ علی کو دیکھا

کم سِنی کا ہے یہ عبّاسِ جری کی مذکور　　ایک دن بیٹھے تھے مسجد میں یہ بابا کے حضور
۸ جمع اصحاب تھے تھا ذکرِ خداوندِ غفور　　تشنگی کا ہوا شبّیر پہ یک بار وفور
لائے بھائی کے لئے پانی کا ساغر عبّاس
پر وہ چھلکا تو ہوئے پانی میں سب تر عبّاس

شہِ مرداں نے یہ کُل واقعہ جس دم دیکھا آپ کی آنکھ سے اشکوں کا بہا اک دریا
۹ کہا لوگوں نے تعجب سے کہ مولا یہ کیا آپ کیوں روتے ہیں یہ تو مسرّت کی جا
سچ یہ ہے ناموروں کا ہے سدا نام بڑا
آپ کے چھوٹے سے بچّے نے کیا کام بڑا

بولے حضرت تمھیں بتلاؤں سبب رونے کا کیا ہے مرے پیشِ نظر واقعۂ دشتِ بلا
۱۰ نصرتِ سبطِ پیمبر میں یہ فرزند مرا اپنے ہی خون میں اک روز یونہی تر ہوگا
ہوں گے مجروح یہی چاند سے پہلو دونوں
تیغ سے ہائے قلم ہوں گے یہ بازو دونوں

کھیل یہ حضرت عباس کو بچپن میں تھا خاکِ پائے شہِ دیں بنتی تھی غازہ رُخ کا
۱۱ چوما کرتے تھے ہمیشہ قدمِ شاہِ ھُدا کفش برداری سرور پہ سدا ناز رہا
مثلِ بلبل گُلِ زہرا کے یہ شیدائی تھے
تھا غلامی ہی کا دعوا اِنھیں گو بھائی تھے

شاہد اس بات کا بچپن ہی میں تھا رعب و جلال کہ یہ فرزند ہے بیشک اسد اللہ کا لال
۱۲ تھے یہ گویا رخِ عبّاس کے جملہ خد و خال بڑھ کے ہو جائیگا اِک دن مہ کامل یہ ہلال
اَوج بڑھ جائیگا یوں جاہِ بنی ہاشم کا
کہ لقب پائیگا یہ ماہِ بنی ھاشم کا

ہو سکے مرتبے میں اس کے بھلا کس کو کلام ہو جو فرزندِ علیؑ شیرِ خدا شاہِ انام
۱۳ ہوتی تھی حضرت عباس کی یوں صبح سے شام تھا کبھی دوشِ امام اور کبھی آغوشِ امام
موج بنتے تھے کبھی بحرِ امامت کے لئے
تاج بن جاتے تھے گہ یہ سرِ عصمت کے لئے

بڑھ کے عبّاس ہوئے ایسے نمودار جواں دوست دشمن کی نظر پڑتی تھی ان پہ یکساں
۱۴ دست و بازو میں یہ قوت کہ بفضلِ یزداں شیر بھی پنجہ میں آجائے تو پائے نہ اماں
تیغ زن ایسے کہ سب ماہرِ فن کانپتے تھے
وہ بہادر کہ شجاعانِ زمن کانپتے تھے

قول یہ بنتِ پیمبر کا ہے دنیا پہ عیاں میرا عبّاس مری روح ہے اور ہے مری جاں
۱۵ بھائی ہوتے ہیں بھلا ایسے وفادار کہاں ہوا قرباں مرے بچہ پہ ہیں اس کے قرباں
لختِ دل ہے مرا اور نورِ نظر ہے میرا
مادر اس کی ہوں میں عبّاس پسر ہے میرا

گرچہ بچپن ہی سے تھے حضرت عبّاس سعید پر جواں ہو کے ہوتے اور وفادار و رشید
۱۶ گئے جس روز شہ کون و مکاں پیش ولید تھی یہ اس شیر کی جانبازیوں کی اک تمہید
شہ کی آواز پہ مانندِ غضنفر پہنچے
توڑ کر در کو بسانِ درِ خیبر پہنچے

ہو گئی خیر بڑی شاہ نے جب یہ دیکھا — کہ مرے شیر کو ہے آج غضب کا غصا
آفت آئے گی بہے گا ابھی خوں کا دریا — کہہ کے اتنا علی اکبر کو اور ان کو روکا ١٧
اہلبیت نبوی کا تو یہ شیوہ ہی نہیں
ابتدا جنگ میں ہم لوگوں کو زیبا ہی نہیں

غیر ممکن ہے کرے کوئی ثنائے عباس — فرض ہے شہ کی طرح سب پہ ولائے عباس
جان و مال اہل تولا کا فدائے عباس — بھول سکتی نہیں دنیا کو وفائے عباس ١٨
پھول دامن میں بھرے باغ وفا سے نکلے
مشک کو بھر لیا خود نہر سے پیاسے نکلے

پاس کرتے تھے بہت سید خوش خو ان کا — بازوئے سید کونین تھا بازو ان کا
مخزن الفت شبیر تھا پہلو ان کا — لیلۃ القدر کے ہم رتبہ تھا گیسو ان کا ١٩
حسن نے اس کے سبب اوج بہت پایا تھا
مصحف رخ کی تلاوت کے لئے آیا تھا

سر سے تھے تا بقدم شیر خدا کی تصویر — وہی رفتار کا طرز اور وہی شان تقریر
سر بکف رہتے تھے یوں ہر گھڑی بہر شبیر — جس طرح نصرت احمد پہ شہ قلعہ گیر ٢٠
گر کہیں سبط پیمبر کو نبوت ملتی
ان کو ہی حق سے بلا شبہ امامت ملتی

شیر دل اور اسد اللہ کے دلبر ہیں یہی — تیوروں سے یہ ہے ظاہر کہ غضنفر ہیں یہی
اور بازو سے عیاں فاتح خیبر ہیں یہی — دیکھنے والوں کو دھوکا ہو کہ حیدر ہیں یہی ٢١
لڑتے ان سے تو سر مرحب و عنتر کٹتے
زد پہ آجاتے تو جبریلؑ کے شہپر کٹتے

مثل پروانہ تھے ہر وقت فدائے شبیر — ہر گھڑی کرتے تھے توصیف و ثنائے شبیر
سبب زیست سمجھتے تھے ولائے شبیر — قم تھی ان کے لئے ہر وقت صدائے شبیر ٢٢
دل کو تھا خاص تعلق جو ہر انداز کے ساتھ
روح کو ہوتی تھی بالیدگی آواز کے ساتھ

اس کی توصیف میں کیا کھولے زباں کوئی بھلا — بار احساں ہے سر دوش امامت جس کا
جس کو خالق نے بنایا تھا وفا کا پتلا — حق جو تھا مہر و محبت کا کیا ویسے ادا ٢٣
خدمت اہل حرم کی کبھی گر بھائی کی
جنگ کی کھود کے کنوئیں بچوں کی سقائی کی

تر زباں ان کی ثنا میں ہیں محبت والے — ان سے بہتر نہ ہوئے خلق و مروت والے
حق ادا سب وہ کئے جو تھے اخوت والے — کہ مے الفت شبیر سے تھے مست والے ٢٤
ہاں یم عشق میں کم ایسے شناور نکلے
ڈوب کر قلزم خوں میں لب کوثر نکلے

کیوں نہ ممدوحِ زمانے میں ہو پھر وہ غازی — قائم آلِ عبا جب کریں مدحت اس کی
شب عاشور کی یوں خدمت ناموسِ نبی — پاسبانی کی، طلایہ پھرے، خندق کھودی ۲۵
ان کو منظور خوشی تھی خلفِ حیدر کی
کبھی بچوں کی حفاظت کی کبھی لشکر کی

رونقِ بزمِ وفا، اہلِ ولا، عرش مقام — عابد و زاہد و پابند اصولِ اسلام
خلف خویش نبی قوتِ بازوئے امام — بڑھ گیا اور شرف پی کے شہادت کا جام ۲۶
متقی تھے مگر اللہ سے عصمت نہ ملی
سب شرف پائے فقط ایک امامت نہ ملی

وہ تنومند کہ جب ہوتے تھے گھوڑے پہ سوار — بوسے لیتی تھی زمیں پائے جری کے ہر بار
تیغ زن ایسے کہ سر بر ہو کوئی تھا دشوار — خیر گزری نہ ملی ان کو الٰہی تلوار ۲۷
نہ تو سردار نہ پھر فوجِ ضلالت ہوتی
ذوالفقار ان کو اگر ملتی قیامت ہوتی

حق سے ان کو بھی ملا ان کے بزرگوں کا حشم — ہوتا کیوں حضرت عباس کو پھر کوئی الم
ٹھیک تقسیم ہوئی حق سے بلا بیش و کم — شاہ نے پائی امامت تو ملا ان کو علم ۲۸
مرتضیٰ لشکرِ اسلام کے سردار ہوئے
فوجِ شبیر کے عباس علمدار ہوئے

مرثیہ گویوں نے یوں کھینچی ہے غم کی تصویر — سج رہی ہیں علمِ پاک کو شہ کی ہمشیر
اک طرف ہیں نگراں خیمہ میں زینب کے صغیر — چپکے چپکے یہ بہم کرتے ہیں دونوں تقریر ۲۹
کسی صورت سے علم فوجِ خدا کا مل جائے
بات رہ جائے اگر جد کا یہ ورثہ مل جائے

جھک کے چھوٹے نے بڑے سے کہا بھائی جان — ہم کو مل جائے علم پورے ہوں دل کے ارمان
کیا عجب غیب سے اللہ جو کردے ساماں — دل میں آجائے کریں شہ سے سفارش اماں ۳۰
جوشِ الفت سے ہیں مجبور مقرر کردیں
شہ سے جس بات کو یہ کہہ دیں وہ سرور کردیں

حق طلب کرنے میں بھیا ہمیں کس بات کا ڈر — آپ فرمائیں تو میں عرض کروں خود بڑھ کر
میرے دادا کا یہ منصب ہے عیاں ہے سب پر — عون بولے نہ کہیں گی کبھی ہرگز مادر ۳۱
دل کی امیدیں کہیں سب نہ فنا ہو جائیں
مجھ کو ہے خوف کہ اماں نہ خفا ہو جائیں

تم نے جو کچھ بھی کہا سچ ہے یہ سب اے مری جاں — لیکن امید نہیں مانیں اسے جو اماں
کیا کریں لے کے علم جب کہ ہے ہم پہ عیاں — آج ہم لوگوں کا مٹ جائے گا دنیا سے نشاں ۳۲
حوصلے گر یہی باقی ہیں تو ہم لے لیں گے
چل کے میدان میں دشمن کے علم لے لیں گے

۳۳ آج اماں کو ہے اس بات کا غم حد سے سوا — گھر گئے چاروں طرف دشمنوں میں شاہِ ہدیٰ
گاہ روتی ہیں کبھی کرتی ہیں یہ حق سے دعا — رہے محفوظ ہر آفت سے مرا ماں جایا
ایسی حالت میں علم کو کہیں اچھا کب ہے
رنج پر رنج انھیں دیں ہمیں زیبا کب ہے

۳۴ سنی زینب نے یہ ان بچوں کی جس دم تقریر — غیظ میں آکے یہ کہنے لگیں شہ کی ہمشیر
کیا سمجھتے ہو اسے بھی کوئی جد کی جاگیر — تیغ زن کے لئے شایاں ہے علم اور شمشیر
زورِ بازو کو نہ کچھ زورِ قدم کو دیکھا
دیکھا جس چیز کو پہلے تو علم کو دیکھا

۳۵ جب کہ اس سن میں علم کی ہوئی تم دونوں کو چاہ — ہے عجب کیا جو پڑے بڑھ کے امامت پہ نگاہ
مجھ کو صدمہ ہوا اس بات سے خالق ہے گواہ — چھوٹا منہ اور بڑی بات یہ ماشاء اللہ
چاہئے بات وہ جس سے کہ نظر پر نہ چڑھے
وہی اچھا ہے زمانہ میں جو حد سے نہ بڑھے

۳۶ پرورش کے لئے آغوش مرا تمکو ملا — جاہل مسند اس پر ہو یہ ہے حیف کی جا
ہاں ذرا میں بھی سنوں مجھکو بتاؤ تو ذرا — باپ کے ہوتے طلب کیوں کیا ورثہ جد کا
خوب تعلیم ہے چرچے یہ بہم ہوویں گے
تم کو کیا موردِ الزام تو ہم ہوویں گے

۳۷ شاہ کی فوج میں عباس دلاور کے سوا — مستحق دوسرا کوئی نہیں اس منصب کا
زینتِ لشکرِ شبیر وہی ہے بخدا — اس کی جرأت کی سنا کرتی ہوں توصیف وثنا
صاحبِ سیف عجم اور عرب کہتے ہیں
شیر اس کو اسد اللہ کا سب کہتے ہیں

۳۸ قوتِ بازوئے شبیر ہے سب پر ہے عیاں — بھائی کے بھائی سے وابستہ ہیں لاکھوں ارماں
میرا عباس خدا رکھے ہے بے مثل جواں — نظرِ بد سے بچائے اسے خالق ہر آں
مستحق اور نہیں کوئی حشم پانے کا
وہی حقدار ہے بس ایک علم پانے کا

۳۹ سہمے اطفال جو زینب کے یہ دیکھے تیور — جوشِ رقت ہوا رخسار ہوئے اشکوں سے تر
جوڑ کر دستِ ادب دونوں یہ بولے بڑھ کر — غلطی ہم سے ہوئی اس میں نہیں شک مادر
آپ مالک ہیں ہمیں چاہے سزائیں دیجے
یا زراہِ شفقت عفو خطائیں کیجے

۴۰ تھا ادھر ذکر یہ جو آگئے خود شاہِ ہدیٰ — ساتھ تھا قاسم و عباس علی اکبر کا
دوڑ کر حضرت فضہ نے اٹھایا پردا — داخلِ خیمہ ہوئے سبطِ رسولِ دوسرا
بارک اللہ فلک سے یہ صدائیں آئیں
ساتھ شبیر کے جنت کی ہوائیں آئیں

۴۱ شاہ کو دیکھتے ہی خوش ہوئے یوں اہلِ حرم   سوکھے کھیتوں میں پڑے جس طرح اکثر شبنم
یک بیک رک گیا بڑھتا ہوا شورِ ماتم   شہ کی تعظیم کو سب بیبیاں اٹھیں باہم
فضہ دوڑی گئی اور دوڑ کے لائی مسند
اٹھ کے خود حضرت زینب نے بچھائی مسند

۴۲ رونق افروز ہوئے جس گھڑی مسند پہ امام   آکے ہر بی بی نے جھک جھک کے کیا شہ کو سلام
دیکھ کر عون و محمد کو شہِ عرش مقام   بولے زینب سے بھلا کیا ہے انھیں رنج سے کام
دیکھ کر ان کو مجھے صدمے بڑے ہوتے ہیں
تم خفا کیا ہو ہیں کس واسطے یہ روتے ہیں

۴۳ شاہ سے دست ادب باندھ کے بولیں زینب   ان پہ ناراض ہوئی ہوں ابھی یا شاہِ عرب
دیکھ کر ان کی جسارت کو ہوا مجھ کو عجب   ضد یہ تھی ان کی دلا دو ہمیں جد کا منصب
اتنے سے سن میں بڑا جاہ و حشم چاہتے تھے
بھائی یہ آپ کے لشکر کا علم چاہتے تھے

۴۴ آپ فرمائیں اگر غیر یہ باتیں سنتا   اپنی جا پر مجھے ساتھ ان کے وہ کہتا کیا کیا
خوف تھا یہ کہ نہ ہو جاؤں میں انگشت نما   یہ سمجھ کر میں ہوئی ان پہ بلا شبہ خفا
کیا بجا یہ خفگی اے شہِ دلگیر نہیں
بولے شہ جانے بھی دو یہ کوئی تقصیر نہیں

۴۵ نظرِ غور سے ان دونوں کی صورت دیکھو   اتنے سے سن میں علم لینے کی ہمت دیکھو
بڑھ کے دیں جان یہ ہے شوقِ شہادت دیکھو   اے بہن اپنے ذرا شیروں کی جرأت دیکھو
دل سے یہ خدمتِ اسلام بہن چاہتے ہیں
بعد مرنے کے بڑا نام بہن چاہتے ہیں

۴۶ شوق منصب کا ہے کب ہیں یہ خطائیں انکی   رد کرے خالقِ کونین بلائیں انکی
صاحبِ سیف سنیں گر یہ وفائیں انکی   خاکِ نقشِ قدم آنکھوں سے لگائیں انکی
جب کبھی ذکرِ علمدار و علم ہوگا بہن
بخدا ان کا بھی ہر اک کو الم ہوگا بہن

۴۷ کہہ کے یہ عون و محمد کو بلایا شہ نے   اٹھ کے خود دونوں کو سینے سے لگایا شہ نے
پیار سے بچوں کو پہلو میں بٹھایا شہ نے   دیکھ کر کل حرم کو یہ سنایا شہ نے
آج میں ان کو یہ منصب بہ حشم دیدیتا
مصلحت حق کی جو ہوتی تو علم دے دیتا

۴۸ کہہ کے یہ زیرِ علم آئے شہِ نیک اساس   دے کے بھائی کو نشاں بولے بصد حسرت و یاس
رایتِ فوجِ خدا لو مرے پیارے عباس   بی بیوں نے یہ دعائیں دیں خدا لائے راس
صد و سی سال زمانے میں بصد جاہ جئیں
جئے سب فوج علمدار جئے شاہ جئیں

۴۹ بھر گیا گوہر امید سے دامانِ جری   حق سے منصب وہ ملا جو کہ تھا شایانِ جری
رایتِ فوجِ خدا پا کے بڑھی شانِ جری   تھا جری جانِ علم اور علم جانِ جری
اس کو سمجھا کئے عباس رگِ جاں کی طرح
مرتے دم تک رہا ساتھ ان کے یہ ایماں کی طرح

۵۰ کہا پھر سب نے مبارک ہو نشانِ لشکر   قوتِ بازوئے شبیر ہے جانِ لشکر
نہیں جرار کوئی ایسا میانِ لشکر   اور بڑھ جائے گی اب شوکت و شانِ لشکر
فرقِ زینب نہ ردا کے لئے محتاج رہے
دیکھو عباس علم لینے کی کچھ لاج رہے

۵۱ تھی ابھی تک تو علم پانے کی غازی کو خوشی   پر یہ سنتے ہی لرزنے لگا اندام جری
جوشِ غیرت سے ہوئی اور ہی حالت رخ کی   بولے کیا تم نے کہا اے حرمِ پاک نبی
میں جیوں اور کوئی لے لے ردائے زینب
یہ تو یہ سن نہیں سکتا ہے صدائے زینب

۵۲ سامنے میرے آکر غیظ سے کوئی گمراہ   حرمِ پاک کے خیمہ کی طرف ڈالے نگاہ
نہ کروں عفو خطا اس کی کبھی میں یا شاہ   تیغ کے گھاٹ اتاروں اسے فوراً واللہ
دیکھ کر خیمۂ شہ راہِ سقر کو دیکھے
جس کی ہو موت گلوگیر ادھر کو دیکھے

۵۳ کرتے کرتے یہ سخن آ گیا غازی کو جلال   شکن ابرو پہ پڑی آنکھیں ہوئیں غصہ سے لال
رحم دل شاہ نے دیکھا جو ہی بھائی کا یہ حال   اسد اللہ کا ہے شیر کیا دل میں خیال
اس سے سر بر ہو کوئی کس میں یہ طاقت ہوگی
بڑھ گیا غیظ جو اس کا تو قیامت ہوگی

۵۴ سوچ کر دل میں یہ عباس سے بولے شبیر   بھائی ہم لوگوں کے ہے ہاتھ میں جب تک شمشیر
یہ تو ممکن ہی نہیں کھل سکے فرقِ ہمشیر   آؤ باہر چلیں اب ہو گئی بیحد تاخیر
منتظر دیر سے سب ناصرِ ایماں ہونگے
میری خاطر مرے احباب پریشاں ہونگے

۵۵ سنتے ہی ہو گیا استادہ ہر اک نیک انجام   آگے آگے چلے ان سب کے شہِ عرش مقام
نکلا خیمہ سے بصد جاہ دو عالم کا امام   ضو فگن تھا سرِ سرور پہ نشانِ اسلام
روشنی تھی یدِ بیضا سے سوا پنجہ میں
دست عباس کی پہنچی تھی ضیا پنجہ میں

۵۶ یوں برآمد ہوئے خیمہ سے شہِ جن و بشر   جس طرح تاروں کی جھرمٹ میں نکلتا ہے قمر
ساتھ تھے قاسم و عباس جری اور اکبر   جھکے مجرے کو رفیقانِ امامِ اطہر
پہلے ہر ایک نے پاس آکے علم کو چوما
بعد اس کے شہِ والا کے قدم کو چوما

٦٥ چھوٹے بھائی نے کبھی جس وقت شہادت پائی — جوش کھانے لگا خوں غیظ میں لی انگڑائی
عرض کی خدمتِ شبیر میں کیوں اے بھائی — کیا ابھی تک مرے مرنے کی نہیں بار آئی
آپ پر ہو کے فدا نام یہ سب کر جائیں
ہیں جیوں اور مرے سب غنچہ دہن مرجائیں

٦٦ ہے بہت شاق مرے دل کو جدائی سب کی — بدنصیبی نے مجھے موت دکھائی سب کی
تھے بہادر کہ قضا جنگ میں آئی سب کی — آپ کے سامنے میت بھی اٹھائی سب کی
سب جواں مرد تھے یہ خلد میں جانے کے لئے
ہم فقط آئے تھے لاشوں کے اٹھانے کے لئے

٦٧ قابلِ رحم ہے یا شاہ مری حالتِ زار — چبھ رہے ہیں مرے پہلو میں غم و رنج کے خار
اپنی اس شومیٔ قسمت کا کروں کیا اظہار — مر گئے سامنے آنکھوں کے عزیز و انصار
زیست کا لطف ہے کیا گود کے پالے نہ رہے
خاک جینے پہ ہے جب چاہنے والے نہ رہے

٦٨ خانۂ دل میں بپا ہے مرے اک مجلسِ غم — یاد ان سب کی بڑھا دیتی ہے شورِ ماتم
ان جوانمردوں کا صدمہ نہیں ہو سکتا کم — اب جو روکا تو نکل جائے گا گھٹ کر دم
بچے مر جائیں غلامِ شہِ ابرار جئے
حیف ہے فوج نہ ہو اور علمدار جئے

٦٩ پھٹ رہا ہے مرا دل دیکھ کے ڈیوڑھی کو اداس — ہر طرف کو نظر آتا ہے ہجومِ غم و یاس
بچے ہیں تشنہ دہاں جاؤں میں کیا انکے پاس — پانی مانگے جو سکینہ تو کہے کیا عباس
تشنگی ان کی جگر میرا جلا دیتی ہے
العطش کی یہ صدا دل کو ہلا دیتی ہے

٧٠ رد کئے اب نہ خدا کے لئے رخصت دیجے — اپنے قدموں پہ فدا ہونے کی عزت دیجے
اے مسیحا دلِ بیمار کو صحت دیجے — زندہ ہو جاؤں جو مرنے کی اجازت دیجے
شاد بابا کو کروں دہر میں کچھ کام کروں
جس کی خاطر مجھے پالا ہے میں وہ کام کروں

٧١ تھا علمدار کی تقریر میں کچھ ایسا اثر — شہ سے صابر کی ہوئیں آنسوؤں سے آنکھیں تر
بولے عباس کو سینے سے لگا کر سرور — بھائی اب تم ہی تو ہو میرے نشانِ لشکر
مر کے کیا چاہتے ہو بھائی کی طاقت گھٹ جائے
اُف میں زندہ رہوں اور فرق تمہارا کٹ جائے

٧٢ گھر کی زینت ہو مرے زینتِ پہلو ہو تم — باغِ زہرا کا جو گل میں ہوں تو خوشبو ہو تم
وجہ مغلوبیتِ لشکرِ بدخو ہو تم — خلق واقف ہے مرے قوتِ بازو ہو تم
اب نہ یہ فوج دبے گی کبھی اس پُر غم سے
رعب تھا لشکرِ بے کس کا تمہارے دم سے

۵۷ بیٹھے کرسی پہ جوں ہی آ کے امامِ ابرار   ٹھیک ہونے لگا لشکر کا یمین اور یسار
پیدل اک سمت مقرر ہوئے اک سمت سوار   تھا یہ سامان ابھی جو آگیا وقتِ پیکار
دفترِ مرگ کھلا چلنے لگا خامۂ جنگ
خون سے حرؑ کے لکھا موت نے سرنامۂ جنگ

۵۸ پھینکے شبیرؑ کی جانب جو لعینوں نے خدنگ   اذن لے کر رفقا شہ کے چلے بہرِ جنگ
تشنہ لب لڑنے لگے ہونے لگے شامی دنگ   آخرش مر گئے سب بحرِ شجاعت کے نہنگ
مرتے دم خوش تھے کہ ارمان ہمارے نکلے
خون میں ڈوب کے کوثر کے کنارے نکلے

۵۹ سر جھکائے ہوئے دیکھا کئے عباسؑ یہ سب   آخرش دیکھ کے جعفر کو یہ بولے بغضب
تم پہ کیا فرض نہیں نصرتِ سلطانِ عرب   یہ تو بتلاؤ کہ تم مرنے کو جاؤ گے کب
سر کٹاؤ شہِ دیں سے نہ کرو جان عزیز
جان قربان کرو ہے اگر ایمان عزیز

۶۰ حکم کے ساتھ ہی میدان میں آیا وہ سعید   تھا عیاں رخ سے کہ مرنے کی ہے غازی کو عید
حملے شیرانہ کئے جنگ میں کی سعی مزید   آخرش لشکرِ اعدا نے کیا اس کو شہید
شیر کی طرح سے آواز یہ جا کر لائے
لاش خود حضرتِ عباسؑ اٹھا کر لائے

۶۱ بولا عثمان سے پھر وہ اسد اللہ کا شیر   جنگ میں موت سے ڈرتے نہیں ہیں جو کہ دلیر
آج زندہ جو رہے تم تو یہ قسمت کا ہے پھیر   جاؤ میدان میں بس اب نہ کرو مرنے میں دیر
خوف کس بات کا ہے اور یہ تذبذب کیا ہے
دیکھو وہ سامنے دروازۂ جنت وا ہے

۶۲ سنتے ہی حکم برادر کا برادر اٹھا   شاد و مسرور بہت ناصرِ سرور اٹھا
جوش میں لے کے اک انگڑائی غضنفر اٹھا   باندھے مرنے پہ کمر تن کے دلاور اٹھا
یوں لڑا دشمنوں سے دادِ شجاعت پائی
موت قسمت میں تھی آخر کو شہادت پائی

۶۳ کچھ تھا غم بھائیوں کا کچھ تھا شہِ دیں کا ملال   لرزہ اندام میں تھا آنکھیں تھیں غصے سے لال
چھوٹے بھائی سے یہ بولا اسد اللہ کا لال   اے محمدؐ تجھے کس بات کا ہے دل میں خیال
تو تو دنیا میں کسی طرح سے دل شاد نہیں
جان پیاری ہے عبث جب تری اولاد نہیں

۶۴ مر گئے بھائی ترے تو بھی سوئے جنت جا   منتظر خلد میں ہر ایک دلاور ہوگا
میں بھی آتا ہوں عقب میں نہ ذرا گھبرانا   سن کے فرمان یہ بھائی کا وہ خوش خوش اٹھا
یوں لڑا، جم کے قدم پیچھے نہ ہرگز سر کے
مر گیا نامِ وغا دنیا میں زندہ کر کے

۸۱ جس کا اک بھائی بھی دنیا میں ہو یا شاہِ زمن   نہیں ممکن کہ بہن اس کی ہو مجبورِ محن
کس میں طاقت ہے کہ بازو میں مرے باندھے رسن   نہ مجھے خوف عدو ہے نہ ہے خوف دشمن
یا خدا جیتے رہیں ناصر و یاور میرے
آج موجود ہیں اٹھارہ برادر میرے

۸۲ لیکن اب ہو گیا عباس کی رخصت سے یقیں   ننگے سر اور رسن بستہ پھرے گی یہ حزیں
کاش آجاتی مجھے موت میں مر جاتی کہیں   پر کروں کیا کہ فلک دور ہے سخت زمیں
حکم حق ہے تو رسن شانوں میں بندھواؤنگی
بلوۂ عام میں سر ننگے چلی جاؤنگی

۸۳ داستاں غم کی بیاں کر چکیں جس دم زینب   خیمۂ شاہ میں برپا ہوا شورِ ماتم
صبر کی حد سے کچھ اس درجہ فزوں تھا یہ الم   ضبط کرنے پہ بھی شبیر کی آنکھیں ہوئیں نم
شاہ نے صبر امامت سے وہ رقت روکی
سیل اشک آپنے آنکھوں سے بدقت روکی

۸۴ آئی اتنے میں قریں شہ کے سکینہ ناداں   مشک تھی سوکھی ہوئی ہاتھ میں آنسو تھے رواں
تھا یہ پپڑائے ہوئے ہونٹوں سے ہر اک پہ عیاں   اب ہے کچھ دیر کی دنیا میں یہ بچی مہماں
رخ کے انداز عدم کا سفری کہتے تھے
دیکھنے والے چراغِ سحری کہتے تھے

۸۵ دیکھ کر حضرتِ عباس کو بولی معصوم   بس چچا آپ کی الفت ہوئی ہمکو معلوم
ہے یقیں اس کا نہ مجھ سا کوئی ہوگا مظلوم   حد یہ ہے فرطِ عطش سے ہوئے آنسو معدوم
تشنگی بڑھتی ہے دل جلتا ہے بیتاب ہوں میں
اے چچا رحم کرو ماہیِ بے آب ہوں میں

۸۶ اتنی امید یہ جیتی تھی کہ آتے ہیں آپ   اور پانی بھی مرے واسطے لاتے ہیں آپ
اب یہ سنتی ہوں کہ میدان کو جاتے ہیں آپ   قدمِ شاہ پہ سر اپنا کٹاتے ہیں آپ
گر خبر سچ ہے تو کیا خوب یہ غمخواری ہے
آپ کے ساتھ سکینہ کی بھی تیاری ہے

۸۷ آپ کے بعد یقیں ہے نہ بچینگے سرور   ظلم ہم بے کسوں پر ڈھائیں گے یہ بانیِ شر
دُر کوئی چھینے گا لے گا کوئی سر سے چادر   آگ خیموں میں لگا دیں گے جو یہ بد اختر
یا تو نامحرموں میں ڈر کے نکل جائیں گے
ورنہ سب آلِ نبی آگ میں جل جائینگے

۸۸ بولے گھبرا کے یہ عباس نہ یہ فرماؤ   پانی لینے کو میں جاتا ہوں ادھر تو آؤ
دل ہے بیتاب مرے سینے سے تم لگ جاؤ   کس لئے روتی ہو مشکیزہ تو اپنا لاؤ
تم رہیں تشنہ دہن رنج و الم اس کا ہے
کچھ نہیں کر سکا خدمت مجھے غم اس کا ہے

۷۳ خیر جاتے ہو تو یہ فوج ہٹاتے جاؤ   امن و آرام کی جا مجھ کو دکھاتے جاؤ
تشنہ لب بچوں کو پانی تو پلاتے جاؤ   کیا کروں میں مجھے اتنا تو بتاتے جاؤ
میں تو ہو جاؤں گا بے کار یہ تم جانتے ہو
بھائی کے مرنے سے ٹوٹے گی کمر جانتے ہو

۷۴ میں بہت اچھی طرح دیکھ چکا ہوں مختصر   میری انجامِ برادر پہ بخوبی ہے نظر
جو بھی کہنا تھا مجھے کہہ چکا تم سے یکسر   اب نہ منت کرو لو مرنے کو جاؤ بہتر
لیکن اتنا کرو خیمہ میں بعجلت ہو آؤ
گر مناسب ہو تو بہنوں سے بھی رخصت ہو آؤ

۷۵ سُن کے یہ حضرت عباسِ دلاور اٹھے   ساتھ ہی بھائی کے خود سبطِ پیمبر اٹھے
کوہِ غم سر پہ جو تھا با دلِ مضطر اٹھے   غمزدہ اشک فشاں دونوں برادر اٹھے
شہ اٹھے روتے ہوئے خیمہ میں جانیکے لئے
خبر مرگ برادر کی سنانے کے لئے

۷۶ پہنچے ڈیوڑھی کے قریں جب کہ شہنشاہِ ہدا   حضرتِ فضہ نے آواز پہ پردہ کھینچا
داخلِ خیمہ ہوا جانِ رسولِ دوسرا   دیکھ کر حضرت زینب کو یہ دی شہ نے صدا
کچھ تسلی پئے پیغمبر و زہرا دو مجھے
اے بہن آ کے جواں بھائی کا پُرسا دو مجھے

۷۷ عازمِ خلدِ بریں ہے اسد اللہ کا لال   بخدا ان کی جدائی سے مرا غیر ہے حال
کیا کہوں تم سے بہن جو ہے مرے دل کو ملال   حوصلے فوج کے بڑھ جائینگے ہے اِس کا خیال
بعد عباس مرا فرق ہے اور خنجر ہے
جنگِ آخر ہے بہن خاتمۂ لشکر ہے

۷۸ اِس بیاں سے شہ والا کے ہوا سب کو اَلم   ہو گئے جمع بہم اشک فشاں اہلِ حرم
بنت زہرا کو تھا غم اس لئے بالائے غم   بعد عباس بچینگے نہ شہنشاہِ اُمم
کہا بھائی سے کہ چھن جائیگی چادر مجھ سے
یہ کہا تھا مرے بابا نے برادر مجھ سے

۷۹ شہ نے فرمایا وہ کیا، رو کے یہ بولیں زینب   ایک دن بیٹھی تھی میں قربِ شہنشاہِ عرب
کھُل گیا کھیل میں بازو مرا اک سمت کا جب   جو ملا بابا نے اسے بڑھ کے، ہوا مجھ کو عجب
میں نے پوچھا، کہا محبوس رسن ہوئے گی
ایک دن بازوؤں میں تیرے رسن ہوئیگی

۸۰ کہہ چکے جس گھڑی یہ مجھ سے شہِ عقدہ کشا   انتہا اپنے تعجب کی بتاؤں میں کیا
جوڑ کر ہاتھوں کو پھر میں نے یہ بابا سے کہا   آپ ہیں شیرِ خدا دستِ خدا نفسِ خدا
کیا کہا آپ نے کچھ اس کو نہ زینب سمجھی
میں نہ اِس آپ کے ارشاد کا مطلب سمجھی

۸۹ لایا پانی ابھی جا کر نہ کرو آہ و بکا — پیاسی اب تک جو رہیں تھی یہی مرضی خدا
حال پر بی بی کے پھٹتا ہے کلیجہ میرا — نہر سے میں ابھی مشکیزہ کو بھر کر لایا
تم بھی پینا علی اصغر کو بھی دینا پانی
وعدہ کرتا ہوں پچا سے ابھی لینا پانی

۹۰ جو مقدر میں ہے مجبور ہے اس سے انساں — ہاں دعا کرنا مرے واسطے دل سے مری جاں
مرحلہ سخت ہے ہوں مشکلیں میری آساں — میری امداد کرے آج خدائے دو جہاں
میرا انجام مع الخیر ہو ایمان کے ساتھ
اب یہ مشکیزہ تمہارا ہے مری جان کے ساتھ

۹۱ کہہ کے یہ مشک سکینہ سے لی با دیدۂ تر — اور بس ٹیک کے تلوار اٹھا وہ صفدر
پاس ڈیوڑھی کے پڑی غم کے مرقع پہ نظر — دیکھا بچوں کو لئے زوجہ کھڑی ہے در پر
خانۂ دل غم و اندوہ کا گنجینہ ہے
چہرہ تونسا ہوا کل حال کا آئینہ ہے

۹۲ بولیں تم مرنے کو جاتے ہو تو اچھا جاؤ — چھوڑ کر ہم کو ہوا خلد بریں کی کھاؤ
پر یہی شرطِ نجابت ہے ذرا بتلاؤ — ہم تو زنداں میں ہوں تم چین جناں میں پاؤ
خیر یہ وقت مصیبت کبھی ٹل جائے گا
بات رہ جائے گی اور وقت نکل جائیگا

۹۳ تم مرے واسطے کیا کر چلے صاحب ساماں — لے کے ان بچوں کو بتلاؤ میں جاؤنگی کہاں
قبر کا اپنی بتا دو مجھے للہ نشاں — قید سے چھوٹ کے تا آسکے یہ سوختہ جاں
دل کی خواہش ہے یہ اطفال ہی کچھ نام کریں
میں رہوں قبر پہ خدّاموں کا یہ کام کریں

۹۴ پھول چن لائینگے جنگل سے یہ میرے گل تر — بیٹھ کر خود میں بناؤں گی لحد کی چادر
قبر جھاڑوں گی کبھی میں کبھی یہ نیک سیر — بس انھیں کاموں میں ابھی رہونگی دن بھر
دن بسر ہوگا مرا قبر کی خدمت کر کے
شب گزاروں گی میں قرآں کی تلاوت کر کے

۹۵ آرزو یہ تھی کہ ان بچوں کو بھی کرتی فدا — پر یقیں ہے کہ نہ مانیں گے اسے شاہِ ہدا
جو وہ فرمائیں نہیں عذر کی اس میں کوئی جا — حکم شبیر کا ہے حکم نبی حکم خدا
ان سے افعال سعادت ہی کے ظاہر ہونگے
بڑھ کے یہ قبر پہ صاحب کے مجاور ہونگے

۹۶ سن کے زوجہ سے یہ تیور اگیا غازی یک بار — گو کیا ضبط مگر ہو گئیں آنکھیں خوں بار
لاکھ روکا کہ نہ ہو دردِ جگر کا اظہار — پر عیاں ہونے لگے رخ سے غشی کے آثار
سامنے شاہ تھے اس شرم و حیا نے روکا
جوشِ رقت کو مگر جوشِ وغا نے روکا

۹۷ ماسوا اِس کے نہ کچھ شبیر کے منہ سے نکلا لو بس اب جاتے ہیں ہم تمکو خدا کو سونپا
مرنے والے کی وصیت یہ رہے یاد ذرا اپنے سر لینا ہر اک زینب خاتوں کی بَلا
ترک خدمت نہ ہو گو خاک بسر ہو جانا
ہر مصیبت میں تمھیں سینہ سپر ہو جانا

۹۸ ہم نہ اب ہوں گے جو تمکو یہاں سمجھانے کو آئیں بات وہ کیجیو ہم قبر میں جس سے سُکھ پائیں
تم اسے سہنا جو ہوں آلِ محمدؐ پہ جفائیں اُف نہ کرنا جو لعیں سب کے عوض درّے لگائیں
پاس بچوں کا نہ کچھ تم پئے ایماں کرنا
کام آجائیں سکینہ کے تو قرباں کرنا

۹۹ تشنگی بچوں کی عباس کو تھی مدِّ نظر ہٹ گئے پاس سے زوجہ کے بس اتنا کہکر
تمکو اللہ کو سونپا تمہیں یہ رشکِ قمر یا علیؑ کہتے ہوئے خیمہ سے نکلے باہر
سلسلہ اپنوں کا بس حکمِ خدا سے کاٹا
رشتہ الفت کا جو تھا تیغِ وفا سے کاٹا

مرثیہ
شہادتِ حضرت قاسم

مطلع

یارب مرے قلم میں کُل ایماں کا زور دے

یارب مرے قلم میں کل ایماں کا زور دے　　کمزور مور سے ہوں سلیماں کا زور دے
۱ میری زباں کو موسیٔ عمراں کا زور دے　　اس ناتواں کلام میں قرآں کا زور دے
مدّاحِ آل تو ہے میں عبدِ حقیر ہوں
کیونکر کہوں کہ میں بھی ترا ہم صفیر ہوں

یارب عطا کر آج مجھے مرتضےٰ کا زور　　توڑوں گا بابِ کفر ہو خیبر کشا کا زور
۲ دنیا میں جسقدر بڑھے اہلِ جفا کا زور　　اس سے زیادہ مجھ پہ ہو تیری عطا کا زور
غالب ہوں اہلِ جور پہ تیرے کرم سے میں
الٹوں زمینِ کفر کو نوکِ قلم سے میں

دشمن کے قلب کا نہیں وہ ہو آج شانِ نظم　　ہوں سرنگوں الم سے، ملے وہ نشانِ نظم
۳ بڑھ کر گلِ جناں سے ہو رنگیں بیانِ نظم　　دھوتی ہوئی ہو نہرِ لبن سے زبانِ نظم
افراطِ جوشِ طبع سے دل کو نہ کل پڑے
نوکِ قلم سے چشمۂ کوثر اُبل پڑے

تیزی سلاحِ نظم میں ہو ایسی کردگار　　ہر حرف جس کا قلبِ ستمگر کرے فگار
۴ نیزے خطِ کشیدہ بنیں وقتِ کارزار　　خونِ عدو کی بوندیں ہوں نقطوں سے آشکار
اک ایک مد ہو تیغِ شرر بار کا جواب
ہر دائرہ ہو خنجرِ خونخوار کا جواب

گلزارِ نظم کو مرے دے ایسی تو بہار　　ہوں اس میں جتنے گل بنیں قلبِ عدو کو خار
۵ مثلِ خزاں نسیم بھی ہو اسکی ان پہ بار　　مانندِ سم ہو سبزہ سے دشمن کا دل فگار
اہلِ ستم کو تختۂ قرطاس نار ہو
اور دوستوں کو باغِ جناں کی بہار ہو

اے کردگار، راسخ الایماں مجھے بنا　　سلماں تھے جیسے ویسا مسلماں مجھے بنا
۶ افلاکِ نظم کا مہِ تاباں مجھے بنا　　مدحت میں آج صورتِ قرآں مجھے بنا
میرا بیانِ مدح بیانِ کلیم ہو
لکنت مری زبان کی جانِ کلیم ہو

جو انبیا کا کام تھا وہ مجھ کو کام دے　　اُن کی طرح جہاں میں مجھے احترام دے
۷ توفیقِ کارِ نیک مجھے صبح و شام دے　　مجھ کو بھی زورِ مدحتِ خیر الانام دے
آلِ رسولِ پاک کا شیدا مجھے بنا
جیسا کہ چاہتا ہے تو ویسا مجھے بنا

دے مجھکو اتنی قوت و ہمت تو اے کریم　　آلِ نبی کے دشمنوں سے پاٹ دوں جحیم
۸ اٹھ جائے اہلِ کفر کا دنیا سے خوف و بیم　　پھیلے جہاں میں گلشنِ اسلام کی شمیم
احمد کا ذکر ان کے اب و جد کا ذکر ہو
کون و مکاں میں آلِ محمد کا ذکر ہو

ہو کفر پست دینِ محمد ہو سرفراز   ہو منکشف جہان پہ واحدانیت کا راز
9 ہر اک کو اپنی اپنی جگہ ہو یہ فخر و ناز   خلاقِ بے نیاز سے رکھتا ہوں میں نیاز
خوش اس پہ ہوں کہ قبضہ میں سارا بہشت ہے
ہم ہیں بہشت والے ہمارا بہشت ہے

ہو ہو کے مجتمع جو عدو لاکھ بار آئیں   پسپا ہوں اس طرح سے کہ سب اپنے منہ کی کھائیں
10 آئیں تو فائدے کو پہ نقصان اٹھا کے جائیں   ایمان کھو کے آئیں یہاں جان گنوا کے جائیں
دامانِ صبر ہاتھ سے ہر اک کے چھوٹ جائے
یوں کھائیں ٹھوکریں کہ سرِ کبر ٹوٹ جائے

یا رب تو ان کو قعرِ مذلت میں یوں گرا   جس سے نہ یہ ابھر سکیں تا حشر اک ذرا
11 ان کو ہر ایک جنگ میں نیچا ہی تو دکھا   غالب ہوں ہر لڑائی میں محبوبِ کبریا
واقف ہیں سب بکوشش و کد فتح کر چکے
بدر و احد بلطفِ صمد فتح کر چکے

ہر ایک جنگ میں ہوئے اعدا ذلیل و خوار   حیدر کی خدمتیں تھیں ہر اک میں بروئے کار
12 منظور ہے خدا کو بڑھے ان کا اقتدار   اب پھر ہے کھنچنے والی یہ اللہ کی ذوالفقار
ایماں کا ذکر منزلتِ حق کا ذکر ہے
دستِ خدا و غزوۂ خندق کا ذکر ہے

ہے معتبر کتابوں میں یہ واقعہ رقم   تنہا کسی قبیلہ میں اتنا رہا نہ دم
13 آخر مقابلہ میں نبی کے جمیں قدم   مکہ میں مجتمع ہوئے سب بانیِ ستم
تھا متفق ارادہ یہ اہلِ جہول کا
مل جل کے آج نام مٹا دو رسول کا

لیں مرتضےٰ سے خونِ اعزا کا انتقام   اس فکر میں یہود کو تھا خواب و خور حرام
14 ہر دل میں ہو گیا تھا یہ پختہ خیالِ خام   غالب ہوں یا لڑائی میں ہر ایک آئے کام
بہتر ہے موت رُخ جو سیہ فام ہی رہے
یا کفر یا جہان میں اسلام ہی رہے

ہر ہر قبیلہ میں ہوئے وہ منتخب دلیر   جن پر وثوق تھا نہ مقابل سے ہوں گے زیر
15 ان کو چنا شغالوں میں جن جن کو سمجھا شیر   یہ جان کر کہ فتح میں اب ہو گی کچھ نہ دیر
خوش تھے ہر اک کو جنگ کا دیوانہ دیکھ کر
دل بڑھ رہے تھے ہمتِ مردانہ دیکھ کر

کثرت کے ساتھ بڑھ رہا تھا سب کا ولولہ   پیشِ نظر جو فتح تھی ہمت بھی تھی سوا
16 خوفِ رسول تھا نہ انھیں خوفِ کبریا   اسلام کو مٹا دو ہر اک اس پہ تھا تُلا
جلتے تھے کور دل رہِ دیں کے چراغ سے
کفار خار کھاتے تھے ایماں کے باغ سے

پیغمبر خدا کے جو دشمن تھے نابکار — تھا دل پہ ان کے شاق یہ اسلام کا وقار
۱۷ بغض و حسد کا شعلہ بھڑکتا تھا بار بار — لینے کو انتقام ہوئے جمع دس ہزار
مطلب یہ تھا کہ کفر کو عزت نصیب ہو
دینِ خدا مٹے ہمیں راحت نصیب ہو

سردار منتخب ہوا لشکر کا وہ جری — حاصل تھی جس کو قوت و ہمت میں برتری
۱۸ کرتا نہ تھا جہاں میں کوئی جس کی ہمسری — کفار جس کی مانے ہوئے تھے دلاوری
نازاں یہود اس پہ تھے ایسا دلیر تھا
بس مختصر یہ ہے کہ شغالوں میں شیر تھا

کہتے تھے اس کو رستم و دستاں دلیر سب — انسان وہ جس سے بھاگتے تھے بن کے شیر سب
۱۹ موسائی اس سے رہتے تھے ہر وقت زیر سب — سمجھے ہوئے تھا جنگ کے وہ ہیر پھیر سب
پھولے ہوئے یہود تھے اس نابکار پر
فارس تھا ایسا جو کہ تھا بھاری ہزار پر

نازاں تھا اپنی قوت و طاقت پہ بے حیا — شیر ژیاں کو ہیچ سمجھتا تھا پُر دغا
۲۰ کانپی زمینِ رزم جب اس نے قدم رکھا — جس جنگ میں یہ کود پڑا اتھلکہ پڑا
گویا نشانِ فتح ستمگر کے ساتھ تھا
ہر سخت معرکہ اسی بیدیں کے ہاتھ تھا

مشہور عبدِ وُد کا پسر تھا وہ نابکار — تھا نام سے خدا و پیمبر کے اس کو خار
۲۱ تھا ایک پیلِ مست شقی وقت کارزار — گرزِ گراں وہ جس سے شکستہ ہوں کوہسار
جلاد چونک پڑتے تھے اس کے خیال سے
قلبِ زمیں شگفتہ ہوتا تھا اُتھا چال سے

تھا اس قدر لعین کا چہرہ سیاہ فام — پڑ جائے مانندِ عکس سے اس کے مہ تمام
۲۲ ہو بے نقاب رخ تو رہے دن کو روز شام — تھا کفر کے سواد کا مرکز یہی مقام
وہ فرقِ نحس جس میں بھرا تھا جنونِ کفر
بیدیں کے دونوں پاؤں تھے گویا ستونِ کفر

نازاں تھے کُل یہود وہ تھی کثرتِ سپاہ — تھے سر ہی سر لعینوں کے اٹھی جدھر نگاہ
۲۳ کہتے تھے یہ کریں گے مدینہ کو یوں تباہ — باقی رکھیں گے کوئی نہ احمدؐ کا خیر خواہ
کینہ کی آگ اچھی طرح سے بجھائیں گے
دل ٹھنڈا ہوگا جب کہ گھروں کو جلائیں گے

پہنچی مدینہ والوں کو جس وقت یہ خبر — یلغار کر کے فوج یہود آتی ہے ادھر
۲۴ اصحابِ مصطفٰے پہ ہوا اس قدر اثر — خوف و خطر نے کر لیا سب کے دلوں میں گھر
کچھ لوگ صاف جادۂ ایماں سے پھر گئے
کافر کے ڈر سے دیں کے سلطاں سے پھر گئے

ہر سمت تھا مدینہ میں اک تہلکہ مچا — ہر شخص ڈر سے بحرِ تحیر میں غرق تھا
۲۵ وہ مستقل مزاج تھے محبوبِ کبریا — آثارِ حزن آپ کے رخ پر نہ تھے ذرا
دل مطمئن تھا خالقِ لیل و نہار پر
نازاں تھے آپ قوتِ پروردگار پر

حکم رسولؐ سے ہوا لشکر کا انتظام — دستِ خدا نے ٹھیک کیا فوج کا نظام
۲۶ جو مرد تھے وہ کرتے تھے آپس میں یہ کلام — مرنے کے بعد پائیں گے قربِ خدا مقام
کیا خوف ہم کو موت کا جب حق کا ساتھ ہے
امداد پر ہماری ید اللہ کا ہاتھ ہے

گھر کر گیا تھا بودوں کے دل میں جو انتشار — سوہانِ روح تھا انھیں لشکر کا اختصار
۲۷ کہتے تھے وہ یہود سے مشکل ہے کارزار — وہ دس ہزار ہم ہیں فقط تین ہی ہزار
اب تک تو بچتے آئے مگر اب محال ہے
ہم سب کی جانیں جائیں گی اسکا ملال ہے

گھبرا کے دیکھتے تھے وہ نامرد ادھر ادھر — ہر ایک دل کا آئینہ تھی مضطرب نظر
۲۸ سلماں نے بڑھ کے عرض کی یا سید البشر — چاروں طرف مدینہ کے خندق کھدے اگر
امید ہے کہ فتح و ظفر بیدرنگ ہو
ہم سے عدو سے ایک ہی جانب سے جنگ ہو

صائب تھی رائے ہو گئی پیشِ نبیؐ قبول — تعجیل کے خیال سے فوراً اٹھے رسولؐ
۲۹ کارِ خدا میں آپ ذرا تھے نہ دل ملول — اصحاب جاں نثار مع شوہرِ بتول
محبوبِ کبریا کی محبت میں چُور تھے
آمادہ دل سے خدمتِ حق پر غیور تھے

کھودی سبھوں نے مل کے مدینہ کے گرد کھائی — بعد اس کے مثلِ سیل کے فوجِ یہود آئی
۳۰ نامرد بولے دل میں جو دہشت بہت سمائی — اب تک ہماری جان تو اللہ نے بچائی
بھاری ہے رات کٹ جو گیا دن کسی طرح
امیدِ زیست اب نہیں ممکن کسی طرح

آنے کی جب مدینہ میں پائی نہ کوئی راہ — خندق کے اس طرف کو ہوئی خیمہ زن سپاہ
۳۱ فوجِ نبی ملول تھی خوش تھے وہ روسیاہ — سناٹا اس طرف کو ادھر رن تھا جشن گاہ
اصحابِ شاہ یاس سے دشمن کو تکتے تھے
لیکن نبیؐ کے خوف سے کچھ کہہ نہ سکتے تھے

دونوں طرف کا حال میں کس طرح سے کہوں — دشمن تھے شاد جملہ مسلماں تھے سرنگوں
۳۲ خوف و رجا سے حالتِ اصحاب تھی زبوں — غالب تھا خوف ہو گیا تھا سب کا خشک خوں
جسموں میں تھرتھری کہیں مانند بید تھی
رنگت کسی کی زرد کسی کی سپید تھی

اک ماہ تک ہوئی نہ کوئی دوبدو کی جنگ   دونوں طرف سے آتے تھے اور جاتے تھے خدنگ
۳۳ جام حیات بودوں کو تھی جنگ میں درنگ   تھا جن کو شوق جنگ وہ تھے جان سے تنگ
یہ چاہتے تھے تیغ سے حق آشکار ہو
نامردوں کی دعا تھی نہ یہ کارزار ہو

تاخیر روز روز کی اک روز لائی رنگ   بل کھا کے عبدِ وُد کا پسر اٹھا بہرِ جنگ
۳۴ بیٹھا لعین پشت پہ گھوڑے کا کس کے تنگ   نیزہ لیا وہ ہاتھ میں توڑے جو قلبِ سنگ
سرتاقدم سلاح کے دریا میں غرق تھا
اک کوہ تھا کہ خود وہ بالائے فرق تھا

آنکھیں تھیں اس لعیں کی کہ روشن تھے دو تنور   ظلمات کے سواد کا چہرے پہ تھا ظہور
۳۵ جو موڑ دے پہاڑ کو وہ فرق پُر غرور   مدہوش تھا کہ تھا نے نخوت سے چور چور
عفریت جس کو دیکھ کے کانپے وہ ہاڑ تھا
اک ایک عضو دشمنِ دیں کا پہاڑ تھا

خندق کے پاس جا کے رُکا با صد احتشام   بعد اُس کے دیکھا لشکرِ اسلام کا نظام
۳۶ کچھ سوچ کر لعین ہٹا پیچھے چند گام   مہمیز کر کے گھوڑے کو ڈھیلی جو کی لگام
اک جست میں کہیں سے کہیں راہوار تھا
تھا اُس طرف ابھی ابھی خندق کے پار تھا

پہنچا جو قربِ خیمۂ محبوبِ کردگار   گھوڑے کی باگ روک کے ٹھیرا وہ نابکار
۳۷ نیزہ سے اپنے خیمۂ حضرت کیا فگار   جرأت سے اس شقی کی بڑھا سب کا انتشار
فوجِ نبیؐ کی ہمتیں کچھ اور گھٹ گئیں
دم رُک گیا ہر ایک کی سانسیں پلٹ گئیں

نعرہ یہ اس کا تھا کہ مجاہد کہاں ہیں آئیں   یا مجھ کو بھیجیں نار میں یا خود جناں میں جائیں
۳۸ جو سور ہیں وہ تیغ کے جوہر ذرا دکھائیں   ہیں ان کا زور اور وہ مرا زور آزمائیں
مجھ کو جحیم یا انھیں قربِ خدا ملے
تیغوں کے دو دو ہاتھ چلیں کچھ مزا ملے

اس دل شکن صدا کا ہوا اس قدر اثر   غصے میں آ کے خسرِو دیں نے اٹھایا سر
۳۹ مجمع پہ ڈالی آپ نے اک سرسری نظر   دیکھا کہ دم بخود ہیں مسلمان اس قدر
سوئے زمیں جھکے ہوئے ان سب کے فرق ہیں
مٹی کے پتلے بحرِ تحیر میں غرق ہیں

پھر غیظ سے یہ بولے شہِ آسماں جناب   سنتے ہو بک رہا ہے یہ کیا خانماں خراب
۴۰ ہے اس کی گفتگو سے مرے دل کو پیچ و تاب   ہے کون دے لعین کو جو دنداں شکن جواب
جا کر زباں کھینچ لے اس بد سرشت کی
جاگیر مجھ سے لیتا ہے کوئی بہشت کی

سب کے دلوں میں خوف نے یوں کر لیا تھا گھر ۔۔۔ کیسا جواب ایک نے اونچی نہ کی نظر
۴۱ ہمت فروش کس طرح اپنا اٹھاتے سر ۔۔۔ غصّہ علیؑ کو آگیا یہ حال دیکھ کر
حکم نبیؐ میں تاب کہاں تھی دلیر کو
تاخیر اب حرام تھی خالق کے شیر کو

استادہ ہو کے عرض کی یا سیّد الامم ۔۔۔ خادم کو اذن جنگ ملے از رہِ کرم
۴۲ تیغ دو دم سے جا کے کروں اس کا سر قلم ۔۔۔ لاف و گزاف بکتا ہے یہ بانیٔ ستم
دوں گا سزا ضرور میں اس بد کلام کو
یارا نہیں ہے ضبط کا اب اس غلام کو

یہ سن کے مصطفٰےؐ نے علیؑ کو بٹھا دیا ۔۔۔ اصحاب سے پھر آپ نے اس طرح سے کہا
۴۳ ہے کون اس لعیں سے کرے جا کے جو وغا ۔۔۔ اس پر یہ اک بزرگ نے اٹھ کر بیاں کیا
واللہ میرے سامنے کا واقعہ ہے یہ
تنہا ہزار ڈاکوؤں پر جا پڑا ہے یہ

یوں دوستی کے پردہ میں کی دشمنی ادا ۔۔۔ ہمت رہی سہی تھی جو اس کو بھی کھو دیا
۴۴ اب کس میں دم تھا شاہِ اُمم کے جواب کا ۔۔۔ بس خوف یہ ہر ایک کو بالائے خوف تھا
راہیں ہیں بند بھاگنا اپنا محال ہے
سر پر قضا ہے موت سے بچنا محال ہے

جب دیکھا ہو رہی ہے جواب نبیؐ میں دیر ۔۔۔ اک بار پھر بپھر کے اٹھا وہ خدا کا شیر
۴۵ کی عرض اذن دیجئے ہو خاتمہ بخیر ۔۔۔ یا میں ہوں یا عدوئے پیمبرؐ ہو مجھ سے زیر
حکم خدا میں حکم پیمبرؐ سمجھتا ہوں
ذلت سے اپنی موت کو بہتر سمجھتا ہوں

۴۶ بھائی کی اس وفا پہ دل اس درجہ خوش ہوا ۔۔۔ مولا نے مرتضٰےؑ کو گلے سے لگا لیا
اپنے سلاحِ جنگ سے آراستہ کیا ۔۔۔ اپنا عمامہ فرقِ برادر پہ خود رکھا
لطفِ نبیؐ سے قلبِ علیؑ باغ باغ تھا
حیدر کا آج عرشِ علیٰ پر دماغ تھا

۴۷ حفظِ خدا میں بھائی کو احمدؐ نے پھر دیا ۔۔۔ اور پڑھ کے سورۂ فتح کا حیدر پہ دم کیا
تعجیل تھی کہ کارِ خدا جلد ہو ادا ۔۔۔ خیمہ سے نکلا نفسِ خدا شاہ نے کہا
ظلمت سے ہوگا مہرِ درخشاں کا سامنا
کُل کفر سے ہے آج کُل ایماں کا سامنا

۴۸ اس شان سے رواں ہوا وہ فخرِ اولیا ۔۔۔ جس جس نے دیکھا آپ کو صلِّ علیٰ کہا
حضرت کے رُخ پہ نام نہ تھا خوف و بیم کا ۔۔۔ قربِ شقی پہنچ کے یہ حیدر نے دی صدا
میں جانتا ہوں جسم پہ سر تجھ کو بار ہے
واقف ہوں میں تو دیر سے مشتاق نار ہے

تو عبدِ وُد کا بیٹا میں عمِ زادۂ رسولؐ — میں نور تو ہے نار میں فرزانہ تو جہول
۴۹ مقصد یہ ہے ہر اک لڑائی میں ہو نہ طول — کر میری تین باتوں میں اک بات کو قبول
یا لڑ نہ جنگ یا رہِ دیں اختیار کر
یا پاپیادہ ہو کے لعیں کارزار کر

نازاں تھا اپنی طاقت و قوت پہ بے حیا — یہ سنتے ہی اُتر پڑا گھوڑے سے پُر دغا
۵۰ اپنے فرس کو اپنے ہی ہاتھوں سے پے کیا — بعد اس کے تیغ کھینچ کے آگے لعیں بڑھا
کم سِن بہت ہیں ہنس کے کہا بوتراب سے
اس تیغ کا نہ وار رکے گا جناب سے

یہ کہہ کے مثلِ بیل کے چنگھاڑا وہ لعیں — تھرّائے کوہ ہل گئی جنگاہ کی زمیں
۵۱ تلوار کھینچ کر جو بڑھا وہ عدوئے دیں — حیدر نے مسکرا کے ادھر الٹی آستیں
نعرہ تھا لب پہ آپ کے یا ذوالجلال کا
حیدر نے وار رد کیا اس بدخصال کا

قوت شقی کی گھٹ گئی تھرا کے رہ گیا — خالی گیا جو وار تو شرما کے رہ گیا
۵۲ قربِ زمین زور میں خود جا کے رہ گیا — تکلیف پہنچی ایسی کہ چلّا کے رہ گیا
اک بار جھک کے رہ گیا اونچا جو فرق تھا
دشمن خدا کا بحرِ خجالت میں غرق تھا

کرتا تھا وار غیظ میں آ آ کے وہ لعیں — ہنس ہنس کے کر رہے تھے انھیں رد امامِ دیں
۵۳ ظالم کو اپنی موت کا جب ہو گیا یقیں — چکرایا سر نگاہ سے اوجھل ہوئی زمیں
اک حشر تھا بنی تھی ستمگر کی جان پر
تارے شقی کو آئے نظر آسمان پر

تھے محوِ رزم بحرِ شجاعت کے دو نہنگ — حیدر تھے شاد شاد وہ تھا جامے اپنی تنگ
۵۴ نادم تھا وہ، تھی دل میں یہاں جنگ کی اُمنگ — اسلام و کفر فیصلہ کُن کر رہے تھے جنگ
میداں میں چونکہ وقت نہ تھا اب درنگ کا
تلوار ہی پہ فیصلہ ٹھیرا تھا جنگ کا

حیدر پہ اس نے تیغ کے جتنے لگائے وار — رد ہو گئے وہ سب تو بڑھا اس کا انتشار
۵۵ تھی کشمکش میں آج ستمگر کی جانِ زار — تھا اپنی قوم میں جو شقی صاحبِ وقار
خوف و حیا میں جان تھی پھنسی بیقرار تھا
تھی سر پہ موت، موت سے بدتر فرار تھا

مسدود پائی جبکہ لعیں نے رہِ فرار — ملعون نے تیغ کا کیا بھرپور ایک وار
۵۶ جس سے سپر کٹی ہوا فرقِ علی فگار — تلوار کے نکلتے ہی چھوٹی لہو کی دھار
اب کیا تھا خوں میں ڈوب کر حیدر بدل گئے
کھاتے ہی زخم شیر کے تیور بدل گئے

غیظ آیا آپ کو جو ہنسا بانیٔ ستم — خوں پاک کر کے تیغ یداللہ نے کی علم
۵۷ تکبیر کی صدا سے ہوا سر لعیں کا خم — پڑتے ہی وار ہو گیا دو سر سے تا قدم
تھا جس پہ ناز آج وہی گھر اجڑ گیا
اک تہلکہ سا کفر کی بستی میں پڑ گیا

تلوار پاک کر کے ہٹا نفسِ مصطفےٰ — ہو کر دو نیم جسمِ لعیں خاک پر گرا
۵۸ دیوار و در سے آتی تھی تحسین کی صدا — کیا کہنا تیرے وار کا اے دستِ کبریا
اسلام کا جہاں میں تو ہی دستگیر ہے
بے مثل ہاتھ تیغ تری بے نظیر ہے

مسرور و شاد رن سے شہِ لافتےٰ چلے — کفار کے قلوب پہ تیرِ جفا چلے
۵۹ دل بڑھ رہا تھا جب یہ سوئے مصطفےٰ چلے — یوں لے کے فرقِ دشمنِ دیں مرتضےٰ چلے
چہرے پہ رعب و داب قدم اختیار میں
جس طرح شیر چلتا ہے ہلکی پھوار میں

کم ہے وہ جتنا شاد ہوں سلطانِ اوصیا — دو ہرا ابھی سے خلعتِ عزت انھیں ملا
۶۰ حضرت نے بڑھ کے سینے سے فوراً لگا لیا — پھر یوں زبانِ وحی سے بولے شہِ ہدا
دنیا میں یادگار یہ حیدر کی ضرب ہے
طاعت سے جن و انس کی بہتر یہ ضرب ہے

مسرور و شاد آج ہیں محبوبِ کردگار — دستِ خدا سے بڑھ گیا اسلام کا وقار
۶۱ واللہ دیدنی تھی یہ حیدر کی کارزار — اس خانداں کی اور ہے اک جنگ یادگار
حکمِ خدا سے سر ہوا خندق کا معرکہ
درپیش اب ہے قاسم و ازرق کا معرکہ

ہے تین دن سے خیمۂ سرور میں قحطِ آب — وہ کربلا کی دھوپ وہ بچوں کا اضطراب
۶۲ تلوار رن میں چلتی ہے لرزاں ہے آفتاب — لاشیں اٹھا رہے ہیں شہِ آسماں جناب
ہے بحرِ غم رواں شہِ دلگیر روتے ہیں
زینب کے لال مر چکے شبیر روتے ہیں

اس غم سے پائی تھی ابھی فرصت نہ شاہ نے — جو اذن مانگا بھائی کے نورِ نگاہ نے
۶۳ قلبِ عدو ہلا دیا سرور کی آہ نے — رو کر کہا یہ شاہِ فلک بارگاہ نے
میں تم کو اذن دے کے برادر سے کیا کہوں
بیٹا تمہاری مادرِ مضطر سے کیا کہوں

اس سن میں اذنِ جنگ طلب کرتے ہو پسر — ہے کل کا ذکر آئے تھے محمل میں بیٹھ کر
۶۴ ہیں کھیل کود کے ابھی دن سن پہ کرو نظر — کس طرح جنگ ہوتی ہے یہ تم کو کیا خبر
ہمت کے ساتھ ہاتھوں میں طاقت بھی چاہیئے
تیغ و سپر اٹھانے کی قوت بھی چاہیئے

٦٥ میں تم کو اذنِ جنگ دوں وہ دل کہاں سے لاؤں بیٹا بتاؤ بھائی کو کس طرح منہ دکھاؤں
تم ہو شہید رن میں میں میت اٹھانے جاؤں ہاتھوں سے اپنے بھائی کی تصویر کو مٹاؤں
بدلے تمہارے یہ دلِ مضطر ہو پائمال
میں دیکھوں اور شبیہِ برادر ہو پائمال

٦٦ دم سے تمہارے بیوۂ شبر کی ہے حیات کیا وہ جئے گی مر گیا جب تم سا با صفات
بڑھ کر ہے لفظِ قم سے لبِ سر کی ہر ایک بات آبِ حیات اس کے لئے ہے تمہاری ذات
زینت اب ان کے گھر کی فقط اس قدم سے ہے
واللہ ان کی زیست تمہارے ہی دم سے ہے

٦٧ کیوں کر کہوں کہ تیروں کی بارش میں جاؤ تم میں دیکھوں اور خون میں اپنے نہاؤ تم
پھر مرنے جانا پہلے یہ مجھ سے بتاؤ تم یہ تم سے ہو گا ماں کی جو ہستی مٹاؤ تم
غمدیدہ ماں کی مٹی ٹھکانے لگاتے جاؤ
جاتے ہو مرنے قبر تو ان کی بناتے جاؤ

٦٨ اس تنگنائے دہر میں تم نے جگہ نہ پائی اس سن میں اپنی موت جو تم کو پسند آئی
راہ عدم ابھی سے یہ کس نے تمہیں بتائی میداں میں اب لٹے گی مرے بھائی کی کمائی
شب ہو تو پھر کہاں سے میں لاؤں چراغ کو
گر جھٹ پٹے ہی وقت بجھاؤں چراغ کو

٦٩ یہ کہتے کہتے آ گیا کچھ شاہ کو خیال قاسم کو اپنے پاس بلا کر کیا سوال
اے گلشنِ علی و پیمبر کے نونہال اک بات پوچھنا ہے مجھے تم سے میرے لال
اس دہرِ بے ثبات کو تم کیا سمجھتے ہو
بیٹا بتاؤ موت کو کیسا سمجھتے ہو

٧٠ قاسم ادب سے شاہ کے اب تک تھے سر جھکائے آنکھوں سے اشک یوں تھے رواں جیسے سیل آئے
اللہ رے لحاظ دہن تک نہ آنے پائے جذباتِ دل کو دل ہی میں اپنے رہے دبائے
اب یہ کہا کہ اتنا شہِ دیں سمجھتا ہوں
اس موت کو میں شہد سے شیریں سمجھتا ہوں

٧١ اور موت بھی وہ موت کہ جو آج کے دن آئے جس کی عوض میں حق سے ہمیشہ کی زیست پائے
اللہ جام کوثر و تسنیم کے پلائے طوبیٰ کے سائے میں رہے میوہ جناں کے کھائے
مجھ سے تو کیا جہان سے بہتر سمجھتے ہیں
کل مرتبے شہیدوں کے سرور سمجھتے ہیں

٧٢ لابد ہے موت جس کا ہے ہر شخص کو یقیں امید زندگی کسی ذی روح کو نہیں
پھر کیوں نہ ایسے روز مرے یا امامِ دیں مرنے پہ جس کے مرنے لگیں کل فلک نشیں
موت آ کے رُو بیاں جسم کا میلا نہ کر سکے
مرنے پہ بھی نہ جامۂ ہستی اُتر سکے

۷۳ بابا کی روح خوش ہو جو میں آج آؤں کام   دیں اذن مجھ کو مرنے کا شاہِ فلک مقام
اب اشتیاقِ خلد میں ہے خواب و خور حرام   عرصے سے بہرِ مرگ کمر بستہ ہے غلام
جو حشر تک مٹے نہ میں وہ کام کر کے جاؤں
چھوٹے سے سن میں آج بڑا کام کر کے جاؤں

۷۴ حضرت کریں نہ میرے سن و سال کا خیال   واقف ہیں آپ جد ہیں مرے شیرِ ذوالجلال
رن کی زمیں کو خونِ عدو سے کروں گا لال   میداں میں دیکھئے گا مری تیغ کے کمال
کچھ کھیل ہے دلیر کے بچوں کا سامنا
کرتا ہے کون شیر کے بچوں کا سامنا

۷۵ کیوں روکتے ہیں آپ مجھے یا شہِ انام   محضر میں کیا شہیدوں کے داخل نہیں غلام
شہ نے کہا کڑھو نہ تم اے میرے لالہ فام   تم بھی ہو اور اصغرِ ناداں کا بھی ہے نام
جس کی نہیں نظیر یہ وہ بے زبان ہے
یہ فرد میری فردِ شہیداں کی جان ہے

۷۶ یہ سن کے اس غیور کو غیظ آیا ایک بار   رو کر کہا چچا سے کہ اے عمِّ نامدار
کیونکر شہید ہوگا یہ شش ماہہ شیر خوار   خیموں میں کیا ہمارے گھس آئیں گے نابکار
شہ نے کہا نہیں مرے ہمراہ جائیگا
ہاتھوں پہ میرے رن میں شہادت یہ پائیگا

۷۷ یہ کہتے کہتے شہ کو کچھ اس درجہ آیا پیار   چمٹا لیا کلیجے سے قاسم کو ایک بار
بھر آیا دل تو رونے لگے آپ زار زار   غم سے چچا بھتیجے ہوئے ایسے بے قرار
گر کر زمیں پہ ساکت و خاموش ہو گئے
قاسم کے ساتھ شاہ بھی بے ہوش ہو گئے

۷۸ ہشیار ہو کے ابنِ حسن روئے نوحہ گر   اک سمت جا کے خاک پہ بیٹھے جھکا کے سر
کچھ کہتے شہ سے اب کہاں جرأت تھی اسقدر   اک بار چونکے بازو کا تعویذ دیکھکر
پڑھنے کے بعد خوش ہوئے تقدیر پھر گئی
آنکھوں کے نیچے باپ کی تصویر پھر گئی

۷۹ تحریر لے کے باپ کی آئے قریبِ شاہ   سرور نے ڈالی کتبہ پہ اک یاس کی نگاہ
قاسم لرز گئے وہ بھری شہ نے سرد آہ   پھر رنگِ رخ بدل گیا حالت ہوئی تباہ
فرمایا گر خوشی ہے یہ مسموم بھائی کی
پوری کروں گا آرزو مظلوم بھائی کی

۸۰ رخصت دی بین نے خیمہ میں مادر کے پاس جاؤ   بے تاب ہو گی وہ ذرا صورت اسے دکھاؤ
بس رو چکے اب آنکھوں سے آنسو نہ یوں بہاؤ   چلتا ہوں میں بھی آؤ مرے ساتھ تم بھی آؤ
خیمہ میں جا کے کیا ہو خدا سے دعا کرو
آساں یہ مرحلہ ہو خدا سے دعا کرو

۸۱ خیمہ کے قرب جا کے جونہی شہ نے دی صدا   فضّہ نے بڑھ کے ڈیوڑھی کا پردہ اٹھا دیا
داخل ہوئے حرم میں جو مظلومِ کربلا   کُل بی بیوں نے شاہ کو مُجرا ادا کیا
منہ کو کلیجہ آ گیا خواہر کو دیکھ کر
شہ روئے حالِ زینبِ مضطر کو دیکھ کر

۸۲ شہ نے کہا کہ صبر سے لو کام اے بہن   خوشنود جس سے ہوتا ہے خلّاقِ ذوالمنن
چھٹنے نہ پائے مادرِ غمدیدہ کا چلن   ورثہ انھیں کا تمکو ملا ہے غم و محن
رونا بہت ہے جان نہ اس طرح کھوؤ اب
بیٹوں کو رو چکی ہو بھتیجے کو روؤ اب

۸۳ اب دہر میں ہو تم مری مادر کی یادگار   بس رو چکیں اٹھو کہ مرا دل ہے بیقرار
ابنِ حسن ہیں عازمِ میدانِ کارزار   اس غم میں صبر دے مری بھابی کو کردگار
جاتے ہیں آج قاسمِ مضطر جہان سے
اب مٹ رہا ہے نامِ برادر جہان سے

۸۴ ہمشیر اٹھو مادرِ قاسم کے پاس جاؤ   غم کا پہاڑ ٹوٹتا ہے یہ خبر سناؤ
مسند بچھا کے قاسمِ مضطر کو تم بٹھاؤ   بھابی کے سامنے انھیں نوشاہ سا بناؤ
جا کر یہ باغِ خلد میں لیں گے قرار آج
ہوں گے عروسِ مرگ سے یہ ہمکنار آج

۸۵ اب غم اٹھانے کی نہیں طاقت ذرا مجھے   مانگو دعا کہ صبر دے میرا خدا مجھے
کتبہ ملا برادرِ مرحوم کا مجھے   بھائی کے حکم سے بھلا چارہ تھا کیا مجھے
بھولوں گا مرتے دم نہ محبت کو بھائی کی
رد کرتا کس طرح میں وصیت کو بھائی کی

۸۶ یہ کہہ کے شہ نے خیمہ کے باہر رکھا قدم   یاں بیوہ حسن پہ گرا ایک کوہِ غم
سینہ پہ ہاتھ مار کے بولیں بصد الم   کیا مرنے جاتا ہے مرا فرزندِ ذی حشم
پہونچیں گے یہ تو گور کنارے جیوں گی میں
اب اس جہاں میں کس کے سہارے جیونگی میں

۸۷ اب زندگی میں کون مرا دستگیر ہے   وہ کوہِ غم گرا ہے کہ حالت تغیر ہے
امداد کا یہ وقت جناب امیر ہے   میں جانتی ہوں اب مری ہستی اخیر ہے
گھر کا چراغ مجھ سے بجھایا نہ جائیگا
فرزند کا یہ داغ اٹھایا نہ جائیگا

۸۸ ہے کون جو مدد کے لئے میرے پاس آئے   روٹھے ہیں بیوہ ماں سے یہ اپنی انھیں منائے
پوشاک نو کوئی مرے فرزند کو پنہائے   اس میرے مرنے والے کو دولہا ذرا بنائے
بھائی کے سر پہ آ کے وہ آنچل تو ڈال لیں
بہنوں سے کہہ دو حسرتیں دل کی نکال لیں

۸۹ ملنے عروس مرگ سے جس وقت جائیں گے　　پھر حشر تک پلٹ کے نہ یہ گھر میں آئینگے
میداں میں جا کے خون میں اپنے نہائینگے　　جلاد ان کو جام شہادت پلائینگے
اہل وفا سے داد وفا پائیں گے یہ ہاتھ
مہندی کی جا لہو سے رنگے جائینگے یہ ہاتھ

۹۰ زندہ رہوں میں عازم میداں ہو میرا لال　　اے کاش اس کے قبل مرا ہوتا انتقال
ان کے عوض میں قتل کریں مجھ کو بد خصال　　خوں اپنا میں نے دشمنوں کو کر دیا حلال
کرتی ہوں وعدہ خالق اکبر کے سامنے
میں چپ رہوں گی داور محشر کے سامنے

۹۱ قاسم ابھی نہ مرنے کو میداں میں جانے پائیں　　ارماں یہ میرے دل کا نکل لے تو رن کو جائیں
سب مل کے میرے سامنے دولہا انھیں بنائیں　　سہرے کے پھول چادر تربت کے کام آئیں
اس بے کسی کی موت پہ عبرت تو ہوئے گی
کچھ دیر تازہ قبر کی زینت تو ہوئے گی

۹۲ لٹتے ہیں کربلا کی زمیں پر وطن کے پھول　　پامال ہو رہے ہیں نبی کے چمن کے پھول
کھلنے نہ پائے قاسم گل پیرہن کے پھول　　مرنے پہ ہوں گے کیا مرے غنچہ دہن کے پھول
جس سے امید سایہ بھی کمھلا کے رہ گیا
یہ نخل آرزو مرا مرجھا کے رہ گیا

۹۳ جو درد ہے کلیجہ میں اس کو کسے دکھاؤں　　روکوں انھیں کہ آنسوؤں کی جا لہو بہاؤں
جو ہے وہ غمزدہ ہے کسے حال دل سناؤں　　کس طرح دست موت سے فرزند کو چھڑاؤں
بیوہ ہوں دکھ بھری ہوں اسیر محن ہوں میں
غربت بھی جس پہ روتی ہے وہ بے وطن ہوں میں

۹۴ بیٹا ذرا تم ہی کرو انصاف کی نظر　　دنیا میں کس طرح میں کروں زندگی بسر
آمادہ بہر مرگ ہو جب تم سا یوں پسر　　پھر جی کے کیا کرے بھلا یہ سوختہ جگر
ارمان اپنے پیروں سے اپنے کچل دوں میں
فطرت کو کس طرح سے الٰہی بدل دوں میں

۹۵ تم کتنے روز اس چمن دہر میں رہے　　پھر اس میں بھی ہزاروں یتیمی کے دکھ سہے
کھائی جو دل پہ چوٹ تو اشک آنکھوں سے بہے　　میں کس طرح سے چپ رہوں یہ بات کن کہے
دنیا میں بد نصیب ہوں برگشتہ بخت ہے
اے لوگو میری کوکھ اجڑنے کا وقت ہے

۹۶ یہ اذن مرگ مانگتے ہیں منہ سے کہوں کہاں　　لوگو بتاؤ ہے کوئی ایسی جہاں میں ماں
اللہ اس سے پہلے مری قطع ہو زباں　　یا اس کے قبل ٹوٹ پڑے مجھ پہ آسماں
مر جاؤں میں تو شوق سے میداں میں جائیں یہ
پیوند خاک ہو لوں میں تو سر کٹائیں یہ

بلبل کا حالِ زار گلِ تر سے پوچھئے — سوزِ نہاں کو عاشقِ مضطر سے پوچھئے
ہے کتنا گھاؤ قلب میں نشتر سے پوچھئے — بیٹے کی مامتا دلِ مادر سے پوچھئے ۹۷
حیرت ہو گر پسر کی محبت عیاں کروں
کس سے میں ایک آن کی خدمت بیاں کروں

اس غم میں اتنی بیوہ شبیر تھیں بیقرار — محشر تھا ایک خیمۂ سرور میں آشکار
ہر بی بی چیخیں مار کر روتی تھی زار زار — رن کی زمیں لرزتی تھی شیون سے بار بار ۹۸
ٹکرا کے ایک ساتھ صدا سب کی جاتی تھی
دیوار و در سے رونے کی آواز آتی تھی

ان بی بیوں کے بیچ میں قاسم تھے سر جھکائے — یوں اشک تھے رواں کبھی جسطرح سیل آئے
سوزِ نہاں سے خوف تھا دم اپنا گھٹ نہ جائے — آخر کو ڈرتے ڈرتے زباں پر سخن یہ لائے ۹۹
اماں ذرا شہادتِ اکبر کو دیکھئے
روتی ہیں کیوں مجھے علی اصغر کو دیکھئے

ان سب کا نام فردِ شہیداں میں ہے رقم — ہوگا سہ شعبہ تیر سے بچّے کا سر قلم
ہوں گے اگر نہ آج فدائے شہِ اُمم — بابا کو منہ دکھانے کے قابل رہینگے ہم ۱۰۰
شرمندہ ہوں گے شافعِ محشر کے سامنے
جائیں گے کس طرح سے پیمبر کے سامنے

بابا کرینگے آپ سے محشر میں یہ سوال — جب دشمنوں میں گھر گئی کل مصطفےٰ کی آل
اُس وقت تم نے مرگِ پسر کا کیا خیال — مظلوم بھائی پر مرے وارا نہ اپنا لال ۱۰۱
غالب تھا میرے رنج پہ آلام کا خیال
آیا نہ تم کو کچھ بھی مرے نام کا خیال

پیشِ خدا ہر ایک کے صدقے تو آج جائیں — اور آپ مجھ کو دامنِ الفت میں یوں چھپائیں
آئندہ زندہ رہنے کی تدبیر تو بتائیں — ہم بن کے بیوفا کسے دنیا میں منہ دکھائیں ۱۰۲
عزت نہیں ہے جینے میں ہرگز سوائے مرگ
خادم کو دودھ بخش کے دیجئے رضائے مرگ

ابنِ حسن کی باتوں کا ایسا ہوا اثر — ماں نے گلے لگا لیا بیٹے کو دوڑ کر
لے کر بلائیں بولی یہ، وہ سوختہ جگر — میں صدقے تیرے اس رُخِ زیبا کے اے پسر ۱۰۳
کس درجہ خوش بیاں ہو فصیح الکلام ہو
اللہ رکھے تم بھی تو ابنِ امام ہو

جو کچھ بھی تم نے مجھ سے کہا سچ ہے میری جاں — پر کیا کروں کہ قلب و جگر ہیں مرے تپاں
دوں اذن تم کو مرنے کا طاقت یہ ہے کہاں — میں لاکھ چاہتی ہوں پہ کھلتی نہیں زباں ۱۰۴
شبیر کا جو حال ہے وہ آشکار ہے
پر ماں کی مامتا سے جگر بیقرار ہے

۱۰۵ سرور پدر سے کم نہیں اے میرے نونہال — اکبر کی طرح تمکو سمجھتے ہیں اپنا لال
اللہ جانتا ہے مرا وہ کیا خیال — میں بیوگی کے بھول گئی رنج اور ملال
برتاؤ شہ نے وہ کئے مجھ خستہ تن کے ساتھ
بھائی بھی اس طرح سے نہ کرتا بہن کے ساتھ

۱۰۶ کیوں روکا تم کو جانے سے یہ میں نے کیا کیا — اس حال میں یہ شرط محبت سے دور تھا
فطرت کے ہاتھوں مجھ سے یہ سرزد ہوئی خطا — اب مرنے جاؤ حفظِ خدا میں تمہیں دیا
مجھ پر پہاڑ ٹوٹتا ہے غم کا کیا کروں
غربت میں انتظام میں ماتم کا کیا کروں

۱۰۷ اس دہرِ بے ثبات سے تم جاؤ میری جاں — ہے ہم سبھوں کا درپئے آزار آسماں
تقدیر لے کے جائیگی ہمکو کہاں کہاں — لو میں نے دودھ بخشا سدھارو سوئے جناں
چین اب ملے گا کب ہمیں دنیائے زشت میں
ہم ہوں گے قید خانہ میں اور تم بہشت میں

۱۰۸ کہنے کو یہ تو مادرِ غمدیدہ نے کہا — لیکن ہوا نہ ضبط کہ تھی ماں کی مامتا
دل میں اٹھی وہ ہوک کلیجہ پکڑ لیا — دردِ جگر نے اٹھ کے زمیں پر بٹھا دیا
پھر آہ کر کے ساکت و خاموش ہوگئیں
سونپا خدا کو کہہ کے یہ بیہوش ہوگئیں

مرثیہ

شہادتِ حضرت حُرؔ

مطلع

حُرؔ نے جب شاہ سے میداں کی اجازت چاہی

۱ حُرؔ نے جب شاہ سے میداں کی اجازت پائی پسر و عبد و برادر نے بھی رخصت پائی
بیچ کر جان رُوٹھے جب تو یہ قیمت پائی کہ ہر اک نے سندِ گلشنِ جنت پائی
کیسا آغاز سے بہتر ہوا انجام انکا
کہ لکھا ہے سرِ فردِ شہدا نام انکا

۲ کر کے تسلیم چلے چاروں جری با صد جاہ شاد و خرم ہے دلِ حُر کہ ہوئے راضی شاہ
تھا یہ فیضِ کرم و لطفِ شہِ عرش پناہ نہ رہی دل میں ذرا بھی خلشِ خارِ گناہ
ابرِ رحمت جو پیمبر کا نواسا نکلا
پھول کی طرح دلِ حُرؔ سے یہ کانٹا نکلا

۳ آیا نزدیک فرس کے جو حُرِ خوش کردار ہنہنانے لگا خوش ہو کے جری کا رہوار
نگہِ غیظ سے دیکھا سوئے فوجِ کفار کہہ کے یا حیدرِ صفدر ہوا گھوڑے پہ سوار
صدرِ زین پر حُرؔ با صدق و صفا بیٹھ گیا
صفحۂ قلب پہ یا نقشِ وفا بیٹھ گیا

۴ باگ لی حُر نے چلا رخش بصد جاہ و جلال دیکھنے والوں کو حیرت ہو وہ حسن اور وہ جمال
غیر ممکن ہے کہ سرعت کی ملے اس کے مثال کوششیں کرنے پہ بھی بڑھ نہ سکا وہم و خیال
دھیان میں بادِ صبا کو یہ نہیں لاتا ہے
کبھی تیزی میں تصور سے یہ بڑھ جاتا ہے

۵ یہ اگر غیظ میں کف اپنے دہن میں لائے شیر بھی سامنے اُس وقت نہ اسکے آئے
تنگ ہے دورِ جہاں اس پہ نہ کیوں گھبرائے ظلم ہے قید جو شیشے میں پری ہو جائے
پوری سرعت سے بڑھوں دھیان یہ جب آتا ہے
حدِ دنیا نظر آتی ہے تو رُک جاتا ہے

۶ کبھی آہو کبھی یہ اسپ چکارہ بن جائے ہو جو اونچا یہ زمیں سے کبھی تارہ بن جائے
گاہ ہو آبِ رواں گاہ شرارہ بن جائے حدتِ غیظ جو بڑھ جائے تو پارہ بن جائے
سوئے دشمن جو بڑھے سیلِ فنا کی مانند
پھر نہ روکے سے رُکے حکمِ قضا کی مانند

۷ ناز کرتا ہے کبھی یہ بتِ مہرو کیطرح کبھی بل کھاتا ہوا بڑھتا ہے گیسو کیطرح
بھرنے لگتا ہے طرارے کبھی آہو کیطرح کبھی ہمراہ ہوا چلتا ہے خوشبو کیطرح
اور گھوڑوں سے ہیں انداز نرالے اسکے
اس پہ ہیں شیفتہ سب دیکھنے والے اسکے

۸ وہ سبک رو ہے گزر ہو جو سرِ آب اس کا نہ ملے ساغرِ معکوس حبابِ دریا
باغ میں گو یہ چلے تیز ہوا سے بھی سوا خندۂ گل نہ زیادہ ہو نہ جاگے سبزہ
اس کے چلنے پہ گماں ہو کہ پری چلتی ہے
یا کہ گلشن میں نسیمِ سحری چلتی ہے

۹ عقل حیراں ہے کہ اِس رخش کو اب کیا کہئے — وہ جبیں صاف جیسے چاند کا ٹکڑا کہئے
چشمِ مخمور جبیں ساغرِ صہبا کہئے — یال وہ یال جسے زلفِ چلیپا کہئے
کان ہیں یا کہ صدف سب کو یہی دھوکا ہے
تھوتنی وہ کہ ہے کہ کھِلتا ہوا اک غنچہ ہے

۱۰ سینہ رہوار کا چوڑا ہے تو گردن ہے دراز — قدِ موزوں وہ کہ جس پر حرِ غازی کو ہے ناز
دال ہیں اس کی اصالت یہ سب اسکے انداز — جنگ میں رہتا ہے راکب کا رفیق و دمساز
حملہ ور کوئی عدو حُر پہ اگر ہوتا ہے
آگے بڑھ کر یہ فرس سینہ سپر ہوتا ہے

۱۱ برق رفتار ہے چلنے میں جری کا توسن — چوکڑی بھولتے ہیں اس کے طرارے سے ہرن
ہے وہ ٹاپوں کی صدا بول رہا ہے سب رَن — متزلزل ہے زمیں کانپ رہے ہیں دشمن
سُن کے آواز گراں گوش ہوئے جاتے ہیں
اشقیا خوف سے بے ہوش ہوئے جاتے ہیں

۱۲ شیر دل جنگ کے میداں میں ہے حُر کا رہوار — آگے بڑھ کے نہ ہٹے جو کبھی ایسا جرّار
امتحاں اچھی طرح دے چکا ہے سیکڑوں بار — کبھی جھجکے نہ یہ گھمسان کی ہو گو پیکار
مثلِ ضیغم کے ہے مضبوط ارادہ اِسکا
قصدِ راکب کا ہے جو ہے وہی جادہ اِسکا

۱۳ مثلِ شہباز کے اڑتا ہوا جاتا ہے فرس — شیر کے ہمہمہ سے ملتی ہے آوازِ نفس
چوم لوں پاؤں رہی دل میں ہوا کے یہ ہوس — پاس میداں کے پہنچ کر کہا غازی نے کہ بس
یوں رُکا سُن کے صدا جیسے قدم جم جائے
یا کہ چلتی ہوئی اک بار ہوا تھم جائے

۱۴ ٹھیرا میدان میں پہنچ کر جونہی حُر کا رہوار — گرد سے رُخ کو کیا پاک جری نے اکبار
غیظ سے شیر نے دیکھا سوئے فوجِ کفار — نیچی نظریں کئے یہ کہہ کے ہٹے نا ہنجار
خیر جانوں کی نہیں اب کہ دلیر آ پہنچا
شیر دل کانپتے ہیں جس سے وہ شیر آ پہنچا

۱۵ حُر نے آواز دی لے کر پسرِ سعدؔ کا نام — ہے کدھر سامنے آئے مرے وہ بد انجام
عبدِ شبیر ہوں حجت مجھے کرنی ہے تمام — ہیں مرے پیشِ نظر جملہ اصولِ اسلام
پیشقدمی مجھے اس واسطے منظور نہیں
سبقت جنگ میں اسلام کا دستور نہیں

۱۶ یہ شرف آج مجھے خدمتِ سرور سے ملا — لوٹتا ہے مرے قدموں پہ جناں کا سایہ
حُر مرا نام تھا آزاد جہنم سے ہوا — رحمتِ حق مجھے بڑھ بڑھ کے یہ دیتی ہے صدا
زحمتیں ختم ہوئیں اب ابدی راحت ہے
لے یہ کوثر ہے یہ تسنیم ہے یہ جنت ہے

میں کجا اور کجا وصف شہنشاہ جلیل — ذات پاک شہ دیں ذات خدا پر ہے دلیل
۱۷ صورت احمدؐ و حیدرؑ رہیں دو عالم کے کفیل — چاہیں تو آگ بھی گلزار ہو مانند خلیل
یہ ہے کیا ابر غضب دامن رحمت ہو جائے
حکم دیں گر یہ جہنم کو تو جنت ہو جائے

کیا نہیں اے پسر سعد تجھے اس کی خبر — وصف شبیر کیا کرتے تھے خود پیغمبر
۱۸ انتہا اس سے محبت کی عیاں ہے سب پر — ان پہ قرباں بخوشی کر دیا حضرت نے پسر
قول احمدؐ ہے خدا کا ہے وہ پُرفن دشمن
انکا ہر دوست مرا دوست ہے دشمن دشمن

ذات یہ وہ ہے کہ ہے جس کا زمانہ محتاج — جس کو اللہ نے بخشا ہے خلافت کا تاج
۱۹ دین و مذہب کو شریعت کو دیا جسنے رواج — مجھ کو آزاد کیا رکھ لی مرے نام کی لاج
روح عصیاں کے تصور سے جو گھبرائی تھی
نام بتلانے میں پہلے مجھے شرم آئی تھی

فاطمہ سیدہ کونین کی ہیں ماں ان کی — دم محبت کا تھے بھرتے شہ مرداں انکی
۲۰ ضد اٹھاتے تھے نبیؐ خاصۂ یزداں ان کی — خاطریں کرتا تھا خود خالق سبحاں انکی
تھا یہ رتبہ جو کبھی آنکھ میں آنسو آیا
سمٹی فوراً ہی زمیں بچۂ آہو آیا

ان کے اوصاف کو درکار ہے خالق کی زباں — ان کے مداح ہیں توریت و زبور و قرآں
۲۱ سایہ میں رحمت خالق کے ہوتے ہیں یہ جواں — ان کی ہر بات پہ راضی ہے خدائے دوجہاں
بے طلب مل گئی جب حق سے امامت انکو
ضد اگر کرتے تو مل جاتی نبوت ان کو

ان کو میراث میں ہے زور خداداد ملا — ہیں یہی دست علیؑ دست نبیؐ دست خدا
۲۲ تو ہے کیا چیز لعیں اور تری یہ فوج ہے کیا — ابھی چاہیں تو بدل دیں یہ جہاں کا نقشا
ان کے سب اہل زمیں اہل فلک تابع ہیں
انس و جن پر نہیں موقوف ملک تابع ہیں

ہے اگر کچھ بھی بصیرت تجھے او دشمن دیں — تو نہ ترجیح دے جنت پہ حکومت کو لعیں
۲۳ بے ثباتی جہاں کا ہے ہر اک شے سے یقیں — نقش بر آب ہے واللہ ہر اس کا مکیں
ہیں کہاں نام و نشاں والے حکومت والے
نہ غریب اور نہ دنیا میں ہیں دولت والے

قتل شبیر سے بتلا تجھے ہاتھ آئے گا کیا ؟ — او ستمگر پئے حق رکن امامت نہ گرا
۲۴ حشر میں سامنا جس وقت نبیؐ کا ہو گا — شرم سے سر نہ اٹھے گا ترا اسدم بخدا
جب یہ پوچھیں گے ولی ابن ولی کو مارا
کیوں لعیں تو نے حسینؑ ابن علیؑ کو مارا

٢٥ کیا خطا تھی مرے بچے کی بتا او ظالم
تو نے کس جرم پہ سر اسکا کیا تن سے قلم
پہلے مہمان بلایا گئے پھر طرفہ ستم
بھوکا پیاسا اسے رکھا مع اطفال و حرم
بے گناہوں پہ ذرا رحم نہ آیا ظالم
تو نے مرقد میں مرے مجھکو رلایا ظالم

٢٦ وا ابھی تک در توبہ ہے ذرا سوچ لعیں
کام لے عقل سے چل خدمت شہ میں بیدیں
نہ کریں عفو خطا تیری یہ وہ ذات نہیں
بخدا رحم مجسم ہیں شہ عرش نشیں
جد کے ورثہ میں انھیں رحم ہی ہاتھ آیا ہے
تو تو تو شمر سے ظالم پہ ترس کھایا ہے

٢٧ دور کیوں جائے کوئی ذکر ابھی ہے کل کا
جاں بلب پیاس کی شدت سے رسالہ تھا مرا
خلف ساقی کوثر نے جوں ہی یہ دیکھا
پانی ہر اک کو پلایا مری جاں ان پہ فدا
باقی رہتا نہ کسی ایک کا دم میداں میں
گر برس جاتا نہ یہ ابر کرم میداں میں

٢٨ جانور تک مرے مولا کے ہیں ممنون کرم
پانی پی پی کے فرس چومتے تھے شہ کے قدم
ہو کے سیراب دعائیں تھیں یہ سب کی باہم
تا قیامت رہے قائم مرے مولا کا حشم
بحر کی طرح سے میداں میں بہایا پانی
ابن طعان کو تو خود ہی پلایا پانی

٢٩ دیں جواب اس کا مجھے میرے رسالے والے
کس نے امداد کی جانوں کے پڑے جب لالے
ان کی ان باتوں نے ڈالے ہیں جگر میں چھالے
اپنے محسن پہ اٹھاتے ہیں ستمگر بھالے
ہوش میں لاؤنگا سمجھا کے میں بے ہوشوں کو
سامنے لا تو ان احسان فراموشوں کو

٣٠ تو سمجھتا ہے مجھے آج عدو اپنا لعیں
میں ترا دوست ہوں دکھلاتا ہوں تجھکو رہ دیں
ہے ابھی وقت جو بے توبہ قضا آئی کہیں
سخت ہو جائیگی پھر تجھ پہ سوا گز ہی زمیں
تیری میت پہ عذابوں کی وہ شدت ہوگی
دیکھنے والوں کو تربت تری عبرت ہوگی

٣١ گھیرے گا تجھے یوں قہر خدائے قہار
شعلے اٹھیں گے لحد سے جو زمیں دیگی فشار
آتشیں گرز سر کبر کو دینگے نہ قرار
جسم ناپاک ترا کھائیں گے سب عقرب و مار
اپنے افعال پہ نادم ہو ذرا ڈر ظالم
ایک دن مرنا ہے کچھ خوف خدا کر ظالم

٣٢ حر کی تقریر میں تھا آج کچھ اس درجہ اثر
قلب ظالم کو ہر اک لفظ بنا تھا نشتر
دل کے ٹھیرانے کو افواج پہ کی اس نے نظر
ہٹ کے ظالم نے جری سے یہ کہا ڈر ڈر کر
زندگی میں تو مجھے رے کی حکومت ہوگی
بعد مرنے کے کہیں دوزخ و جنت ہوگی

۳۳ کچھ سوا اس کے بن آیا جو نہ ظالم کو جواب   بل پہ فوجوں کے لعیں کھانے لگا پیچ و تاب
زد سے پھر ہٹ کے کیا اس نے ہر اک سے یہ خطاب   خاک اور خوں میں ملا دو حرِ غازی کا شباب
غازیو وقت غنیمت ہے نہ ٹلنے پائے
دام میں شیر پھنسا ہے نہ نکلنے پائے

۳۴ نہ ابھی ختم ہوئی تھی یہ لعیں کی تقریر   لشکرِ شر سے بہادر پہ چلے پیہم تیر
تن کے دیکھا حرِ غازی نے سوئے فوجِ شریر   سورۂ فتح کو دم کر کے نکالی شمشیر
تیغ کیا نکلی کھلا حکمِ خدا کا دفتر
ملک الموت چلے لے کے قضا کا دفتر

۳۵ لشکرِ شر میں در آیا جونہی حرِ دیندار   فوج کو آگے بڑھا کر ہٹے پیچھے سردار
سرنگوں اس سے نشاں کر دئے سب نے یکبار   کہیں ایسا نہ ہو پہچان لے وقتِ پیکار
نامور خود ہے تو ہے نام و نشاں کی دشمن
تیغِ غازی ہے علمداروں کی جاں کی دشمن

۳۶ ایک غازی پہ امنڈ آیا جو سب لشکرِ شر   حر نے حملہ کیا یا فاتحِ خیبر کہہ کر
ہوش کی طرح لعینوں کے لگے اڑنے سر   دور استادہ تھے انگشت بدنداں افسر
خود ہی مدہوش تھے جب ہوش میں لاتے کیونکر
فوج والوں کا بھلا دل وہ بڑھاتے کیونکر

۳۷ جاگزیں دل میں جو تھا خوفِ حرِ عالیجاہ   نظریں اٹھتی نہ تھیں تھرا رہے تھے پائے نگاہ
حر کے جب سامنے آ کر کوئی بھاگا گمراہ   کہا لا حول و لا قوۃ الا باللہ
بھاگنے والوں کو دیکھا کیا مڑ کر غازی
مسکرایا کبھی منہ پھیر کے ان پر غازی

۳۸ حملے کرتا تھا جو بڑھ بڑھ کے یمین اور یسار   قلب مجروح تھے اور بھاگ رہے تھے کفار
برق سے کم نہ کسی طرح تھی حر کی تلوار   جس سے مس ہو گئی زندہ نہ رہا وہ مکار
تڑپا اور نار میں دم توڑ کے پہنچا ناری
جسم جلتا رہا خود ہو گیا ٹھنڈا ناری

۳۹ سر کسی کا کسی مکار کا کاٹا بازو   اس کا سینہ کیا مجروح تو اس کا پہلو
تیغِ غازی میں ہے معشوق کی اتنی خوبو   پہلے ملتی ہے گلے لیتی ہے پھر جانِ عدو
نہ کبھی بیٹھ کے یوں صاحبِ ہمت اٹھے
جس جگہ بیٹھے بپا کر کے قیامت اٹھے

۴۰ کرے اس تیغ کی تعریف کوئی ہے یہ محال   رخِ معشوق پہ ابرو ہے فلک پر ہے ہلال
روح کو تن سے جدا کرنے میں ہے اسکو کمال   ملتی جلتی ہے زمانہ سے بہت اس کی چال
چل کے لاکھوں کا کیا دم میں صفایا اس نے
تفرقہ ڈال کے ہنستوں کو رلایا اس نے

۴۱ شک نہیں دشمنِ اربابِ جفا ہے شمشیر ضو سے آئینۂ تصویرِ فنا ہے شمشیر
جانِ اعدا کے لئے پیکِ قضا ہے شمشیر کس طرح پائیں اماں قہرِ خدا ہے شمشیر
یہ عزوبد آج مٹا دے گی ہر اک جاہل کا
فیصلہ کرنے کو نکلی ہے حق و باطل کا

۴۲ رہی ہر جنگ میں یہ حرِ جری کی دمساز حر تو حر دشمنوں کو بھا گئے اسکے انداز
سامنے اس کے جھکاتے ہیں عدو فرقِ نیاز آج تک اہلِ جہاں پر نہ کھلا اسکا راز
صاف منہ رہتا ہے گو خونِ عدو پیتی ہے
کون کہہ سکتا ہے یہ تیغ لہو پیتی ہے

۴۳ صاف ہے آئینہ کی طرح جو تیغِ صفدر چھوٹ سے اس کے ہے میداں میں بپا اک محشر
چلنے پھرنے میں چمکتے ہیں جو اس کے جوہر ہے گماں یہ کہ زمیں پر اتر آئے اختر
دیکھنے والے یہ چلائے کہ آفت آئی
دن کو تارے نظر آتے ہیں قیامت آئی

۴۴ حر کی شمشیر سے اک حشر ہے میداں میں بپا بھاگ پھرتے ہیں چاروں طرف اربابِ جفا
آئی شامت جو کوئی سامنے اس کے آیا ساتھ ہی ساتھ آگئی تکتی ہوئی ظالم کو قضا
اونچی اس سمت جری کی جوں ہی شمشیر ہوئی
موت فوراً ہی ستمگر سے بغل گیر ہوئی

۴۵ ناریوں کے قفسِ جسم کو اس نے توڑا طائرِ جانِ عدو کو نہ سلامت چھوڑا
سب کو دکھلا گئی رنگ اپنا یہ تھوڑا تھوڑا کہہ کے یہ دشمنوں نے سوئے سقر منہ موڑا
مانا گو آج بہت موردِ بیداد ہوئے
جان کو بیچ کے صد شکر ہم آزاد ہوئے

۴۶ غل ہے ہر سمت مفر تیغ سے پاؤ بھاگو یہ بلا دوسروں کے سر سے لگاؤ بھاگو
زد پہ اس کی نہ کسی طرح سے آؤ بھاگو عقلمندی ہے یہی جان بچاؤ بھاگو
نور آنکھوں میں ہے گر مہر بھی تابندہ ہے
آپ زندہ ہیں تو بس سارا جہاں زندہ ہے

۴۷ جاں سلامت ہے تو ہیں نوکریاں ایسی ہزار یہی نا لوگ کہیں گے کیا میداں سے فرار
ہاتھ کیا آئے گا جاں دے کے اگر کی بیکار یہ تو ظاہر ہے کہ لبودا ہے ہمارا سردار
وہ چھپا بیٹھا ہے امداد بھلا کیا دیگا
خود ہی نامرد ہے وہ داد بھلا کیا دیگا

۴۸ برشِ تیغ ہے یا قہرِ خدائے متعال قلب زخمی کئے دیتا ہے فقط جس کا خیال
لڑتا غازی سے نہ تھی یہ کسی ظالم کی مجال جنگ کا دم تھا کہاں سانس کا لینا تھا محال
منتظر موت کے تھے گور کنارے لاکھوں
ہچکیاں لے رہے تھے تیغ کے مارے لاکھوں

٤٩ تیزیٔ تیغ سے ٹھنڈے ہوئے کفار کے جوش — بچ گئے صاف جو پہلے سے ہوئے تھے روپوش
بھاگتے پھرتے تھے ہر سمت کو اسلام فروش — گر کے گھوڑے سے ہوتے جاتے تھے ظالم بیہوش
پوچھتا تھا جو کوئی کیوں انھیں غش آیا ہے
موت کہتی تھی کہ تلوار کا پھل کھایا ہے

٥٠ صارمِ حر نے کبھی نیزہ و خنجر کاٹے — اور کبھی ہاتھ ستمگاروں کے بڑھکر کاٹے
پیشتر قلب کے ملعونوں کے بکتر کاٹے — کبر و نخوت سے جو اونچے تھے وہی سر کاٹے
کر کے چورنگ زمیں میں جو اتر جاتی ہے
سجدۂ شکر یہ ہر بار بجا لاتی ہے

٥١ سیکڑوں تیغ سے بسمل ہیں تو لاکھوں بیجاں — شامیوں کو کسی صورت سے نہیں ملتی اماں
گرم اور تند ہوا تیغ کی ہے رن میں رواں — زرد چہرے ہیں لعینوں کے کہ ہیں برگِ خزاں
اسطرح جنگ میں کفار کے سر گرتے ہیں
جیسے آندھی میں درختوں سے ثمر گرتے ہیں

٥٢ دست پاچہ ہیں لعیں دیکھ کے حُر کی پیکار — قلب قابو میں نہیں کانپ رہے ہیں کفار
رعشہ ہاتھوں میں ہے کسطرح سنبھالیں تلوار — تیغ تو تیغ نہیں رکتی لجام رہوار
گھوڑے منہ زوری جو کرتے ہیں تو گھبراتے ہیں
کیا رکیں ان سے فرس خود یہ گرے جاتے ہیں

٥٣ تاقیامت رہے گا یاد یہ غازی کا جہاد — بُرّش تیغ سے ہے رن میں صدائے فریاد
حملے کرتا ہے جو تن تن کے حُرِ نیک نہاد — تخت پر کانپنے لگتا ہے اُدھر ابنِ زیاد
قصر پر اپنے جو بجلی کی چمک دیکھتا ہے
باہر آ آکے لعیں سوئے فلک دیکھتا ہے

٥٤ ڈر کے ایک ایک سے کہتا ہے یہ وہ بد انجام — آسماں پر نہیں اس وقت کہیں ابر کا نام
برق کی پھر یہ چمک کیسی عجب کا ہے مقام — جوڑ کر ہاتھوں کو یوں کرتے ہیں یک اس سے کلام
ہمکو معلوم ہے خوب اس میں ذرا فرق نہیں
ہے یہ تیغِ حُرِ غازی کی چمک برق نہیں

٥٥ تیغ غازی میں جو ہیں برق کے اوصاف آئے — اس لئے بھاگتے پھرتے ہیں لعیں گھبرائے
گرچہ ڈھالوں کے ہیں میدان میں بادل چھائے — پر نہیں ممکن اماں گر کوئی اس سے پائے
آج بدلی ہوئی ہے تیغ سے حالت ان کی
یوں برستا ہے لہو جیسے گھٹا ساون کی

٥٦ ساقیا آج پلا سایہ میں تیغوں کے شراب — خوف کس بات کا لا جام و صبو رن میں شتاب
جنگ ہوتی رہے چلتا رہے دورِ مئے ناب — جوش غازی بڑھے کفار ہوں جل جل کے کباب
لطف ہو گر ہوں یہ دو کام برابر ساقی
میں پیوں جنگ کرے حُرِ دلاور ساقی

ساقیا مجھکو ہے عادت اسی بادہ کی مدام   شام سے صبح تک اور صبح سے لیکر تا شام
۵۷ اسی بادہ کا پیا کرتا ہوں میں جام پہ جام   مجھکو تسنیم سے مطلب ہے نہ کوثر سے کام
خلد سے تیری عنایت کی نظر بہتر ہے
تو پلادے مجھے جو بادہ وہی کوثر ہے

ساقیا صبح دمسا جاہ و حشم تیرا بڑھے   رونق میکدہ افزوں ہو خدم تیرا بڑھے
۵۸ حق اسی سمت ہے جس سمت قدم تیرا بڑھے   جانب دست طلب دستِ کرم تیرا بڑھے
تو نہ مانع ہو تو الفت کے اثر سے کھنچ آئے
مئے کوثر مرے ہر تارِ نظر سے کھنچ آئے

ساقیا روکوں گا کب تک میں بھلا اپنا جوش   بیٹھا ہوں تیری سخاوت کے بھروسہ پہ خموش
۵۹ نگہ لطف سے دیکھ اب ترے صدقہ مینوش   ایک چھینٹے میں بنا دے مجھے ایسا بیہوش
شور محشر نہ فرشتوں کی صدا سے چونکوں
ہاں جو چونکوں ترے دامن کی ہوا سے چونکوں

ساقیا تیری سخاوت کی ہے ہر سمت پکار   ایک روٹی کے لئے بخشدی اونٹوں کی قطار
۶۰ آج تو اتنا چھکا دے مجھے میں تیرے نثار   تا قیامت رہوں میں تیری وِلا میں سرشار
کوثر آجائے وہ رکھتا ہوں میں دل سینے میں
تو پلانے میں نہ کم ہے نہ میں کم پینے میں

شک نہیں اس میں ترے پاؤں کی روندی ہوئی خاک   حق کے نزدیک ہے رتبہ میں بسان افلاک
۶۱ جب نبی کہہ چکے پھر کہتے ہیں ہے کیا مجھے باک   جس سے یہ مَس ہو گنا ہوں سے وہ ہو جائے پاک
لے گئی کھینچ کے دوزخ سے یہ قوت حُر کو
کون کہہ سکتا تھا ملجائے گی جنت حُر کو

بدھے اس مئے میں قناعت کے ہے مذہب پہ جور   ہاتھ تیرا جو رکے میں کہوں منت سے کہ اور
۶۲ بات پردے کی بھی کھل جائے اگر دیکھیں بغور   شبِ معراج اسی مئے کے چلے پیہم دور
ساتھ محبوب کے منظور جو مے خواری تھی
عرش پہ اس لئے احمدؐ کی طلبگاری تھی

ہے یہ بخشش کی سند رحمتِ یزداں ہے یہ مئے   رکن اسلام ہے اور معنیٔ قرآں ہے یہ مئے
۶۳ میرا مذہب مرا دیں اور مرا ایماں ہے یہ مئے   روح کو اس سے تعلق ہے رگِ جاں ہے یہ مئے
جب نہ ہاتھ آئے یہ مئے بس وہی مرجانا ہے
موت اور زلیست کا میری یہی پیمانہ ہے

ساقیا تیری مئے عشق ہے ایمان کا راز   میکشوں پہ ہے درِ لطفِ خدا ہر دم باز
۶۴ وہی مومن ہے کہ جس کا ہو یہ بادہ دم ساز   درحقیقت ہے یہی جزوِ اذاں جزوِ نماز
پیش حق یوں تری الفت کا میں دم بھرتا ہوں
پنجگانہ میں اسی مئے سے وضو کرتا ہوں

٦٥ ترک اس مے کا ہے احکامِ الٰہی سے عدول   اس کے تارک سے نہ راضی ہے خدا اور نہ رسول
دوزخی ہے وہی بس جس کو نہیں مے پہ حصول   اس کی توبہ نہ ہوئی ہے نہ کبھی ہوگی قبول
فائدہ دیگی نہ کچھ اس کی عبادت اسکو
کبھی مڑ کر بھی تو دیکھے گی نہ رحمت اسکو

٦٦ ساقیا دہر میں اللہ کا ہمنام ہے تو   شاہد اسلام ہے خود سابق الاسلام ہے تو
باعثِ عزّ حرم کا سرِ اصنام ہے تو   بیشۂ جنگ کا سمجھا ہوا ضرغام ہے تو
لافتیٰ شانِ شجاعت میں تری آیا ہے
تو نے کرّار کا احمدؐ سے لقب پایا ہے

٦٧ تیرا کیا ذکر ہے واللہ تو ہے شیروں کا شیر   تو نے جو جنگ کی اس میں نہ ہوئی فتح میں دیر
تیرے میخواروں کو بھی حق نے کیا ہے وہ دلیر   ایک ایک ان میں کا ہوتا نہیں لاکھوں سے زیر
کربلا دور نجف سے نہیں خود آکر دیکھ
جنگ میں حُر دلاور کے ذرا تیور دیکھ

٦٨ آستیں الٹے ہوئے رخ سے عیاں رعب و جلال   ہاتھ دھوئے ہوئے جینے سے ہے مصروفِ جدال
غیظ بڑھتا ہے جو آتا ہے شہِ دیں کا خیال   بھوکا پیاسا ہے کئی روز سے احمد کا لال
آنکھیں روتی ہیں ہیں لہو اشک فشانی کی طرح
خونِ کفار بہا دیتا ہے پانی کی طرح

٦٩ جنگ میں ہے حرِ دیندار کو اس بات کی کد   کسی صورت سے عدوئے شہ والا ہوں رد
جان کو بیچ کے اس واسطے لڑتا ہے اسد   فرض سمجھے ہوئے ہے دل سے شہ دیں کی مدد
خود شہیدوں کے مراتب کو جو پہچانتا ہے
آج کی موت حیات ابدی جانتا ہے

٧٠ حُر کو مرنے کا نہ کچھ خوف نہ جینے کا ہے پاس   خوں میں ڈوبا ہوا ہے پہ نہیں چہرے پہ ہراس
وہی تیور وہی کس بل وہی پہلے سے حواس   یاد کرتا ہے عطش شہ کی اگر بڑھتی ہے پیاس
سوئے دریا نہ گیا تھی یہ حیاداری حُر
ہے رقم صفحۂ عالم پہ وفاداری حُر

٧١ تیغ کھینچے ہوئے اس شان سے حُر کرتا ہے جنگ   پہلوانِ روم و رَے و شام کے ہیں دیکھ کے دنگ
سوئے غازی جو لعیں پھینکتے ہیں تیر و تفنگ   خون میں غرق ہے دریائے شجاعت کا نہنگ
جوش بڑھ جاتا ہے کیا قصد دلاور بدلے
جب کوئی زخم لگا شیر کے تیور بدلے

٧٢ ایڑ دی حُر نے تو رہوار نے سمجھا کوڑا   لشکرِ شام میں غازی کا در آیا گھوڑا
تیغ تھی فرق پہ دشمن نے جونہی منہ موڑا   کاستہ سر پہ گری کبر کا مخزن توڑا
تیغ و رہوار نے دشمن کا برا حال کیا
اک نے چو رنگ کیا ایک نے پامال کیا

۷۳ حُر کی تلوار سے میدان پہ تصویرِ قضا — چار سُو دشمنوں پر چل رہے ہیں تیرِ قضا
بگڑی کفار کی اور بن گئی تقدیرِ قضا — جو گرا پڑ گئی بس پاؤں میں زنجیرِ قضا
نہ رہائی کی کسی طرح سے تدبیر ہوئی
قیدِ ہستی سے چھٹا موت گلوگیر ہوئی

۷۴ حملہ آور ہے جو ہر سمت کو حُرِ جانباز — طائرِ روحِ عدو کرتے ہیں پیہم پرواز
تیغ نے کھول دئے ہستیِ کفار کے راز — جس پہ تلوار پڑی منہ سے نہ نکلی آواز
دیتا ہے زخمیوں کو گو کہ سہارا پانی
مانگ سکتا نہیں اس تیغ کا مارا پانی

۷۵ دیکھا سرداروں نے جس وقت لڑائی کا یہ طور — زور کس طرح گھٹے حُر کا کیا اس پر غور
مشورہ کر کے یہ آپس میں صدا دی فی الفور — فوج والو بڑھو اور باندھ لو اک اپنا دور
گھیر کے چاروں طرف سے اسے مجبور کرو
کسی تدبیر سے اس شیر کو محصور کرو

۷۶ لیجئے گھر گیا ہر چار طرف سے جرّار — پاس اور دور سے چلنے لگے غازی پر وار
ایک یہ شیر مقابل میں ہزاروں کفار — بڑھا آگے تو عقب سے پڑی سر پہ تلوار
پشت پر ڈھال اگر رکھی ہوا رُو زخمی
اک بچایا تو ہوا دوسرا پہلو زخمی

۷۷ اُتنا ہی ضعف بڑھا جتنا بہا تن سے لہو — کس طرف جائے جری گھیرے ہیں ہر سمت عدو
شیر کو دیکھ کے زخمی یہ صدا ہے ہر سو — بڑھ کے یوں وار کرو دونوں قلم ہوں بازو
ہاتھ ہوں قطع تو کیا جنگ کریگا غازی
گر کے رہوار سے بے موت مریگا غازی

۷۸ اب نہیں جنگ کی مطلق حُرِ غازی میں تاب — ہاتھ قابو میں نہیں ضعف سے حالت ہے خراب
دے چکا زور بہادر کا بہادر کو جواب — ہے تپاں قلب و جگر پیاس سے مثلِ سیماب
پشت و سر صدر و کمر چُور نظر آتا ہے
شیر روباہوں میں محصور نظر آتا ہے

۷۹ اب بھی اس حال میں جس سمت کو بڑھتا ہے جری — اُس طرف شامیوں میں پڑتی ہے اک ہلچل سی
دُور سے تیر بہادر پہ لگاتے ہیں شقی — صدر سے پشت زیادہ ہے جری کی زخمی
سامنے سے نہیں ہوتے ہیں جری پر حملے
دل میں ڈر ہے تو لعیں کرتے ہیں چھپ کر حملے

۸۰ لیجئے سر پہ پڑا گرز جری تیورایا — ضعف زائد ہوا آنکھوں میں اندھیرا چھایا
اپنے اندام میں غازی نے جو رعشہ پایا — دیکھ کر سوئے فلک آہ کی اور فرمایا
زندہ رہتا تو ادا کرتا رفاقت شہ کی
موت کے ہاتھوں نہ کچھ کر سکا خدمت شہ کی

پشت رہوار پہ یہ کہہ کے بہادر سنبھلا فرق چوپارہ کو رومال سے کس کر باندھا
٨١ چاہتا تھا کہ لعینوں سے کرے بڑھ کے وغا کہ پڑا تیر کے ہمراہ جگر پر نیزہ
آیا جب غش تو سنبھل سکتا تھا کیونکر غازی
ہے غضب گر پڑا گھوڑے سے زمیں پر غازی

گرتے گرتے یہ صدا دی مرے مولا مدد دے بہرِ احمدؐ پئے حیدر پئے زہرا مدد دے
٨٢ وقت امداد ہے اے سید و آقا مدد دے دم لبوں پر ترے خادم کا ہے شاہا مدد دے
آپ آجائیں تو پوری مری حسرت ہو جائے
آخری وقت میں اک بار زیارت ہو جائے

سن کے آواز یہ بے ساختہ سرور دوڑے قاسم و عون و محمد علی اکبر دوڑے
٨٣ شیر کی طرح سے عباس دلاور دوڑے تیغیں کھینچے ہوئے سب ناصر و یاور دوڑے
شہ کو اس واسطے جانے میں بہت عجلت ہے
لاش پامال نہ ہو حُر کی بڑی ذلت ہے

دیکھ کر شیروں کو آتے ہوئے کفار ہٹے مثل روباہوں کے دب دب کے ستمگار ہٹے
٨٤ جنگ جو بنتے تھے جو جو دمِ پیکار ہٹے اپنی فوجوں سے یہ کہتے ہوئے سردار ہٹے
ان کی تلواریں اگر کھنچ گئیں آفت ہوگی
چھوڑ دو میت حُر ورنہ قیامت ہوگی

فوجیں سب ہٹ گئیں میداں میں آقا پہنچے نزع میں حُر تھا جہاں سید والا پہنچے
٨٥ شہ کے ہمراہ اعزا و احبا پہنچے شاہ نے دی یہ صدا حُر کو کہ ہم آ پہنچے
بھائی کچھ ہم سے وصیت کرو منہ سے بولو
ہوں میں استادہ بڑی دیر سے آنکھیں کھولو

حُر نے آواز پہ شبیر کے یہ رو کے کہا آپ کے اس کرم و لطف کے خادم ہو فدا
٨٦ اور کچھ فکر نہیں رنج فقط ہے اس کا کیا کہوں کچھ نہ ہوا آپ کا حق مجھ سے ادا
میں نے قید آپ کو اور موردِ بیداد کیا
آپ نے قیدِ سقر سے مجھے آزاد کیا

آپ پر ہو کے تصدق ملے کیا کیا نہ شرف خلد سے آتے ہیں میداں میں رسولانِ سلف
٨٧ ایستادہ ہیں ملک ایک طرف صف در صف منہ پہ رومال رکھے رو رہے ہیں شاہِ نجف
بیٹی احمدؐ کی مرے واسطے یوں روتی ہے
جیسے مادر غمِ فرزند میں جاں کھوتی ہے

منع کر دیجئے ان حوروں کو اے کل کے امام کہ مرے واسطے لائیں نہ یہ کوثر کے جام
٨٩ چند قطروں پہ ڈبو دوں میں وفا کا کیا نام تشنہ لب آپ ہیں جبتک مجھے پانی ہے حرام
ہے غضب پانی کو اولادِ پیمبر ترسے
حُر نہیں پیاس بجھاؤں میں اگر کوثر سے

مجھکو درکار ہے بس آپکی یہ چشم کرم — اے زہے بخت مرا فرق اور آقا کے قدم
۸۹ مجھ کو تکلیف ہے زخموں کی نہ مرنے کا ہے غم — ہاں اگر ہے بھی تو اس بات کا ہے مجھکو الم
شہ سے کس وقت میں منہ اپنا پھراتا ہوں میں
آپ کو دشمنوں میں چھوڑ کے جاتا ہوں میں

سُن کے تقریر یہ رو کر شہ والا نے کہا — تیرے سر کے لئے زیبا ہے جری تاج وفا
۹۰ تجھکو بھی روئیں گے ہمراہ مرے اہلِ وِلا — یوں ہی تا حشر ترا نام رہے گا زندہ
آج مقتل میں ہوا کارِ خدا تجھ سے شروع
کیا یہ کم ہے ہوئی فردِ شہدا تجھ سے شروع

کہہ کے یہ بیٹھ گئے حُر کے سرہانے سرور — اپنے زانو پہ اٹھا کر رکھا جرّار کا سر
۹۱ مرنے والے کو نہ تھی نزع میں کچھ اس کی خبر — کہ مرے حال پہ گریاں ہیں شہِ جن و بشر
کیوں نہ غبطہ حرِ جانباز کی تقدیر پہ ہو
عالمِ نزع میں سر زانوئے شبیر پہ ہو

نزع میں تھا جو تن حرِ غازی کو سوا — حرکتِ دل کی تھی کم ٹوٹ رہے تھے اعضا
۹۲ نبضیں ڈوبی ہوئی تھیں سرد تھے سب دست و پا — رنگِ رخ زرد تھا ماتھے پہ عرق موت کا تھا
مملکِ دنیائے دنی چھوڑ رہا تھا غازی
شاہ بے چین تھے دم توڑ رہا تھا غازی

چہرۂ حُر سے عیاں موت کے تھے کل آثار — آنکھیں پتھرائی ہوئیں سانس کی کم کم رفتار
۹۳ اینٹھ کر منہ میں زباں ہو گئی بالکل بیکار — صاف ظاہر تھا کہ مرنے پہ ہے غازی تیار
ناگہاں موت کا پیغام جو لائی ہچکی
حُر سوئے خلد گیا آخری آئی ہچکی

کھینچ کر قلب سے اک حضرتِ شبیر نے آہ — دیکھ کر سوئے فلک بولے کہ انا للہ
۹۴ باوفا تھا یہ جری خالقِ عالم ہے گواہ — اس کے مرنے سے مری آنکھوں میں دنیا ہے سیاہ
حُر کی کیا مدح ہو تھا روحِ وفا جانِ وفا
ہائے دنیا سے گیا وہ گلِ بستانِ وفا

مرنے والے کے بھلا وصف بیاں ہوں کیونکر — حُر کا سر اور رہے زانوئے ابنِ حیدر
۹۵ ہوا اسطرح عیاں خونِ شہادت کا اثر — لاش پر پڑتی ہے غبطے سے ملائک کی نظر
بڑھ گئی ایسی شہادت سے طہارت حُر کی
لاش معصوم اٹھائے یہ تھی قسمت حُر کی

لاش کو رکھ کے شہیدوں میں چلے شاہِ اَنام — جا کے فضہ نے کئے بنتِ علیؑ سے یہ کلام
۹۶ حُر کو روتے ہوئے آتے ہیں شہِ خاص و عام — ابھی یہ ذکر تھا جو آ گئے خیمہ میں امام
بیقراری سے شہنشاہ ہدا روتے تھے
یاد کر کے حُرِ غازی کی وفا روتے تھے

٩٧ کہا ہمشیر سے شبیر نے ہے مجھکو یہ غم   نہیں موجود مرے دوست کے یا اہل حرم
کون روئیگا اسے کون کرے گا ماتم   شہ سے زینب نے کہا رو تینگے بھائی اہم
جان دی شہ پہ تو بس شہ کا فدائی تھا حُر
دوست بھائی کا مرے تھا مرا بھائی تھا حُر

٩٨ عمر بھر فرض ہے ہر شیعہ پہ حُر کا ماتم   فرقت دوست میں مغموم ہیں سلطان امم
لاش غازی پہ ہیں مصروف بکا اہل حرم   اے تمر ہاتھ اٹھا مانگ دعا روک قلم
عرض کر شہ سے کہ دل شاد ہر اک غم سے کریں
مثل حُر تجھ کو بھی آزاد جہنم سے کریں

سلام

(۱)

ناصرِ شہ یمِ الفت کے شناور نکلے
ڈوب کر اپنے لہو میں لبِ کوثر نکلے

شہ پہ دی جان پہ اصحابِ خدا سب کہلائے
گو بہتّر تھے مگر لاکھوں سے بہتر نکلے

قبر میں آتے ہی حیدرؑ کے ہوا ذکرِ حسینؑ
دونوں پہلو مری بخشش کے برابر نکلے

دیکھو اعجازِ غمِ شہ کو مرے اشکِ عزا
نکلے آنکھوں سے تو بنتے ہوئے گوہر نکلے

فرقِ شبیرؑ ہوا شام میں جس دم داخل
سنگدل ہاتھوں میں اپنے لئے پتھر نکلے

انتظار آپ کے آنے کا ہے مولا دمِ نزع
کس طرح دم مرا اے نفسِ پیمبر نکلے

مرے بے شیر نے کی فردِ شہیداں پوری
شاہ کہتے تھے بڑے کام کے اصغر نکلے

پردۂ امتِ عاصی تھا زبس مدِّ نظر
اہلِ بیتِ نبوی اس سے کھلے سر نکلے

ہاتھ قابو میں نہیں شہ نے لعیں سے یہ کہا
کس طرح سینہ سے برچھی علی اکبر نکلے

مدحِ شبیرؑ سے سرسبز ہوا ایسا ثمر
اس کے ہر نخلِ مضامین گلِ تر نکلے

(۲)

قبر میں یہ دردِ عصیاں کی دوا لے جائینگے
خاک تیری اے زمینِ کربلا لے جائینگے

منعمو تم کو بھی تربت میں ملے گا فرشِ خاک
تم نہ مسند ہم نہ اپنا بوریا لے جائینگے

بولیں زینب کیا کرینگے کچھ بھی نانا کا نہ پاس
ہمکو بلوے میں لعیں کیا بے ردا لے جائینگے

بوذر و مقداد پر کیا ہوگا جو ہے ان کا محب
اس کو خود آکر جناں میں مرتضٰے لے جائینگے

ایک تو بیمار عابد دوسرے آہن کا بار
ان کو کیونکر پا پیادہ اشقیا لے جائینگے

اہلِ زر لعل و گہر دنیا میں کیوں کرتے ہیں جمع
زیرِ تربت کیا کفن کے ماسوا لے جائینگے

آپ ہی سامانِ راحت کیجئے گا قبر میں
ہم جہاں سے کچھ نہ اے مشکل کشا لیجائینگے

ہے نہایت ضعفِ سرور کے نہیں اٹھتے قدم
لاش یہ کڑیل جواں کی رن سے کیا لے جائینگے

امتِ عاصی کو پیشِ حق شفاعت کے لئے
مصطفٰےؐ خود یا شبیہِ مصطفٰے لے جائینگے

سلسلہ مدحت کا مرتے دم بھی چھٹنے کا نہیں
ابتداء کو اپنی ہم تا انتہا لے جائینگے

اشکِ اصغر تھمتے تھے جب رو کے کہتی تھیں رباب
تم کو بھی میداں میں شاہ کربلا لے جائینگے

(۳)

دمِ گریہ رقم گر مدحتِ شبیرؑ ہو جائے
گہر آنسو عبادت یہ مری تحریر ہو جائے

کہا شہ نے حیاتِ اصغرِ بے شیر ہو جائے
اگر اک بوند پانی کی کوئی تدبیر ہو جائے

بنے عقبٰے مری اور خلد کی تدبیر ہو جائے
مری جانب نظر یا شاہِ خیبر گیر ہو جائے

عبادت اس کی اک اک نالۂ شب گیر ہو جائے
جہاں میں ہم نفس جس کا غمِ شبیرؑ ہو جائے

دیا خالق نے یہ اعزاز فرقِ آلِ احمدؐ کو
رکھیں جو سر پہ چادر چادرِ تطہیر ہو جائے

اگر کچھ رونے والے بیٹھ جائیں آکے مجلس میں
علاجِ زخمہائے شاہ کی تدبیر ہو جائے

ملا ہے خون اس میں فاطمہؑ کے نونہالوں کا
تعجب کیا جو خاکِ کربلا اکسیر ہو جائے

ندامت نے کہا بڑھ کر عجب کیا اے حرِ غازی
بہانہ تیری بخشش کا تری تقصیر ہو جائے

زمیں کو زلزلہ ہے کر چکے شہ دفنِ اصغر کو — قیامت ہے لحد گہوارۂ بے شیر ہو جائے
بھلا ایوب کو کیا اس کی ذاتِ پاک سے نسبت — وہ انساں جو مجسم صبر کی تصویر ہو جائے
جَل اٹھے فردِ عصیاں آہِ سوزاں سے ثمرؔ فوراً — غمِ شبیر میں پیدا کہیں تاثیر ہو جائے

مرحلہ موت و لحد کا آکے آساں کر دیا — تم نے احساں یا علی بالائے احساں کر دیا
جان دے دی پر نہ کی فاسق کی بیعت یا حسین — تم نے ایماں کو خدا شاہد ہے ایماں کر دیا
دست بستہ دیکھ کر عباس کو بولے حسین — بھائی کیا تم نے بھی اب مرنے کا ساماں کر دیا
(۴) اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے کافر کو حضور — خُلقِ احمد نے ہزاروں کو مسلماں کر دیا
یا علی تم نے بتائے قبر میں احکامِ ربّ — مرحلہ جو سخت مشکل تھا وہ آساں کر دیا
کس فصاحت سے طلب کی اپنے مرنے کی رضا — ماں کو باتوں نے علی اکبر کی حیراں کر دیا
وہ ثمرؔ دے گا عوض ہر بیت کے جنت میں گھر — جس نے دنیا میں تجھے شہ کا ثنا خواں کر دیا

آہ یہ ساماں ہوئے تھے دورِ چرخِ پیر میں — پائے زین العابدیں تھے حلقۂ زنجیر میں
سر بزانو حرؔ شبِ عاشور ہے یہ فکر ہے — کیا خبر لکھا ہوا ہے کیا مری تقدیر میں
کیسا مانی دیکھتا ہم شکلِ احمد کو اگر — بھر دیا رنگِ شباب اللہ نے تصویر میں
خِلتے ہیں سجاد صاف آتی ہے رونے کی صدا — مجلسِ ماتم بپا ہے خانۂ زنجیر میں
کیا نڈر ہو کر شہِ والا کو روکا راہ میں — حُر نے جنت دیکھ لی تھی پردۂ تقدیر میں
(۵) ہم غلام اس شاہ کے ہیں کیوں کریں دوزخ کی فکر — شب گزاری جس نے بسم اللہ کی تفسیر میں
سر برہنہ جاتے تھے کب شام کو اہلِ حرم — رُخ تھے پوشیدہ سبھوں کے چادرِ تطہیر میں
دیکھتا ہے جو کوئی رویا میں ارضِ کربلا — اس کو ملتی ہے جناں اس خواب کی تعبیر میں
پاؤں میں صابر کے تھی آواز دیتی کس طرح — صبر تھا گویا مکیں ہر خانۂ زنجیر میں
کیا کریں کس طرح سے کڑیل جواں کی لاش اٹھائیں — اب کہاں طاقت ہے باقی حضرتِ شبیر میں
اے ثمرؔ مداحِ اہلِ بیت ہے پھر کیوں ہے رنج — جائے گا جنت میں تو وہ ہے تری جاگیر میں

نورِ پیغمبر تھا جس کے لب پہ حق کا نام تھا — قبلِ خلقت کچھ نہ تھا۔ اور تھا تو اک اسلام تھا
یا علی مایوس گو نزع کا ہنگام تھا — ایسی حالت میں بھی لب پر آپ ہی کا نام تھا
وقتِ پیدائش بھی وقتِ نزع بھی آئے علی — جیسا تھا آغاز اپنا ویسا ہی انجام تھا
بادۂ الفت سے حیدر کی نہ بھرتا کس لئے — دل ہمارا کیا کسی توبہ شکن کا جام تھا
(۶) جان دے کر جس نے خالق سے خریدا باغِ خلد — حُر شہِ والا کا ایسا بندۂ بے دام تھا
یادِ روئے اکبرِ مہرو کبھی گہ یادِ زلف — مشغلہ بس امِ لیلیٰ کا یہ صبح و شام تھا
جب ہوا آغازِ سبزہ آئی اکبر کو اجل — خط نہ تھا یہ در حقیقت موت کا پیغام تھا

پوری کی فردِ شہیداں اصغرِ بے شیر نے
مرگِ اکبر کی خبر سن کر یہ لیلےٰ نے کہا
اب ہمیں مدحت کے آگے کیا غزل گوئی سے کام
مدحتِ سرور سے تجھ میں پختگی آجائیگی

جتنے کم سن تھے اسی حد کا بڑا یہ کام تھا
ہائے، ہم شکلِ پیمبر یہ مرا گلفام تھا
راستہ یہ خاص ہے وہ راستہ اک عام تھا
اے ثمر نخلِ سخن میں تو ابھی تک خام تھا

کوثر کی مجھ کو فکر نہ ہے کچھ جناں کی فکر
مشکل سے کٹتا نزع کا ہنگام یا علی
کیونکر لگا دوں مدحتِ سرور میں چار چاند
کر ذرہ ہائے گورِ غریباں پہ اک نظر
انجام کا خیال تلاشِ معاش میں
۷ کیا خوش نصیب تھے رہی جن جن کی جاں کے ساتھ
آیا نظر جو روضۂ شبیرؑ کا کلس
اس طرح مجھ کو روضۂ سرور کی ہے تلاش
اکبر چلے جو مرنے کو لیلےٰ نے یہ کہا
دم توڑتا ہے جھولے میں اک تشنہ لب صغیر
پہلے جبیں کو قابلِ سجدہ بنائیے

رہتی ہے صرف روضۂ شاہِ زماں کی فکر
لی تم نے سخت وقت میں مجھ ناتواں کی فکر
رہ کر زمیں پہ کرتا ہوں میں آسماں کی فکر
غافل پڑی ہے کیوں تجھے نام و نشاں کی فکر
اللہ مجھ ضعیف پہ یہ دو جہاں کی فکر
سرسبزیِ ریاضِ شہِ انس و جاں کی فکر
جاتی رہی دماغ سے میرے جناں کی فکر
بلبل کو چھوٹ کے جس طرح ہو آشیاں کی فکر
اللہ تم کو کچھ نہیں غمدیدہ ماں کی فکر
مجبور باپ کیا کرے اس بے زباں کی فکر
بعد اس کے کیجئے گا ثمر امتحاں کی فکر

غمِ سبطِ پیمبر میں جو اہلِ بزم روتے ہیں
جگہ عبرت کی ہے چشمِ بصیرت سے اگر دیکھیں
نکلتے ہیں شرارے غم میں ثمر کے سنگِ خارا سے
۸ شبیہِ مصطفےٰ کو دیکھ کر کہتے تھے یہ اعدا
نہ پھنسنے پائے گردابِ بلا میں کشتیِ امت
زمیں تپتی ہے لاشِ شاہ پر پانی کو چھڑکیں گے
سوالِ آب پر بچے کو تیرِ ظلم سے مارا
اگر چاہا خدا نے پائیں گے پھل باغِ جنت میں

دعائیں دیتی ہیں زہرا پیمبر شاد ہوتے ہیں
جو کل پہلو میں بیٹھے تھے لحد میں آج سوتے ہیں
زمیں کرتی ہے ماتم آج تک افلاک روتے ہیں
جواں اس شان و شوکت کے کہیں دنیا میں ہوتے ہیں
سفینہ کو شہِ دیں اپنے خشکی میں ڈبوتے ہیں
پروں کو اپنے طائر نہر میں جا کر ڈبوتے ہیں
جہاں میں اس طرح کے بھی کسی انقلاب ہوتے ہیں
ثمر ہم کشتِ غم میں آنسوؤں کے تخم بوتے ہیں

چلے ہیں اصغرِ بے شیر اب شریروں میں
نہ جانے ماتھوں پہ شیعوں کے مدح خوانِ ازل
رسول، حیدرِ کرار، فاطمہ، حسنین
۹ مجھے بنا دیا مداحِ آلِ پیغمبر
یقیں تھا ثمر کے احبا کو پائیں گے جنت

حسین دل کو لئے جا رہے ہیں تیروں میں
تنا امام کی کیا لکھ گیا لکیروں میں
خدا گواہ یہ ہیں میرے دستگیروں میں
خدا نے مجھ کو چنا اپنے ہم صفیروں میں
خلافِ وقت شباب آ گیا تھا پیروں میں

یہ دیکھ دیکھ کے کہتے تھے کور دل شامی
تمام نور کے پتلے ہیں ان اسیروں میں
جہاں میں بعدِ نبیؐ سب سے ہیں علیؑ بہتر
مرا امیر ہے ممتاز کل امیروں میں
گلے پہ بچّے نے جس طرح ہنس کے کھایا تیر
یہ بات آئی جوانوں میں اور نہ پیروں میں
لگا ہے جن کا درِ بوترابؑ پر بستر
تمرؔ کا نام بھی ہو درج اُن فقیروں میں

ہوئے کچھ اس طرح وابستۂ حق کربلا والے
کہ قائل ہوگئی دنیا یہ بندے ہیں خدا والے
علیؑ کے پاؤں ۔ دوشِ احمدِؐ مرسل خدا کا گھر
یہ رفعت دیکھ کر ششدر تھے سب عرشِ علیٰ والے
زمینِ کربلا مثلِ دعائے انبیاء تو ہے
تری مٹی میں بھی حق نے اثر بخشے شفا والے
یوہیں شیعوں کو روزِ حشر دامن میں چھپالیں گے
اشارہ کر گئے یوں چھپ کے دامن میں کساء والے
بلایا حُرؑ کو پانی راہ میں فطرس کو پَر بخشے
رہیں منت کشِ شبیرؑ ہیں ارض و سما والے
زمینِ کربلا آئینہ ہے عشقِ حقیقی کا
وفا کا لیں سبق ان مرنے والوں سے وفا والے
بوقتِ نزع ۔ زیرِ قبر ۔ روزِ حشر پیشِ حق
کسی مشکل میں پھنستے ہی نہیں مشکل کشا والے
ملک کی اس صدا پر حشر میں آواز ہم دینگے
کدھر ہیں مرتضٰیؑ والے کدھر ہیں مصطفٰےؐ والے
عطش میں بھوک میں محبس میں زیرِ خنجرِ قاتل
ہر اک حالت میں صابر رہتے ہیں راہِ رضا والے 10
بڑھا کر گودِ رحمت نے کہا مجھ سے یہ تربت میں
ادھر آ رحمۃ اللعالمیںؐ کی ولا والے
کہا عباسؑ نے میداں میں ۔ لڑنے خیبری نکلیں
فنونِ جنگ مجھ کو یاد ہیں سب مرتضٰیؑ والے
جو دیکھا پنجتنؑ کو آلِ نجراں ایسے گھبرائے
مدد کو ہاتھ پھیلانے لگے اپنے دعا والے
بھلا کیا مال ہے جب جان تک دی راہِ خالق میں
نبیؐ کے گھر میں سب پیدا ہوئے جود و سخا والے
رہے گی ایک اس کی ذات باقی سب فنا ہونگے
زمیں والے ۔ فلک والے ۔ جبل والے ۔ ہوا والے
بلاؤں کے لئے گھر وقف تھا آلِ محمدؐ کا
مصیبت کے لئے پیدا ہوئے تھے کربلا والے
تمرؔ محشر میں نظارہ یہ ہوگا دید کے قابل
نصیریؔ دور قربِ حق نصیری کے خدا والے

ہوئی تکمیل افرادِ شہیداں قتلِ اصغرؑ سے
جہازِ امتِ عاصی رُکا چھوٹے سے لنگر سے
رُخِ اکبرؑ کو میں تشبیہ دوں مہرِ منور سے
بھلا ذرے کو کیا نسبت ہے اس خورشیدِ خاور سے
رہِ خُلدِ بریں برسوں میں کاٹے سے نہیں کٹتی
مگر حُرؑ نے وہ طے کی چند گھنٹوں میں مقدر سے
مراتب کس کے کعبہ میں بڑھے اس کو خدا جانے
قدم حیدرؑ کے کچھ اونچے ہی تھے دوشِ پیمبرؐ سے
نبیؐ آغوش پھیلائے جو بیٹا پا نہ جاتے ہیں 11
خدا جانے یہ کون آتا ہے آج اللہ کے گھر سے
عطش سے مہد میں جب کروٹیں بے شیر لیتا تھا
تڑپ کر باہر آجاتی تھیں موجیں حوضِ کوثر سے
نصیریؔ جس کو رب کہتے ہیں اس کا میں بھی بندہ ہوں
غلامی کا ہے دعوٰی مجھ کو ایسے بندہ پرور سے
میں خوش ہوں روح نکلے جسم سے یا نور آنکھوں سے
نہ نکلے الفتِ حیدرؑ کا پر سودا مرے سر سے
مرا بچہ کہیں گھوڑوں کی ٹاپوں میں نہ آجائے
بنائی قبرِ اصغرؑ شاہِ دیں نے صرف اس ڈر سے

جہنم میں غلامانِ شہِ دیں جا نہیں سکتے
مرا پیمانۂ دل بادۂ الفت سے مملو ہے
شہِ دیں لاشِ فرزندِ جواں میداں سے لاتے ہیں
گواہی دی رسالت پر گواہی دی امامت پر
گراتے ہو شہِ دیں کو فرس سے کیوں ستمگارو
کیا پورا اٹھی گردن یہ کھا کر تیر بچے نے
گلے پر تیر کھا کر امتِ جد کو بچا لوں گا!!
ثمرؔ نخلِ سخن تیرا ہمیشہ بار ور ہو گا

سنا ہے جنتیں تقسیم ہوں گی دستِ حیدر سے
مجھے مطلب ہے شیشہ سے صراحی سے نہ ساغر سے
ذرا ایوب درسِ صبر لیں سبطِ پیمبر سے
یہ اعلانِ حقیقت تھا صدا آتی تھی پتھر سے
ذرا ان کے مراتب پوچھ لو دوشِ پیمبر سے
امیدیں جتنی وابستہ تھیں شاہِ دیں کی اصغر سے
یہ وعدہ کر کے اصغر نکلے تھے پہلے پہل گھر سے
کہ ہے تجھ کو محبت گلشنِ آلِ پیمبر سے

خاکِ ارضِ کربلا میں بھی عجب تاثیر ہے
آلِ احمد کی کچھ ایسی عزت و توقیر ہے
فوجِ سرور کا مرقع دیکھتے تو اہلِ نظر
فوجِ اعدا سے پھرا جب مل گئی جنت کی راہ
صورتِ سجاد وہ بھی نالہ کر سکتی نہیں
آئے وجہ اللہ میری قبر روشن ہو گئی ۱۲
صاحبِ قرآں ہیں اکبر صورتِ ختمِ رسل
سر پہ زینب نے اٹھایا کوہِ غم بعدِ حسین
حشر میں امت کا پردہ فاش ہو سکتا نہیں
نکلے یہ کہہ کر فرشتے قبر میں سو چین سے

یہ دوا بس دردِ عصیاں کے لئے اکسیر ہے
جو ردا یہ اوڑھ لیں وہ چادرِ تطہیر ہے
اس میں پیغمبر کی بھی اک بولتی تصویر ہے
گردشِ تقدیر حر کی خوبیِ تقدیر ہے
صبر کی زنجیر میں جکڑی ہوئی زنجیر ہے
ظلمتِ شامِ لحد اب صبح کی تنویر ہے
عارضِ انور ہے مصحف اور خط تفسیر ہے
بھائی کے پہلو پہ پہلو صبر میں شمشیر ہے
سر برہنہ وہ ہیں جن کی چادرِ تطہیر ہے
اے ثمرؔ تو تو غلامِ شاہِ خیبر گیر ہے

نبی کے سامنے آنے کی تاب لا نہ سکے
خدا کا وعدہ تھا خود مٹ کے رہ گئے کفار
زمیں پہ کافروں نے معجزے نبی کے مٹاتے
علیؑ نہ آئے جب تک مرے سرہانے مجھے
جواب ان کے لحد میں علی نے خود بتلائے
نہ حاسدوں کی نظر پر چڑھیں یہ خوف رہا ۱۳
حسد کی آگ پہ جل جل کے رہ گئے ناری
ہیں ان کے فرق ہر اک راہرو کی ٹھوکر میں
حسین تھے بخدا صابروں کی فرد میں فرد
جہاں میں دستِ قضا سے شبیہ پیغمبر
فرشتے لے گئے خود ان کو بعدِ مرگ ثمرؔ

مباہلہ میں نصاریٰ نے قدم جما نہ سکے
نبیؐ کی نسل کو دنیا سے پر مٹا نہ سکے
فلک پہ شق قمر کو مگر چھپا نہ سکے
جہاں سے قابضِ ارواح لے کے جا نہ سکے
جو ہم سوال نکیرین کو بتا نہ سکے
ہم اس سے زورِ طبیعت کبھی دکھا نہ سکے
جہاں میں نورِ خدا کو مگر بجھا نہ سکے
غرور سے جو کبھی گردنیں جھکا نہ سکے
مقابلہ میں ہم ایوب کو بھی لا نہ سکے
بہار اپنی جوانی کی بھی دکھا نہ سکے
ملک بھی جن کو مگر کربلا وہ جا نہ سکے

شباب اکبر کا ایسا دیدنی اللہ اکبر ہے
بعینہ چاند یہ لیلیٰ کا تصویر پیمبرؐ ہے

شبِ ہجرت وفورِ سوزِ الفت کا اثر دیکھو
علیؑ سوتے تھے جس پر آج تک وہ گرم بستر ہے

سمجھ پیوند اس کے آیۂ تطہیر کی مہریں
ارے او مرتہن یہ فاطمہؑ زہرا کی چادر ہے

گرانی ضربتِ تیغِ علیؑ کی کوئی کیا جانے
جہازِ اسلام کا جس نے سنبھالا یہ وہ لنگر ہے

اثر سوزِ عطش کا شاہِ والا کی بڑھا ایسا
جہاں میں ماہیِ بے آب ہر اک موجِ کوثر ہے

ملائک کہہ کے یہ آپس میں نکلے قبر سے میری
چلو کیا اس سے پوچھیں یہ تو خود مداحِ حیدرؑ ہے ۱۴

سکوں موجوں کا نہرِ علقمہ کی صاف کہتا ہے
مرے دامن میں محوِ خواب اک ضرغامِ داور ہے

کھلے سر فاطمہ آتی ہیں حق سے داد خواہی کو
قیامت میں قیامت ہے بپا محشر میں محشر ہے

قیامت تک نہ ہو گی غرق اب یہ کشتیِ عالم
سکوں بتلا رہا ہے صاف قاسم اس کا لنگر ہے

فرشتوں کو نہ بھولے گی کبھی تاریخ خیبر کی
اسی قصہ کا اک رنگیں ورق جبریل کا پر ہے

اُگے جس کے نہ کشتِ دل میں تخمِ الفتِ حیدرؑ
ثمرؔ اس سنگدل کے دل نہیں پہلو میں پتھر ہے

جہاں سے ہاتھ خالی جائیں گے لعل و گہر والے
غنی ہوں گے غمِ شبیرؑ میں یہ چشمِ تر والے

ریاضِ دہر سے سیکھ انکساری مال و زر والے
وہی اشجار جھکتے ہیں جو ہوتے ہیں ثمر والے

منور ہو گئیں دیدارِ عین اللہ سے آنکھیں
لحد میں دیکھ اپنی آبرو و چشمِ تر والے

شبِ معراج احمدؐ نے دکھا دی رفعتِ انساں
وہاں پہنچے کہ جل جاتے جو جاتے بال و پر والے

اگر ہے طالبِ حق دیکھ لے چشمِ بصیرت سے
ملیں گے چادرِ تطہیر میں احمدؐ کے گھر والے

چڑھا کر آستیں عباسؑ نے جب غیظ سے دیکھا
زمیں ہلنے لگی تھرا گئے تیغ و سپر والے

غمِ سرورؑ میں چشمِ خوں چکاں کانِ جواہر ہے
سمائیں گے مری نظروں میں کیا لعل و گہر والے ۱۵

وفورِ شوق میں موجیں بڑھیں ہاتھوں کو پھیلائے
لبِ کوثر قیامت میں جو پہنچے چشمِ تر والے

بجز آلِ نبیؐ معنیِ قرآں کوئی کیا جانے
مثل ہے گھر کی باتیں جانتے ہیں خوب گھر والے

زمینِ کربلا اٹھ کر گئی خود باغِ جنت میں
مگر مولیٰ ترے در سے نہ اٹھے تیرے در والے

ثمرؔ نقدِ سخن کی جانچ ہو جائے گی مجلس میں
پرکھ لیں گے کھرا کھوٹا کہ بیٹھے ہیں نظر والے

جتنے ساقی ہیں ہمارے ان کا یہ کاشانہ ہے
خلد کیا ہے وہ تو ہم رندوں کا اک میخانہ ہے

وادیِ الفت میں عقلِ کل ہے میرا ہم نورد
جو تجھے دیوانہ کہتا ہے وہ خود دیوانہ ہے

دہر میں کس در پہ سائل بن کے آتے ہیں ملک
ہل اتیٰ میں درج یہ تفصیل سے افسانہ ہے

جس نے سوزِ الفتِ آلِ نبیؐ میں جان دی
بخششِ جنت کا اس کے ہاتھ میں پروانہ ہے

سنگِ در سے آپ کے کیوں سر اٹھائے یا علیؑ
آپ کا دیوانۂ الفت بڑا فرزانہ ہے ۱۶

پیچھے پیچھے اکبرؑ ٹھہرو کہے جاتے ہیں حسینؑ
دیدنی شبیرؑ کا یہ جذبِ بیتابانہ ہے

جب خدا خود ہو ثنا خواں ہم نہ کیوں مداح ہوں
یا علیؑ قرآن تیری مدح کا افسانہ ہے

مثلِ کوثر ہے مئے الفت سے مملو رات دن ۔ بادہ نوشانِ ولا کا دل نہیں پیمانہ ہے
خانۂ دل میں غمِ شہ سے اداسی چھائی ہے ۔ خلد میں آباد ہوگا اب یہ وہ ویرانہ ہے
کعبہ کی عزت دو عالم میں دوبالا کیوں نہ ہو ۔ لم یلد کا گھر ہے۔ حیدرؑ کا ولادت خانہ ہے
کل جو تھا پشتِ نبیؐ پہ سجدۂ معبود میں ۔ دہر ایسے صاحبِ معراج سے بیگانہ ہے
دشتِ خم میں وحیِ حق سے کار فرما ہیں رسولؐ ۔ یہ نیابت کا علیؑ کی جلسۂ شاہانہ ہے
حر کو سمجھاتا رہا عاشور تک یوں بختِ حر ۔ شہ پہ جاں اپنی فدا کر تو اگر فرزانہ ہے
مٹ نہیں سکتا قیامت تک پرِ جبریل پر ۔ تیغِ حیدر سے رقم خیبر کا گل افسانہ ہے
قبر میں۔ محشر میں۔ ہنگامِ ولادت وقتِ نزع ۔ تیرے آجانے سے ساقی صحبتِ رندانہ ہے
گلشنِ جنت میں پھل اس کا ملیگا اے ثمرؔ ۔ تم نے بویا کشتِ مدحِ شاہ میں جو دانہ ہے

ہوا یہ راز عیاں مجھ پہ اختصار کے ساتھ ۔ پئے مدد ہیں علیؑ مجھ گناہ گار کے ساتھ
کجا جحیم کجا مرتضےٰ کا شیدائی ۔ کبھی ٹھہر نہیں سکتا ہے نور نار کے ساتھ
نجف میں جسم ہو دل کربلا میں مدفوں ہو ۔ حساب کی بھی مصیبت نہ ہو فشار کے ساتھ
جہاں میں وقفِ بلا تھا مکانِ پیغمبرؐ ۔ نبیؐ کی آل نہ بیٹھی کبھی قرار کے ساتھ
لیا نہ زورِ امامت سے کام تادمِ مرگ ۔ یہ جبر تھا بخدا شہ کا اختیار کے ساتھ
بدل کے بھیس فقیروں کا روز آئے ملک ۔ شریک نانِ جویں ہونے روزہ دار کے ساتھ
علیؑ کے بحرِ سخاوت کا تھا یہ اک قطرہ ۔ قطار اونٹوں کی دیدی گدا کو بار کے ساتھ
۱۷ تھا اک نگاہ کا پردہ فقط شبِ معراج ۔ نبیؐ کو قرب یہ تھا اپنے کردگار کے ساتھ
ترا خیال بھی یادش بخیر اے ساقی ۔ ہمیشہ بڑھتا گیا رند کو خمار کے ساتھ
سوائے احمدؐ و حیدرؑ نہیں جہاں میں نظیر ۔ تھا انس شہ کو وہ عباسؑ نامدار کے ساتھ
جواں پسر کی یہ میت پہ شاہ کہتے تھے ۔ خزاں کی فصل بھی آہی گئی بہار کے ساتھ
زمانہ دوست ہو رہ کر عدو کے پہلو میں ۔ سبق دیا ہے یہ رہ کر گلوں نے خار کے ساتھ
ہوائے رحمتِ خالق نہ گر بڑھاتی اسے ۔ ثمرؔ نہ خلد میں ہوتا کبھی بہار کے ساتھ

دُرِ اشکِ عزا اے اہلِ محشر دیکھتے جاؤ ۔ ہتھیلی پر ہے کس کس کی یہ گوہر دیکھتے جاؤ
کہا شہ نے لعینو روئے اصغرؑ دیکھتے جاؤ ۔ اثر فرطِ عطش کا اس کے رُخ پر دیکھتے جاؤ
رُخ اپنا پھیر کر جاتے ہو جاؤ دوستو لیکن ۔ ذرا جھک کر لحد میں روتے حیدرؑ دیکھتے جاؤ
بچھاؤ زیرِ تیغِ حیدری جبریل پر۔ لیکن ۔ نظر ہر لحظہ بازو پر ہو شہپر دیکھتے جاؤ
یداللہ آرہے ہیں معجزہ داؤدؑ کا لے کر ۔ یہ آہن موم ہوگا اہلِ خیبر دیکھتے جاؤ
ملک کو مس کیا شبیرؑ سے یہ کہہ کے احمدؐ نے ۔ ملے جاتے ہیں فطرس کو ابھی پر دیکھتے جاؤ
۱۸ پئے فریاد اب اے حشر والو آتی ہیں زہراؑ ۔ بپا ہونے کو ہے محشر میں محشر دیکھتے جاؤ

حفاظت کر چکے کھودے کنوئیں اب مر کے جاتے ہیں
محبو تم وفائے ابن حیدر دیکھتے جاؤ

گزار و لطف سے جنت میں یوں اے کوثر آشنا تو
پیو پانی صفائے روئے حیدر دیکھتے جاؤ

رہا جو گود میں زہرا و احمد کے مسلما تو
ہوا ہے نصب نیزہ پر وہی سر دیکھتے جاؤ

بوقتِ نزع ۔ ہنگام ولادت قبرِ مومن میں
مدد کو آئے کس کس جا پہ حیدر دیکھتے جاؤ

میں تنہا جا رہا ہوں پر خطر ہے راہ عقبےٰ کی
مری جانب تم اے مولائے قنبر دیکھتے جاؤ

انھیں آنے تو دو اے منکرو دستِ ید اللہ میں
وصایت کی گواہی دیں گے پتھر دیکھتے جاؤ

فرشتو فردِ عصیاں دیکھو لیکن آتے ہیں مولےٰ
انھیں کے چشم و ابرو پر یہ محضر دیکھتے جاؤ

شہِ دیں کس طرح کڑیل جواں کی لاش اٹھاتے ہیں
ذرا اولادِ والو یہ بھی منظر دیکھتے جاؤ

فلک سے آکے اے جبریل تم نے پر بچھائے ہیں
ذرا اب تیغِ حیدر کے بھی جوہر دیکھتے جاؤ

بہت کچھ پاؤ گے درسِ عدالت سیکھنے والو
برابر قصۂ باز و کبوتر دیکھتے جاؤ

کہا شہ نے رہو جب تک نظر کے سامنے بیٹا
مجھے مڑ مڑ کے ہم شکلِ پیمبر دیکھتے جاؤ

تمنا یہ کھو سر اپائے نبی لیکن تصور میں
جمالِ روئے ہم شکلِ پیمبر دیکھتے جاؤ

دین و دنیا میں جو کام آئے امام ایسا تو ہو
عقدۂ مشکل میں پکاریں جس کو نام ایسا تو ہو

اُذن ہی کی صدا پیہم لبِ خالق سے آئے
اللہ اللہ ناز کے قابل خرام ایسا تو ہو

عشقِ گیسوئے نبی میں عمر بھر الجھا رہوں
جس سے چھٹکارا نہ ہو الفت کا دام ایسا تو ہو

بے دھڑک بیٹھا کئے پشتِ پیمبر پر حسین
جانِ زہرا و نبی عالی مقام ایسا تو ہو

جس طرح حیدر نے تلواروں میں کاٹی زندگی
سر بکف راہِ رضا میں صبح و شام ایسا تو ہو

حور و غلماں تا درِ خلد آئیں استقبال کو
شہ کے مداحوں کا یارب احترام ایسا تو ہو

19 حضرت قنبر کی ذاتِ پاک ہے روشن مثال
فوق جو شاہوں پہ لے جائے غلام ایسا تو ہو

دے وہ مے ساقی ہو لی جو سوزِ الفت سے کشید
ایک ہی ساغر میں چھلک جاویں جام ایسا تو ہو

حر نے طے کی چند گھنٹوں میں رہِ خلدِ بریں
جادۂ الفت میں کوئی تیز گام ایسا تو ہو

بھر دے جو رستا ہوا ناسور قلبِ فاطمہ
خونِ فرزندِ نبی کا انتقام ایسا تو ہو

آندھیاں سرخ آئیں ۔ برسا خوں ۔ ہلے ارض و سما
ماتمِ مظلوم و شاہِ تشنہ کام ایسا تو ہو

بعد مرنے کے نہ خالی ہاتھ جائیں اہلِ زر
اس جہاں کی زندگی میں انتظام ایسا تو ہو

کیا ہوا ہجرت کی شب واقف ہیں کفارِ قریش
جس پہ پیغمبر کا دھوکہ ہو امام ایسا تو ہو

اے شمر گلزارِ مدحِ شہ میں جس کی پختگی
قابلِ تسلیم ہو جائے سلام ایسا تو ہو

ہرگز ادا فریضۂ انساں نہ کر سکے
مہماں بلا کے شہ جو مہماں نہ کر سکے

طے راہ گر وہ جادۂ ایماں نہ کر سکے
جو دل سے الفتِ شہِ مرداں نہ کر سکے

گلزارِ مصطفےٰ کو کیا گرچہ پائمال
پژمردہ پر لعین گلِ ایماں نہ کر سکے

وہ اور حسینا کہے خالق کی شان ہے — جو یادِ ایک سورۂ قرآں نہ کر سکے
خود لافتیٰ گواہ ہے اس پر کہ مرتضےٰؑ — وہ کر گئے کہ جو کوئی انساں نہ کر سکے
عابد کے ہاتھ اس لئے باندھے تھے تا بسر — غم میں پدر کے چاک گریباں نہ کر سکے
گریاں رہے ہمیشہ غمِ شہ میں اہلبیت — ایامِ عید بھی انھیں خنداں نہ کر سکے
جنت میں اس کو حق نے کیا اپنا میہماں — حُر جری کو شاہ جو مہماں نہ کر سکے ٢٠
سیراب اہلِ شام تھے پیاسا تھا اسپِ شاہ — حیواں نے وہ کیا جو یہ انساں نہ کر سکے
اُلجھے رہے جو الفتِ دنیا میں اہلِ زر — کچھ اپنی آخرت کا وہ ساماں نہ کر سکے
عمرِ دو روزہ کھو کے ملی دائمی حیات — اہلِ جفا شہیدوں کو بے جاں نہ کر سکے
آباد کی ہے یوں غمِ شہ سے زمینِ دل — آ کر کبھی خوشی جسے ویراں نہ کر سکے
بابِ نبیؐ پہ ناصیہ سائی زہے شرف — سلماں نے وہ کیا جو سلیماں نہ کر سکے
تھا اس قدر ہجومِ مصائب کہ اے قمر — تیزی سے اسپِ فکر کو جولاں نہ کر سکے

زیست کا میری چھلکتے وقت ساغر دیکھنا — آئیں گے بالیں پہ خود ساقیِ کوثر دیکھنا
ہے عبادت حسبِ فرمانِ پیمبرؐ دیکھنا — سوئے کعبہ، سوئے قرآں، سوئے حیدر دیکھنا
غور سے اہلِ نظر تاریخِ خیبر دیکھنا — لاشِ مرحب دیکھنا جبرئیل کے پر دیکھنا
آیۂ تطہیر لے کر آ رہے ہیں جبرئیل — کون ہیں یہ قربِ احمدؐ زیرِ چادر دیکھنا
تھا جو کل اس دہر میں آئینۂ کبر و غرور — ہے شکستہ آج ٹھوکر سے وہی سر دیکھنا
طاقِ کسریٰ شق ہوا ہے سرد ہے فارس کی آگ — منکرو پیدائشِ احمدؐ کا منظر دیکھنا
طور کی جانب چلے ہو کیوں پئے دیدار اے کلیمؑ — اپنی شہ رگ کی طرف جھک کر پیمبرؐ دیکھنا
اے مدینہ جانے والے پہلے چل سوئے نجف — شہر میں جانے سے پہلے شہر کا در دیکھنا
بنتِ حیدرؑ کا جگر تھا ورنہ کچھ آساں نہ تھا — بھائی کے سوکھے گلے پر کُند خنجر دیکھنا
کہف کے سورہ کی کرتا ہے تلاوت فرقِ شاہ — سنگدل برسا رہے ہیں اس پہ پتھر دیکھنا ٢١
شاہِ دیں پر رونے والو حشر کے بازار میں — اپنے ان اشکوں کو فضلِ حق سے گوہر دیکھنا
پاسبانی کی کنوئیں بھی کھودے سقائی بھی کی — کربلا میں سعیِ عباسِ دلاور دیکھنا
وقتِ رخصت شہ نے فرزندِ جواں سے یہ کہا — مجھ کو تا حدِ نظر مڑ مڑ کے اکبر دیکھنا
جذبِ صادق ہے اگر باقی تو قربِ بادہ نوش — چھوڑ کر آئیں گی موجیں حوضِ کوثر دیکھنا
پر بچھاتے ہیں زمیں پر بچھنے پر اے جبرئیلؑ — ذو الفقارِ حیدرِ صفدر کا لشکر دیکھنا
سر کھلے آئیں گی زہراؑ داد خواہی کے لئے — اہلِ محشر اور اک محشر میں محشر دیکھنا
کر دیا دو کلمہ اژدر کو حق کے شیر نے — اللہ اللہ مہد میں یہ زورِ حیدر دیکھنا
دیکھتے ہی دیکھتے دوزخ سے جنت میں گیا — حُر کی قسمت دیکھنا حُر کا مقدر دیکھنا
لوٹ کر باغِ نبیؐ قیدی بنایا آل کو — امتِ احمدؐ کا ظلم اللہ اکبر دیکھنا

دل میں میرے جاگزیں کیوں کر ہوئی حیرت ہے
الفت شہ اور یہ اجڑا ہوا گھر دیکھتا
بزمِ عالم میں نہ آئے گا نظر ایسا شجاع
لا فتیٰ کے آئینہ میں زورِ حیدر دیکھتا
حق نے بخشی مدحتِ آلِ محمدؐ کی سند
اے ثمر فضلِ خدا و لطفِ داور دیکھتا

جو درِ حیدر کے سنگِ آستاں بنتے رہے
خاک بن کر اس زمیں کی آسماں بنتے رہے
کوئی کیا جانے مراتب مرتضیٰ کے جز خدا
مثلِ احمدؐ یہ بھی حق کے رازداں بنتے رہے
جن کے گھر کھود دیے گئے آلِ نبی کی چاہ میں
خلد میں ان کے جواہر کے مکاں بنتے رہے
باغِ زہرا نے رکھی اسلام کے گلشن کی لاج
اس کے گل مرجھا کے جانِ بوستاں بنتے رہے
غرق ہو جاتا جہازِ اسلام کا ممکن نہ تھا
دامنِ تیغِ علیؑ کے بادباں بنتے رہے
۲۲ موت ایسوں کی جہاں میں درسِ عبرت کیوں نہ ہو
جن کی قبریں بن گئیں لیکن مکاں بنتے رہے
باغِ دنیا میں ہمیشہ تختۂ مشقِ ستم
گلشنِ اسلام کے سب باغباں بنتے رہے
فاضلِ طینت سے جو مٹی بچی روزِ ازل
آلِ پیغمبر کے اس سے مدح خواں بنتے رہے
کون کہتا لٹ رہے تھے جب خیامِ شاہِ دیں
یہ وہ در ہے جس کے قدسی پاسباں بنتے رہے
بے زباں اصغر تھے لیکن بہرِ اظہارِ عطش
ہونٹ مرجھائے ہوئے گویا زباں بنتے رہے
کشتِ مدحت خونِ دل سے اپنے جو سینچا کئے
بس ثمر وہ قابلِ باغِ جناں بنتے رہے

ذاتِ حیدر دو جہاں میں ہر طرح ممتاز ہے
یہ وہ بندہ ہے کہ جس پر خود خدا کو ناز ہے
شہ کے افسانے میں ایسا سوز ایسا ساز ہے
آج تک جس پر زمانہ گوش بر آواز ہے
یوں منائیں سیزدہ صد سالہ شہ کی یادگار
غیر قومیں کہہ اٹھیں بے ساختہ اعجاز ہے
کہہ کے پیغمبر سے یہ سدرہ پہ ٹھیرے جبرئیل
آپ بڑھئے ختم اب میری حدِ پرواز ہے
ادن منی کی صدا ہے بڑھتے جاتے ہیں رسولؐ
دیدنی معراج کی شب میں خرامِ ناز ہے
۲۳ ادب اکر جامِ الفت پیتے ہیں وقتِ نماز
تیرے مے نوشوں کا ساقی یہ نیا انداز ہے
عرش پر ہر ہر قدم چل چل کے رکتے ہیں رسولؐ
دل کی دھڑکن کہتی ہے بس یہ حریمِ ناز ہے
دشمنِ دیں کہتے تھے سن سن کے اکبر کی اذاں
یہ رسول اللہ سے ملتی ہوئی آواز ہے
ناصرانِ شاہ کہتے تھے نہیں رکنے کے اب
حور و غلماں منتظر ہیں بابِ جنت باز ہے
حرِ شبِ عاشور تصویرِ تفکر ہے مگر
شاہ کی الفت ہے ہمدم شہ کا غم دمساز ہے
جس نے انسانوں کو حیوانوں سے بدتر کر دیا
دہر میں گمراہ کن وہ صرف حرص و آز ہے
دے دیا ان کی حفاظت میں کلام اللہ کو
آلِ احمدؐ کا بہت کچھ پیشِ حق اعزاز ہے
زیرِ خنجر یوں جھکایا شاہ نے فرقِ نیاز
خالقِ سجدہ کو اس سجدے پہ فخر و ناز ہے
حشر کے میداں میں ہوگا پیشِ داور انکشاف
شہ کی قربانی میں جو پنہاں خدائی راز ہے
گرد میں زلفیں اٹی ہیں رو کے لیلیٰ نے کہا
اٹھو اکبر یہ بھی سونے کا کوئی انداز ہے

مضطرب لیلیٰ ہیں اکبر ہیں جو مصروفِ اذاں
قلبِ مادر کے لئے دل سوز یہ آواز ہے
عرشِ رفعت کیوں نہ ہو میری زمینِ دل شمرؔ
الفتِ آلِ رسول اللہ یا انداز ہے

کفن کے ساتھ ہم یہ دردِ عصیاں کی دوا لیں گے
پئے بخشش تری خاک اے زمینِ کربلا لیں گے
حسینؑ ابنِ علیؑ پہ رو کے ہم بتلا مس کیا لیں گے
دعائے فاطمہؑ اور قصرِ پیغمبرؐ میں جا لیں گے
جواہر جوہری اور کیمیا گر کیمیا لیں گے
جو خالص بوترابی ہیں وہ بس خاکِ شفا لیں گے
علیؑ لیٹے ہیں فرشِ مصطفیٰؐ پر نقدِ جاں لیکر
ہمیں واسطے ہیں مول خالق کی رضا لیں گے
تڑپتا جائیگا دنیا سے جو شبیرؑ کے غم میں
اُسے آغوشِ الفت میں حبیبِ کبریاؐ لیں گے
غدیرِ خم میں حیدرؑ کو نبیؐ نے حکمِ خالق سے
اٹھایا تھا بھرے مجمع میں ہم قرآں اٹھا لیں گے
بوقتِ نزع۔ ہنگامِ ولادت۔ قبرِ مومن میں
ہر اک مشکل میں شیعوں کی خبر مشکل کشا لیں گے
قیامت ہے کہیں تکبیر اعدا قتلِ اکبرؑ پر
نبیؐ کے سامنے کس منہ سے یہ نامِ خدا لیں گے
ہمیں کیا خوفِ عصیاں حشر میں ہونگے کسا والے ۲۴
نہ پردہ فاش ہوگا اپنے دامن میں چھپا لیں گے
کہا زینبؑ نے کس منہ سے کہوں یہ امتِ جدؐ ہیں
نبی زادی ہوں کیا میری بھی چادر اشقیا لیں گے
حسینؑ ابنِ علیؑ واقف ہیں ان کی قدر و قیمت سے
مِرے اشکوں کے موتی جوہری دنیا کے کیا لیں گے
علیؑ مشکل کشا کشتیِ دیں کے ناخدا بھی ہیں
سرِ محشر مجھے گردابِ عصیاں سے بچا لیں گے
ہمیں در کا ہے جنت۔ نہ کوثر چاہئے ہم کو
پسِ مُردن فقط دو گز زمینِ کربلا لیں گے
نظر کرتا ہوں جب انجامِ حُرؑ پر دل میں کہتا ہوں
مِری بگڑی ہوئی قسمت کو بھی مولا بنا لیں گے
جسے پی کر نہ اترے مر کے بھی یہ جامۂ ہستی
ہم اپنے ساقیِ مہوش سے وہ جامِ ولا لیں گے
گھٹائیں رنج و غم کی کربلا والوں سے کہتی ہیں
تمہارے بعد ہم ہر اک دلِ مومن کو چھا لیں گے
شمرؔ ہوں ذاکرِ سبطِ نبیؐ کیا خوفِ عصیاں کا
مِرے مولا مجھے نارِ جہنم سے بچا لیں گے

وہ خود بھی ناپائیدار رہی ہے جو دہرِ ناپائیدار میں ہے
نہ پھول باغِ جہاں پہ غافل خزاں چھپی اس بہار میں ہے
ہوا ہے زیرِ نگینِ حیدرؑ ملک ہیں تابع فلک ہیں تابع
ہے سب خدائی یہ ان کا قبضہ بشر بھلا کس شمار میں ہے
علیؑ کا جوشِ کرم جو دیکھا بہار سائل کو دے کے قنبر
ہٹے نہ ہرگز کہا کہ آقا غلام بھی اس قطار میں ہے
کِسا کے دامن میں چھپنے والو تمہارے رتبہ کو کیا بتاؤں
تمہاری رفعت قسم خدا کی نگاہِ پروردگار میں ہے
سوا خدائی کے کل خدا نے نبیؐ و آلِ نبیؐ کو بخشا ۲۵
ہے ان کے قبضہ میں بھی وہی سب جو قبضۂ کردگار میں ہے
کوئی وفا کیش فرشِ احمدؐ پہ سر بکف شب کو سو رہا ہے
کوئی جفا جو رفیق بن کر نبیؐ کے ہمراہ غار میں ہے
ڈرے وہ مرنے سے جس کے دل میں نہ ہو قسیمِ جناں کی الفت
ہمیں تو جینے سے موت اچھی کہ لطفِ جنت مزار میں ہے
یہ شاہ اعدا سے کہہ رہے تھے ہے جنگ میری رضا کے تابع
وگرنہ پہلے کی سی روانی ابھی تلک ذوالفقار میں ہے
کہا لعینوں سے شاہِ دیں نے جزا ملیگی سزا ملے گی
تمہارا ظلم اور صبر میرا نگاہِ پروردگار میں ہے
عزائے شبیرؑ میں ہماری ترقیوں کا ہے رازِ پنہاں
خدا ہے شاہد بقا ہماری حسینؑ کی یادگار میں ہے

خلیل پر آگ گل ہوئی ہے دہکتے شعلے بنے ہیں غنچے
گلے پہ خنجر دعا زباں پر ہے دل میں یادِ خدائے برتر
یہ رو کے مقتل میں بولیں لیلےٰ یہاں پہ اکبر نے دم ہے توڑا
یہ بھوکے پیاسے امام بیکس ابھی جو چاہیں الٹ دیں دنیا
تمہارا یہ ظلم کوفے والو کبھی نہیں بھول سکتی دنیا
گلوں کے بستر پہ سونے والو کبھی یہ کانٹا بھی دل میں کھٹکا
فرشتہ موت آچکا ہے پئے مدد یا علیؑ اب آؤ

سمجھ رہے ہیں یہ دل میں ناری کہ نور خالق کا نار میں ہے
کوئی بشر بھی حسینؑ کا سا جہانِ ناپائیدار میں ہے
مری امیدوں کا خون ناحق بہا اسی لالہ زار میں ہے
بنے ہیں مظلوم حکمِ حق سے وگرنہ سب اختیار میں ہے
کہ ہے جو مشکل کشا کا پوتا اسی کا بازو دہار میں ہے
خزاں بھی پوشیدہ اس ہماری بہارِ ناپائیدار میں ہے
ثمر کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں تمہارے ہی انتظار میں ہے

ریاضِ خُلد میں مدّاحِ حیدرؑ گلفشاں ہونگے
وہ خورشیدِ درخشاں سے زیادہ ضوفشاں ہونگے
حدیثِ طیر پر شہبازِ ایماں اڑ کے کہتا ہے
فضائلِ آلِ پاکِ مصطفےٰ کے چھپ نہیں سکتے
علیؑ سوئے تھے تلواروں کے سایہ میں شبِ ہجرت
زمانہ سے سند یہ کربلا والوں نے پائی ہے
غنیمت ہے یہ صحبت ہم نشینو۔ کل خدا جانے
شبیہِ مصطفےٰ کو دیکھ کر بے دیں یہ کہتے ہیں
ثنائے صاحبِ معراج کرنے آج بیٹھا ہوں
مرے محبوب کے ہمراہ شیعہ ہوں گے محشر میں
۲۶
محل بنوانے والو یہ بھی دھیان آیا کبھی تم کو
خلشِ خارِ گنہ کی ان دلوں میں رہ نہیں سکتی
خدا دست خدا کو نا سمجھ انساں کہدیں گے
زمیں لرزے گی۔ کانپیں گے جبل۔ برسے گا خوں رن میں
عیاں تھا تیوروں سے دلبرانِ بنتِ حیدرؑ کے
حجاب اٹھنے تو دو۔ قاسمؑ کو پردے سے نکلنے دو
پڑیں گے دہر میں اسلام کی جب جان کے لالے
زمیں تھرّائیگی برسیگا خوں۔ افلاک روئیں گے
ہوا ہے وہ مری تلوار کی عباسؑ کہتے تھے
پئے انصاف آئیں گی کھُلے سر فاطمہؑ زہرا
ملک روئیں گے۔ حیدرؑ روئیں گے اور ہم بھی روئینگے
شہِ مظلوم یوں فرزند کی میت پہ کہتے تھے
قیامت میں یہ ہوگا اک قیامت خیز نظارہ
ثمر طورِ سینا پر ہر مدح مدح آلِ پیغمبر

ثمرِ خارِ گنہ ان کے نصیبِ دشمناں ہونگے
بروزِ حشر جن سینوں پہ ماتم کے نشاں ہونگے
تصدق اس علیؑ کی منزلت پر مرغِ جاں ہونگے
نہاں جتنے کئے جائیں گے اتنے ہی عیاں ہونگے
وفا کے اس سے بڑھ کر اور کیا جوہر عیاں ہونگے
وفادار اب نہ ایسے اور نہ ایسے امتحاں ہونگے
نہیں معلوم تم ہوگے کہاں اور ہم کہاں ہونگے
رسولؐ اللہ بھی ایسے ہی ہوں گے جب جواں ہونگے
مضامینِ بلند اس سرزمیں کے آسماں ہونگے
حسینانِ زمانہ یوسفِ بے کارواں ہونگے
مکیں تم کس مکاں کے ہوگے۔ یہ کس کے مکاں ہونگے
کہ جن میں ماتمِ سرور کے داغوں کے نشاں ہونگے
اگر رازِ شبِ معراج دنیا پر عیاں ہونگے
سوئے دریا علمِ عباسؑ جب لے کر رواں ہونگے
قیامت ہوگی یہ بچے اگر بڑھ کر جواں ہونگے
پہنچ جائیں گے اک چشمِ زدن میں ہم جہاں ہونگے
فدا اس پر حسینؑ ابنِ علیؑ کے روح و جاں ہونگے
قلوبِ سنگِ خارا تک کے غم میں خونچکاں ہونگے
پھریرے رایتِ دشمن کے ہر سو دھجیاں ہونگے
نئے آثارِ محشر کے سرِ محشر عیاں ہونگے
مصائب زیرِ تربت شاہِ والا کے بیاں ہونگے
خبر کیا تھی کہ مرنے کے لئے اکبر جواں ہونگے
لئے ہاتھوں پہ فرقِ خونچکاں شاہِ زماں ہونگے
کلیم اللہ بھی اک روز تیرے ہم زباں ہونگے

کسی بے دیں کے سر پر وار جب اکبر لگاتے ہیں
جناں میں نعرۂ تکبیر پیغمبر لگاتے ہیں

علیؑ جاں بیچنے لیٹے ہیں تلواروں کے سایہ میں
کب اس انداز سے دوکان سوداگر لگاتے ہیں

علےؑ کے زیرِ پا جو رہ چکے ہیں جنگ خیبر میں
ملک آنکھوں سے وہ جبریل کے شہپر لگاتے ہیں

تفاوت دیکھنا ہے خلد میں مدّاح و زائر کا
گلے سے اپنے پہلے کس کو پیغمبر لگاتے ہیں

قیامت تک کسی کے بھی اٹھانے سے نہ اٹھیں گے
یہ کہہ کر ہم درِ شبیرؑ پر بستر لگاتے ہیں

چلا یہ کہہ کے بے دینوں سے حُرؑ شبیرؑ کی جانب
پئے عقبےٰ ہم اس دنیا کو یوں ٹھوکر لگاتے ہیں

۲۷ وصایت پر علیؑ کی باغیوں کو خار ہوتا ہے
شجر ایماں کا دشتِ خُم میں پیغمبر لگاتے ہیں

کفن کے ماسوا تربت میں کچھ بھی جا نہیں سکتا
عبث دنیا میں ہم انبارِ سیم و زر لگاتے ہیں

دکھا داؤد کو زورِ یداللہ اے درِ خیبر
برابر تیرے حصے کس طرح حیدرؑ لگاتے ہیں

کبھی پیشِ خدا جو سر تکبر سے نہ جھکتا تھا
اسی فرقِ نجس کو آج سب ٹھوکر لگاتے ہیں

حسینؑ ابنِ علیؑ کو کرتے ہیں مَس جسمِ فطرس سے
شکستہ پر ملک کے مصطفٰےؐ شہپر لگاتے ہیں

چلے گا کُند خنجر شمر کا کل اس کی گردن پر
گلے سے اپنے جس کو آج پیغمبر لگاتے ہیں

نہ رہتے تشنہ لب اطفالِ شہ گر تو برس جاتا
یہ الزام بجا ہم تجھ پہ ابرِ تر لگاتے ہیں

رہا جو فرقِ اطہر زینتِ آغوشِ پیغمبرؐ
قیامت ہے کہ اس پر سنگدل پتھر لگاتے ہیں

پھلیں پھولیں گے بڑھ کر تخمِ اشک باغِ جنت میں
ثمر ہم غم میں شہ کے نخلِ بار آور لگاتے ہیں

قطعات و رباعیات

۱ نہ خلعت مجھ کو دینا اور نہ مجھ کو مال و زر دینا
مگر مجلس سے مالا مال اٹھوں اسقدر دینا
میں سائل بنکے آیا ہوں تمہارا اے عزادارو
مرا دامن دُرِ اشکِ عزائے شہ سے بھر دینا

۲ قدرداں جمع ہیں سب لختِ جگر دیکھیں گے
سخنِ صاف کا حُسن اور اثر دیکھیں گے
ہے دعا حق سے کہ خالق تری خامی کو چھپائے
اے ثمرؔ آج تجھے اہلِ نظر دیکھیں گے

۳ دنیا میں جھکیں نہ جس بشر کی آنکھیں
بے کار ہیں اس صاحبِ زر کی آنکھیں
مٹ جائیگی اے ثمرؔ یہ خامی تیری
دیکھیگا اگر اہلِ نظر کی آنکھیں

۴ مداحیِ آل سے یہ عزت دیدی
خالق نے مجھے جہاں میں شہرت دیدی
ہر بیت پہ آتی ہے یہ ہاتف کی صدا
جا اس کے عوض میں ہم نے جنت دیدی

۵ اب کچھ نہیں ہم ملال کرنے والے
وہ آئے جو تھے خیال کرنیوالے
تربت میں سنیں گے اب علیؑ کی باتیں
خاموش رہیں سوال کرنے والے

۶ اختر کی چمک مرے ہر آنسو میں ہے
گویا یدِ بیضا کا اثر خُو میں ہے
تاریکیٔ قبر گر فزوں ہوتی ہے ہو
داغِ غمِ شبیرؑ تو پہلو میں ہے

۷ اللہ و نبیؐ کی مہربانی دیکھو
ادنےٰ خدمت پہ قدردانی دیکھو
انکھوں سے رواں ہو کے غمِ سرورؑ میں
گوہر ہیں نہاں جس میں وہ پانی دیکھو

۸ اک قطرۂ آب کے برابر ہم ہیں
دنیا کی نظر میں اس سے کمتر ہم ہیں
کہتے ہیں نکل نکل کے یہ اشکِ عزا
جو حشر میں چمکیں گے وہ گوہر ہم ہیں

۹ داغِ غمِ شہ سے پُرضیا سینہ ہے
انوارِ الٰہی کا اک آئینہ ہے
پڑتی ہے نظر ملائکہ کی جس پر
وہ رحمتِ خالق کا یہ گنجینہ ہے

۱۰ اللہ نے مرتبہ بڑھانے کے لئے
اعزازِ غمِ شاہ دکھانے کے لئے
پوشیدہ کیا اشکوں میں بحرِ رحمت
اک آتشِ دوزخ کو بجھانیکے لئے

۱۱ مدحت کی زمین ہے آسمانِ رحمت
واللہ ثنائے شہ ہے جانِ رحمت
جنت کی طرح سے گھر یہ آیا ہے پسند
ہر بیت ہے اس کی اک مکانِ رحمت

۱۲
بکھریں جو عزائے شہ میں گیسو رحمت
آنکھوں سے اگر رواں ہوں آنسو رحمت
خالق کو پسند ہے نشست و برخاست
اس غم کا بنا ہر ایک پہلو رحمت

۱۳
پوشیدہ کہیں عیاں خدا کی رحمت
رہتی ہے کہاں کہاں خدا کی رحمت
وہ آتشِ سوزاں ہے غمِ سبطِ رسولؐ
اس آگ میں ہے نہاں خدا کی رحمت

۱۴
چھپتی ہی نہیں صاحبِ آزار کی آنکھ
پوشیدہ نہیں رہتی ہے غمخوار کی آنکھ
دو چیزیں خدا و مصطفےٰؐ کو ہیں پسند
مومن کا قلب اور عزادار کی آنکھ

۱۵
اب دیکھوں گا پھر انھیں ولادت کے بعد
جنّت میں جاؤں گا زیارت کے بعد
آتے ہیں علیؑ فرشتوں تربت سے جاؤ
بچھڑے ملتے ہیں ایک مدت کے بعد

۱۶
ہیں تیر و سناں سب اپنے سینے کے لئے
پیاسے ہیں شرابِ خلد پینے کے لئے
کہتے تھے دمِ نزع یہ انصارِ حسینؑ
مرتے ہیں ہم ہمیشہ جینے کے لئے

۱۷
کیا سمجھے کوئی کہ کیا ہے قدرت تیری
غصہ پہ سنا ہے وہ ہے رحمت تیری
آلودۂ عصیاں ہوں جہاں بھیجدے تو
دوزخ ہے تری اور ہے جنّت تیری

۱۸
پیغمبرِ حق ہیں آفتابِ جنّت
اور ان کا وصی ہے ماہتابِ جنّت
سردارِ جوانانِ جناں ہیں حسنینؑ
پھر کیوں نہ ہو اوج پر شبابِ جنت

۱۹
تا زیست کسی وقت نہ ذلّت پاؤں
ہم چشموں میں اے خدا میں عزت پاؤں
اس مدح سرائی کے عوض میں یارب
آرام جہاں میں مر کے جنّت پاؤں

۲۰
تعلیم اخوت ہو خدا والوں سے
سیکھو یہ بات ماریا والوں سے
چھوٹا نہ قضا کے بھی چھڑائے سے ساتھ
الفت کا سبق لو کربلا والوں سے

۲۱
دنیا سے ضرور ایک دن رحلت ہے
انجام پہ ہے نظر کہاں غفلت ہے
شاگردِ رشید ہوں یہ ہے وجہِ قوی
پیری سے مجھے شباب میں الفت ہے

۲۲
طفلی سے میں خوب تھا جو بیدم ہوتا
کہتا ہوں میں سچ کچھ نہ مجھے غم ہوتا
موت آئے گی پیری میں نہ پوچھے گا کوئی
مرتا جو شباب میں تو عالم ہوتا

۲۳
آخر میں یقین کامرانی کا ہے
انجام بخیر ناتوانی کا ہے
سنتے ہیں ملے گا مر کے جنت میں شباب
پیری میں ثمر مزا جوانی کا ہے

۲۴
بات اپنی جہاں سے نہ جانے دینا
غلبہ اسے اپنے پہ نہ پانے دینا
جان دے کے تو نام اپنا رکھ لینا شباب
پیری کو نہ اپنے بعد آنے دینا

۲۵
یہ رسم کہن سب ہی بجا لاتے ہیں
کرتے ہیں انھیں دفن جو مر جاتے ہیں
پھر ملتے ہیں کیوں دست تاسف احباب
مٹی میں ملا کے مجھکو پچھتاتے ہیں

۲۶
باتوں پہ شباب کی میں پچھتاتا ہوں
خیر اپنی خطاؤں کی سزا پاتا ہوں
جھک جانے سے پیری میں ہوا عقدہ حل
اعمال کا بار ہے جھکا جاتا ہوں

۲۷
جب آیا لڑکپن تو جوانی سمجھے
آیا جو شباب ناتوانی سمجھے
پائی جو تمام اپنی طاقت زائل
ہم شیب کو مرگ ناگہانی سمجھے

۲۸
مجبور ہوں، ہوں ترا ثنا خواں پیری
اب تو ہی تو صرف ہے مری جاں پیری
دنیا سے مٹا کے یک قلم نامِ شباب
قوت پہ بہت ہے اپنی نازاں پیری

۲۹
صدمے پہنچے ہیں تجھ سے کیا کیا پیری
بیکار کئے تو نے سب اعضا پیری
مغلوب اگر ہوا ہی شباب تو غرہ نہ کر
ہے اس سے ترا برا نتیجا پیری

۳۰
لابد ہے موت زندگانی کے لئے
قوت آتی ہے ناتوانی کے لئے
کیونکر نہ ثمر شباب کو یاد کریں
پیری صد عیب ہے جوانی کے لئے

۳۱
طفلی کا جو ذکر آیا تو دل بھر آیا
فوراً ہی خیالِ علی اصغر آیا
جب چاہا جوانی کی کریں کچھ تعریف
بس یادِ شبابِ علی اکبر آیا

۳۲
ہے آلِ رسول کی محبت کا ثمر
پایا ہے جو میں نے باغ جنت کا ثمر
کیا سیرِ جناں سے ہو گا رضواں مانع
جب ہاتھ میں ہاتھ ہو گا رحمت کا ثمر

۳۳
مشتاق ہو تم جس کے وہ منظر دیکھو
خود اپنی طرف ذرا پیمبر دیکھو
کیوں جاتے ہو طور پر پئے دید کلیم
موسے رگِ جاں پہ ہاتھ رکھ کر دیکھو

حق مہر و محبت کے جتائے تو کیا
۳۴ مجھ پر سے گنہ کا بوجھ ہلکا نہ ہوا
احباب سرِ مزار آئے تو کیا
تربت پہ اگر پھول چڑھائے تو کیا

اب کب مجھے یادِ جام و مُل ہوتی ہے
۳۵ افزونیِ جوشِ مدح کہتی ہے ثمرؔ
ہاں مدحِ ائمہ و رُسل ہوتی ہے
شاید شمعِ حیات گُل ہوتی ہے

کچھ لطف ملے وار جو کامل پہ کریں
۳۶ کب کہتا ہوں یہ ماہرِ حق ہوں میں بھی
حملہ وہ کسی مدِ مقابل پہ کریں
جاہل ہیں جو اعتراض جاہل پہ کریں

خامی جو سخن میں آج دکھلائے گا
۳۷ بڑھنے دو ہوائے مدح میں اور اسے
کل لطفِ خدا سے رنگ و بُو پائیگا
اک روز ثمر بھی پختہ ہو جائیگا

سمجھے نہیں اے فرشتو تم کیا مجھ کو
۳۸ چلتا ہوں تمہارے کہنے سے مگر
مداحیِ حیدر کا ہے دعوا مجھ کو
دوزخ گُل ہو تو پھر نہ کہنا مجھ کو

انسان جو غرور سے جدا رہتا ہے
۳۹ بیجا نہیں منکسر مزاجی میری
اس بندے سے خوشنود خدا رہتا ہے
فطرت ہے ثمرؔ کا سر جھکا رہتا ہے

عزت جو گذشتہ سال فرمائی ہے
۴۰ آیا ہے ثمر پھلی ہے شاخِ امید
پھر مجھ کو وہی للک یہاں لائی ہے
گلزارِ غمِ شہ میں بہار آئی ہے

آئی ہے سحر رات جوانی کی گئی
۴۱ رخصت ہوتے یہ کہہ کے دہن سے دنداں
سب شان وہ ہیہات جوانی کی گئی
دنیا سے بس اب بات جوانی کی گئی

زر دینگے مجھے نہ لال و گوہر دینگے
۴۲ ہو جائیگی زرخیز مری کشتِ امید
پُر دامنِ مدعا مرا بھر دینگے
جب دادِ سخن مجھے سخنور دینگے

مانا میں نے کبھی کبھی کہتے ہیں
۴۳ محسود نہ ہوں کس لئے میں دنیا میں
لیکن کچھ بات ہے جبھی کہتے ہیں
سب لوگ ثمرؔ کو بار بھی کہتے ہیں

کیا سمجھے کرشمے کوئی قدرت کے تری
۴۴ کہتی ہے جسے دوزخ و جنت مخلوق
ہر سمت کھلے ہیں پھول صنعت کے تری
پھیلے ہیں یہ میزان عدالت کے تری

ہر مرتبہ یوں رنگ و اثر بڑھتا ہے — خون دل ہر اہل نظر بڑھتا ہے
۴۵ ہو سکتا نہیں کبھی گمان خاکی — بارش میں جو رحمت کے ثمر بڑھتا ہے

گلزار ثنا کے نخل میں کیا ہوگا — ہر شاخ کا اسکی بار اچھا ہوگا
۴۶ چودہ ہیں ثمر کی داشت کرنیوالے — پختہ ہوگا ضرور پختہ ہوگا

خاصیت جاذبہ کو تو پیدا کر — بنتا ہے ثمر ثمر کی خو پیدا کر
۴۷ ارباب نظر کی پھر نظر پر چڑھنا — پہلے اپنے میں رنگ و بُو پیدا کر

ہے باغِ رسولِ پاکؐ گلزار ثمر — خوش ذائقہ ہیں اسی سے اثمار ثمر
۴۸ بازار ثنا میں کیوں نہ قیمت بڑھ جائے — سب اہل نظر ہوں جب خریدار ثمر

اتنا تو ثمر اور نمو پیدا کر — مدحت کے گلوں میں رنگ و بُو پیدا کر
۴۹ ہو طورِ ثنا پہ جلوہ گر مثلِ کلیم — اللہ سے وہ گفتگو پیدا کر

عزت بھی شرف بھی کامرانی بھی ملی — جو پیر تھے ان کو تو جوانی بھی ملی
۵۰ کیا کہنا تمہارا شہ پہ مرنیوالو — جنت بھی حیاتِ جاودانی بھی ملی

حظ اہل نظر نے جب نہ پایا تو کیا — نا وقت ثمر باغ میں آیا تو کیا
۵۱ اچھی ہے فروتنی جوانی میں جو ہو — پیری نے اگر آکے جھکایا تو کیا

جنت میں صلہ مدح کا حیدر دینگے — مداح کا منہ موتیوں سے بھر دینگے
۵۲ ہم چشموں میں آبرو بڑھانیکے لئے — اپنے ہاتھوں سے جام کوثر دینگے

ماتم میں شہ دیں کے یہ پایا ہے ثمر — پہلو میں جو دل ہے چوٹ کھایا ہے ثمر
۵۳ سر خم ہے کہ ہے رنج و الم کی تصویر — باغِ غمِ شبیر میں آیا ہے ثمر

منہ اشکوں سے اپنا دھو نہ لے آئیں — شبیر پہ جان کھونے والے آئیں
۵۴ شیشے لے کے آگئے ہیں قدسی — مجلس میں شہ پہ رونے والے آئیں

قرآن میں ہے درج یہ حکایت دیکھو — کتے کی اک انساں پہ فضیلت دیکھو
۵۵ فطرت پہ بھی وہ چپ رہا یہ چیخ اٹھا — کون ان میں ہے اب قابلِ لعنت دیکھو

۵۶ ممکن نہیں یہ وصف سوائے شبیر
اغیار بھی کرتے ہیں ثنائے شبیر
شیعوں کی حیات ہے اسی پہ موقوف
ہے وجہِ بقا ثمرِ عزائے شبیر

۵۷ وہ باتیں ہوں بد جن کا اثر ترک کرو
ہو جس میں غرور کی نظر ترک کرو
بازارِ ثنا میں پختہ ہونا ہے اگر
ہر خام خیالی کو ثمر ترک کرو

۵۸ خوشبو کا اثر دیکھ کے بتلا دینگے
رنگت کو ثمر دیکھ کے بتلا دینگے
گلزارِ ثنا میں پختگی و خامی
اربابِ نظر دیکھ کے بتلا دینگے

۵۹ مابعد کو اور نہ ماسبق کو دیکھا
خالق کی کتاب کے ورق کو دیکھا
تھے وقتِ ولادت مرے موجود علیؑ
پہلے دیکھا تو میں نے حق کو دیکھا

۶۰ ہنگامِ ولادت شہِ صفدر آئے
پر یاد نہیں مجھے کہ کیونکر آئے
محشر میں، بوقتِ نزع، زیرِ تربت
جب بھی کوئی مشکل پڑی حیدر آئے

۶۱ معصوم کے خون میں خون ملا پاک ایسے
ایماں پہ مرے صاحبِ ادراک ایسے
دو ہاتھوں میں پہنچے لبِ کوثر انصار
دریائے وفا کے تھے وہ پیراک ایسے

۶۲ انصارِ حسین کی زبانی لے جائیں
جو پیر ہیں وہ آکے جوانی لے جائیں
لینا ہو جنھیں وہ کربلا میں آئیں
جاں دے کے حیاتِ جاودانی لیجائیں

۶۳ معصوم کریں ثنائے انصارِ حسینؑ
ہوں معترف وفائے انصارِ حسینؑ
فرمائیں امامِ عصرؑ اللہ اللہ
ماں باپ مرے فدائے انصارِ حسینؑ

۶۴ یوں نخلِ وفا ثمر کوئی بو نہ سکا
اس طرح سے جان و مال کو کھو نہ سکا
انصارِ حسینؑ نے تو وہ کام کیا
جو کام کسی سے دہر میں ہو نہ سکا

۶۵ جو بات کہی زباں سے پوری کر دی
لاکھوں کے مقابلہ میں یہ پامردی
کہتی ہے شجاعت و وفا و ہمت
واللہ کہ اے حسینؑ کارے کر دی

۶۶ دکھلا دو زمانے کو اگر زندہ ہو
وہ کام کرو تمہیں جو زیبندہ ہو
کرتے ہو یادگار شہ کی قائم
مستحکم و استوار و پائندہ ہو

شہ کے افسانے میں ایسا سوز ایسا ساز ہے
ہم تو ہم غیروں کو سُن سُن کے جس پر ناز ہے
۶۷ گو کہ تیرہ سو برس ہونے کو آئے ہیں مگر
محفلِ عالم میں جو ہے گوش بر آواز ہے

دنیا والو جہانِ فانی میں مجھکو
اندوہ کی طرح شادمانی میں مجھکو
۶۸ فطرت کی تواضع بھی تواضع ہے کوئی
پیری میں جھکے تو کیا جوانی میں جھکو

رفعت اہلِ سما کو دکھلاتے ہیں
پستی پہ ہمیشہ اپنی اِتراتے ہیں
۶۹ منظور ہے جن کو سیرِ عرشِ اعظم
خاکِ درِ بوتراب بن جاتے ہیں

دُکھتی ہوئی دل کی رگ دَبا کر دیکھو
اس سوز کو ساز سے مِلا کر دیکھو
۷۰ گر دیکھنا ہو جنبشِ عرشِ اعظم
بن باپ کے بچّے کو رُلا کر دیکھو

ہے دل کو یقیں لحد میں آئینگے علیؑ
جو کچھ بھُولوں گا سب بتائینگے علیؑ
۷۱ دھو کر مئے الفت سے ثمرِ فردِ گناہ
مدّاح کو خالق سے مِلائینگے علیؑ

مسعود کہیں، کہیں یہ محسود بنا
نفسِ خالق حرم کا مولود بنا
۷۲ وہ عبد ہے کون یہ نصیری بتلائیں
خالق کی عبادت میں جو معبود بنا

مال و اولاد باعثِ زحمت ہے
بے بار جو ہے شجر یہ وہ نعمت ہے
۷۳ غافل ذرا دیکھ ہر جنازہ بردوش
دنیا کے لئے آئینۂ عبرت ہے

طاقِ کسرا کو۔ جامِ جم کو دیکھو
برباد شدہ جاہ و حشم کو دیکھو
۷۴ خاموش مواعظ تمہیں سناؤں اگر
ہر راہ روِ ملکِ عدم کو دیکھو

جادہ وہ دِکھایا اِن حق آگاہوں نے
پائی رہِ نیک جس سے گمراہوں نے
۷۵ سر راہِ خدا میں دے کے دنیا کے وفا
تسخیر کی سرور کے ہوا خواہوں نے

کرنا ہو ادا تمکو جو حقِ عبرت کا
عجلت کرو اُلٹے نہ ورق عِبرت کا
۷۶ ہوتا ہے شباب رخصت اے اہلِ جہاں
ہے وقت ابھی لے لو سبق عِبرت کا

۷۷ طِفلی کے دن گزارے تم نے سو کے
اور کھویا شباب سارا غافل ہو کے
بددِل ہوتے ہو کیوں تم قدر کرو
پیری ہاتھ آتی ہے جوانی کھو کے

یہ خوف تھا جو بجبر و قوت نہ لیا
معصوموں سے پیمانِ اطاعت نہ لیا
٧٨ گزرے ہیں بہت یزید گو بعد حسینؑ
جانیں تو لیں پہ نامِ بیعت نہ لیا

میخواروں کو آسان ہے گلابی کی شناخت
ہے لغزشِ مستانہ شرابی کی شناخت
٧٩ آئینہ دل پر نہ کدورت کا ہو نام
ہے بینش نبیؐ یہ بوترابی کی شناخت

حدت گئی اعضائے بدن سرد ہوئے
قوت جو گئی ہم ہمہ تن درد ہوئے
٨٠ رخصت ہوئی گلزار جوانی کی بہار
پیری کی ہوا چلی ثمر زرد ہوئے

یہ ذکر حسینؑ لطف دکھلائے گا
جنت میں یہی عمل تو لے جائے گا
٨١ کھلتا ہے ثمر عبث جوانی کا فراق
اک دن یہ شباب رفتہ پر آئیگا

تھک تھک گئیں جب شمس و قمر کی آنکھیں
دے سکتی ہیں کام کیا بشر کی آنکھیں
٨٢ ہر ذرے میں جلوے ہیں ترے لامحدود
خیرہ ہوں نہ کیوں اہل نظر کی آنکھیں

کام ان کے وہ مستحکم و پائندہ ہیں
انصار حسینؑ آجتک زندہ ہیں
٨٣ ہے بزم جہاں میں ان کی ضو پھیلی ہوئی
گل ہو کے بھی یہ چراغ تابندہ ہیں

کہتا ہے کوئی نفس پیمبر حیدر
ہیں مظہرِ ذات پاک داور حیدر
٨٤ محشر ہیں ہوئی جو ماتم شہ کی بنا
ہم سب کی زباں پہ ہوگا حیدر حیدر

رفعت کسکو ہے یہ سوائے حیدر
معراج تھی معراجِ ثنائے حیدر
٨٥ صورت کیا تھی اسے خدا ہی جانے
پردہ میں بعینہ تھی صدائے حیدر

حق بیں ہو اگر قول نبیؐ کو دیکھو
خالق کے ہم صفت ولی کو دیکھو
٨٦ عیسٰیؑ موسٰیؑ صفیؑ خلیلؑ و داؤدؑ
گر دیکھنا ہو ان کو علیؑ کو دیکھو

مختل ہیں حواس یا عزوجل کیا
مرجھا گئے خود تذکرہ گل کیا
٨٧ اب زرد ہیں پہلے تھے ثمر سرخ و سپید
پیری کا جوانی سے تقابل کیا

مہماں کی آمد کا تماشا دیکھوں
اعمالِ خراب کو جو اچھا دیکھوں
٨٨ ہے دل کی سیاہی سے زمانہ تاریک
بالوں کی سپیدی کو ثمر کیا دیکھوں

کاٹیں نہ رگیں بحکم داور پلٹا
گردن پہ نبی زادے کے خنجر پلٹا
۸۹ یوسفؑ کے لئے ملا زلیخا کو شباب
خورشید پئے نماز حیدر پلٹا

رفعت کس کو ہے یہ سوائے حیدر
معراج تھی معراجِ ثنائے حیدر
۹۰ صورت کیا تھی اسے خدا ہی جانے
پردہ میں بعینہ تھی صدائے حیدر

تعلیمِ نبی سے ہمہ داں تھے حیدر
اللہ دبیرؔ کی زباں تھے حیدر
۹۱ حق بات کے کہنے میں تمہیں کیا تجھے باک
ایمان کے جسد کی روح رواں تھے حیدر

حیدر کو وہ با چشم مغائر دیکھیں
رتبہ یہ نہ اقوال و نظائر دیکھیں
۹۲ شہباز خرد میں ہو جو زورِ پرواز
کافی ہے فقط حدیثِ طائر دیکھیں

اعدا کے پئے رضائے حق سر توڑیں
ہو کوہ جو، مثلِ کاہ وہ در توڑیں
۹۳ داؤدؑ نے آہن کو کیا موم تو کیا
مانند علی قلعۂ خیبر، توڑیں

خورشید پھرا ہے مہرِ یزدانی سے
تابع تھے ملک قوتِ ایمانی سے
۹۴ شاہد ہیں نبی بساطِ حیدر بخدا
بہتر تھی کہیں تختِ سلیمانی سے

کم ہوتی ہے ضَو، ضعفِ بصر بڑھتا ہے
اعضا شکنی و دردِ سر بڑھتا ہے
۹۵ ہے قابلِ عبرت یہ اتار اور چڑھاؤ
گھٹتی ہے عمر سن اگر بڑھتا ہے

تھے رنج و الم ہی کامرانی کے بعد
اب کچھ بھی نہ ہوگا ناتوانی کے بعد
۹۶ ہے شیب کے آخر میں تمہیں گوشۂ قبر
پیری تو آئی تھی جوانی کے بعد

تم جانتے ہو صاحبِ آزار ہوں میں
قوت ہوئی سلب ایسا بیمار ہوں میں
۹۷ اب وقتِ مدد ہے یا حسینؑ ابنِ علیؑ
پڑھنے کے لئے مرثیہ تیار ہوں میں

ضوبار ہے مثلِ مہر داغِ ہستی
مرجھانے نہ شاداب ہے باغِ ہستی
۹۸ ہے نورِ خدا پہ جان دینے کا ثمر
گل ہو کے بھی روشن ہے چراغِ ہستی

زیبا نہیں ہم کو افتخارِ ہستی
دو روز کی ہے ثمرِ بہارِ ہستی
۹۹ دنیا ہے سرا مسافر آ آ کے گئے
کھویا ہے فنا نے اعتبارِ ہستی

واقف نہیں کب بجھے چراغ ہستی — کب خشک ہو کیا خبر یہ باغ ہستی
۱۰۰ مرنے کا کبھی خیال آتا ہی نہیں — اس علم فنا پہ یہ دماغ ہستی

اچھے بھی گئے جہاں سے بد بھی اُٹھے — اس بزم سے خاصان صمد بھی اُٹھے
۱۰۱ اعمال کو ساتھ لے کے اس دنیا سے — محسود بھی اور اہل حسد بھی اُٹھے

ابنائے وطن طرز جفا کرتے ہیں — ناخن کو وہ گوشت سے جدا کرتے ہیں
۱۰۲ اپنوں کی تو ہر لحظہ ہے تنقیص کی فکر — اغیار کی بے جا بھی ثنا کرتے ہیں

فرقت تھی نبی کی جان کھوتے حیدر — تلواروں میں محصور تھے روتے حیدر
۱۰۳ اس فصل میں ہوتا نہ اگر وصل کا لطف — شب بھر نہ کبھی چین سے سوتے حیدر

یوسف کا جمال ان کے وطن میں دیکھو — گل کی تر و تازگی چمن میں دیکھو
۱۰۴ پختہ ہے ثمر کہ خام اے اہلِ نظر — گر دیکھنا ہو باغِ سخن میں دیکھو

ہے لغزشِ پا کا ڈر کٹھن ہے منزل — جاہل کی زبان اور ثنائے کامل
۱۰۵ بے مایہ ہوں تو احساسِ فرائض بھی ہے — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

تھا اور نہ ہے آج اعتبارِ دولت — سیماب صفت نہیں قرار دولت
۱۰۶ خمخانۂ دنیا میں وہی ہیں ہشیار — دولت پہ نہ ہو جنھیں خمارِ دولت

ہمدم کیا پوچھتا ہے حال دولت — مشکل ہے بخیر ہو مآل دولت
۱۰۷ نقصان مہ پانزدہ دیتا ہے خبر — پنہاں ہے کمال میں زوالِ دولت

پُرخار رہی سدا بہار دولت — مُرجھائے وہ جو تھے گلعذار دولت
۱۰۸ سمجھا کوئی گنج اسے کوئی مارِ سیاہ — دنیا میں یہ ہے لیل و نہارِ دولت

ایمان کا کریں خیال یا زر دیکھیں — سرشار ہیں کیا قدرت داور دیکھیں
۱۰۹ دولت کی چمک کئے ہے خیرہ نظریں — دل کے اندھے تھے خدا کو کیونکر دیکھیں

احباب سے خالی ہے جہانِ دولت — خود غرضیوں سے مملو ہے مکان دولت
۱۱۰ کب صاحب زر کا نکلا دم کب اٹھی لاش — آئینۂ عبرت ہے یہ شانِ دولت

ہوتا نہیں منکشف یہ رازِ دولت   ہے سوزِ شریکِ حالِ سازِ دولت
۱۱۱ اس بحرِ جہاں میں ثمرؔ اٹھتا نہیں بار   رہتا ہے طلاطم میں جہازِ دولت

تھا جس کو نہ غم میں شہ کے چین آتا ہے   ممبر کی تھی جس سے زیب و زین آتا ہے
۱۱۲ رضوان کی تھی آمدِ ذکیؔ[۱] پر یہ صدا   ہشیار ہو، مدّاحِ حسین آتا ہے

ہر ماہرِ فن پہ تھا جو مائل نہ رہا   زینت دہِ بزم و جانِ محفل نہ رہا
۱۱۳ بے چین نہ کیوں ہوا ہے ثمرؔ روحِ ادب   نبّاضِ سخن، طبیبؔ[۲] کامل نہ رہا

دولت کھینچ کھینچ کے پاس آئی تو کیا   راحت دنیا کی کل اٹھائی تو کیا
۱۱۴ انجام میں جب فنا ہے اک روز ثمرؔ   خضرؑ و عیسیٰؑ کی عمر پائی تو کیا

مٹ سکتی نہیں دل سے کبھی یادِ حسینؑ   گونجی ہوئی ہے کانوں میں فریادِ حسینؑ
۱۱۵ "پانی پینا تو مجھ کو کر لینا یاد"   شیعو! تم سب سے ہے یہ ارشادِ حسینؑ

دنیا میں امارت کا نشاں ہے دولت   غربت کی زمیں پہ آسماں ہے دولت
۱۱۶ سب کچھ ہے پر اے اہلِ دوَل حق یہ ہے   آرام میں بھی عذابِ جاں ہے دولت

ہو جس میں نہ الفت تری وہ دل نہ بنا   اغیار ہوں جس پہ گامزن وہ منزل نہ بنا
۱۱۷ اے رزق رسانِ خلق اے منبعِ جود   جز اپنے مجھے کسی کا سائل نہ بنا

معراجِ نبیؐ پہ اہلِ شر جلتے ہیں   جلنے بھی دو کفار اگر جلتے ہیں
۱۱۸ سدرہ پہ امینِ وحی یہ کہہ کے رکے   آقا بڑھیں، میں بڑھوں تو پَر جلتے ہیں

مٹنے پہ بھی سر سبز ہے گلزارِ حسینؑ   اسلام ہے آئینۂ ایثارِ حسینؑ
۱۱۹ احباب پہ ان کے نارِ دوزخ ہے حرام   مدّاحِ حسینؑ ہوں کہ زوّارِ حسینؑ

لباسِ اہلِ تقویٰ اور پھر خوفِ خدا غائب   نمود و نام پر اپنی فدا حقّانیت کر دی
۱۲۰ شریعت میں بھلا ایسی رواداری روا کب ہے   ثمرؔ لائق مؤلف نے شہید انسانیت کر دی

شیعوں میں بپا ہے اک قیامت، آؤ   ہر فرد ہے تصویرِ مصیبت، آؤ
۱۲۱ پانی پھرتا ہے تشنہ کی مظلومی پر   اب بہرِ مدد حضرتِ حجّت، آؤ

ع۱ برانتقال جناب منّے صاحب ذکیؔ مرحوم

ع۲ برانتقال جناب حکیم سیّد مظفر حسین صاحب طبیبؔ مرحوم در رجب ۱۹۷۲ء

۱۲۲ غم سے صدفِ چشم کو پُر آب کیا
ہر اشک کو پھر گوہرِ نایاب کیا
اے تشنہ دہن شہید تو نے خوں سے
اسلام کے گلزار کو شاداب کیا

۱۲۳ پیاسے کی شہادت کا اثر پھیلا تھا
ہر سنگ کے قلب سے لہو بہتا تھا
تھا تشنگیِ شہ کا یہ گردوں کو الم
پانی کی جگہ فلک سے خوں برسا تھا

۱۲۴ ہر اہلِ سما اہلِ سمک رویا ہے
جن روتے ہیں شہ پہ ہر ملک رویا ہے
اے بیکس و تشنہ لب ترے ماتم میں
خوں کے اشکوں سے خود فلک رویا ہے

۱۲۵ پہلے کی سی خوں میں روانی نہ رہی
ختم ہو گئے۔ فکر آسمانی نہ رہی
عقل و خرد و حواس و ہوش و ادراک
سب کچھ رہا۔ پر حیف جوانی نہ رہی

۱۲۶ سر ہلنے کو لغزشِ قدم کو دیکھو
پیری کے سبب کمر میں خم کو دیکھو
بجھتی ہوئی شمع کا بدلتا ہوا رنگ
گر دیکھنا ہے تو آؤ ہم کو دیکھو

۱۲۷ آلِ احمد کی سخا پہ جو خود قرباں تھا
سعی تھی مشکور انکی مدح خواں قرآں تھا
چشمِ قدرت میں کھپیں بہرِ سوال آئے ملک
کیا وہ جو کی روٹیاں تھیں کیا وہ دسترخواں تھا

۱۲۸ قبضے میں ہے گو زمیں ملے یا نہ ملے
تربت بھی ہمیں کہیں ملے یا نہ ملے
سرمایۂ عمر اک کفن ہے لیکن
اس کا بھی نہیں یقین ملے یا نہ ملے

۱۲۹ گنجینۂ جم تاجِ سکندر مل جائے
ہے دل کی ہوس جہاں کا کل زر مل جائے
ہے یہ بھی غنیمت اے ہوس واللہ
دولت ہونے پہ بھی کفن گر مل جائے

۱۳۰ مخلوق کا بندہ نہ بنانا مجھکو
احساں سے خلائق کے بچانا مجھکو
انساں کو لباسِ زیست دینے والے
تربت سے نہ برہنہ اٹھانا مجھکو

۱۳۱ چمک گئے ہیں مرے عرش کے نصیب آؤ
شبِ وصال ہے آؤ مرے حبیب آؤ
یہ آتی تھی شبِ معراج مصطفےٰ کو صدا
قریب آؤ۔ قریب آؤ۔ ہاں قریب آؤ

۱۳۲ ثمر خدا نہ سہی اپنا ناخدا تو کہوں
بقا کی روح کہوں وجہ کبریا تو کہوں
علی کے باب میں یہ پوچھ لوں پیمبرؐ سے
انھیں نبی نہ کہوں فخرِ انبیاء تو کہوں

۱۳۳
محبوس غم و الم ہوتے جاتے ہیں
آثار شباب کم ہوتے جاتے ہیں
پایا ہے یہ سر اٹھا کے چلنے کا ثمرؔ
پیری آئی ہے خم ہوتے جاتے ہیں

۱۳۴
اے اہلِ نظر وقت نہیں کٹنے کا
آخر ہے دور رنج و غم سہنے کا
کہتے ہیں ثمرؔ کی پختگی کے آثار
باغِ دنیا میں اب نہیں رہنے کا

۱۳۵
گلزار جہاں میں با اثر ہو جائے
دلدادہ ہر اک اہلِ نظر ہو جائے
اے دامنِ گُل میں رنگ بھر دینے والے
تو چاہے تو پھر ثمرؔ، ثمر ہو جائے

۱۳۶
پی کر جو مریں رند، شرابی وہ ہیں
معصوم ہوں معترف، صحابی وہ ہیں
خوں جن کا بنا دے خاک کو خاکِ شفا
دراصل جہاں میں بوترابی وہ ہیں

۱۳۷
دنیا کی نہ یہ عیش پرستی ہو گی
تنہائی کے ما سوا نہ بستی ہو گی
مرقد میں بخیل اہلِ دول چونکیں گے
دولت جب سانپ بن کے ڈستی ہو گی

۱۳۸
تم وقتِ مصیبت میں مری آ جانا
گتھی مری مشکلوں کی سلجھا جانا
اے بابِ مدینۃ العلم اے نفسِ رسولؐ
جو کچھ بھولوں لحد میں بتلا جانا

۱۳۹
جس وقت نمو جہاں میں پاتا ہے شباب
بچپن کو ابھر کے خود دباتا ہے شباب
ان دونوں کی کشمکش میں اعضا ہوتے چور
آتا ہے شیب اور جاتا ہے شباب

۱۴۰
ممکن نہیں ہو خمر دمِ گم ساقی
پڑھتا ہوں میں آیۂ سقاہم ساقی
اب دیر چھلکنے کی ہے آ رند کے پاس
لبریز ہے جامِ زیست دے خم ساقی

۱۴۱
ہو خام مکان یا کہ محل آئے گی
گر آج نہیں آئی تو کل آئے گی
ہمدرد غریب کی، نہ زردار کی دوست
آئے گی اور ضرور اجل آئیگی

۱۴۲
اللہ کی ذات ہے کہوں کیا میں ثمرؔ
معراج کی رات ہے، کہوں کیا میں ثمرؔ
دل ٹھیرا نبی کا اسمیں تھا کسکا ہاتھ
پردہ کی بات ہے کہوں کیا میں ثمرؔ

۱۴۳
دنیا سے ہنسی خوشی گزر جائینگے
بنت احمد کو شاد کر جائینگے
رہنا ہے ثمرؔ جنھیں ہمیشہ زندہ
وہ شاہ پہ روتے روتے مر جائینگے

۱۴۴
تا قبر عزیز و اقربا جاتے ہیں
دفنا کے دلِ غمزدہ بہلاتے ہیں
جاتا نہیں کوئی ساتھ تا ملکِ عدم
اعمال فقط لحد میں کام آتے ہیں

۱۴۵
دستِ الفت سے ولی ابنِ ولی لکھا ہو
بصد اخلاص شہیدِ ازلی لکھا ہو
چشمِ رحمت سے نہ ہوگی کبھی اوجھل وہ قبر
لوح پر جس کی حسینؑ ابنِ علیؑ لکھا ہو

۱۴۶
شبیرؑ کے غم میں اشکباری ہو جائے
تیاری موسمِ بہاری ہو جائے
پھیلے گا ثمرؔ ضرور نخلِ ماتم
پہلے گلشن میں آبیاری ہو جائے

۱۴۷
بدلی ہوئی نظروں کو مٹایا نہ گیا
دندان کو بھی باتوں میں لگایا نہ گیا
کافور ہوا جھریوں سے رنگِ شباب
پیری کو خضاب سے چھپایا نہ گیا

۱۴۸
وہ عیش و فرح وہ شادمانی نہ رہی
وہ کبر و غرور کی نشانی نہ رہی
رخصت ہوا نور آنکھوں سے یہ کہہ کے ثمرؔ
میں کیوں رہوں جس وقت جوانی نہ رہی

۱۴۹
رنگ آیا، بڑھی آب۔ روانی آئی
صورت بگڑی پہ خوش بیانی آئی
سن سن کے ثمرؔ کو کہتے ہیں اہلِ نظر
پیری میں کلام پر جوانی آئی

۱۵۰
جب قدر نہ گُل کی ہو۔ چمن سے کیا کام
گر مُشک نہ ہو تو پھر خُتن سے کیا کام
خمس اور نماز روزہ و حج و زکوٰۃ
یہ پانچ نہ ہوں تو پنجتنؑ سے کیا کام

۱۵۱
خالق کا نہ ڈر غرض نہ قرآں سے ہے
وابستگی انساں کو انساں سے ہے
ہے فکرِ شکم پُر ہو۔ یہ دوزخ بھر جائے
مطلب اسلام سے نہ ایماں سے ہے

۱۵۲
دنیا میں کوئی پیروِ قرآں نہ رہا
عقبیٰ مٹی۔ آخرت کا ساماں نہ رہا
ہیہات کہ انقلاب ایسا آیا
سب کچھ رہا پہ امن و ایماں نہ رہا

۱۵۳
اللہ و نبی جانیں کمالِ حیدرؑ
ممکن ہی نہیں ثمرؔ مثالِ حیدر
عاجز ہو کر یہ کہتا ہے ذہنِ رسا
آئینۂ قدرت ہے جمالِ حیدر

۱۵۴
عجیب بحرِ فصاحت بہا دیا تو نے
جہاں کو زورِ تکلّم دکھا دیا تو نے
تھے گنگ اہلِ سخن تیرے آگے اے قرآں
عجم ہر ایک عرب کو بنا دیا تو نے

مدّاح کو زائر بھی بنانا ہوگا — دنیا ہی میں جنت کو دکھانا ہوگا
۱۵۵ مولائے صلۂ مدح شمر لیگا ضرور — اُسکو تمہیں روضہ پہ بُلانا ہوگا

جو چاہتا ہے۔ عطا کر دیا مولے — سائل کی نہ ردّ صدا کرو یا مولے
۱۵۶ مدّاح کو جلد اپنے روضہ پہ بُلاؤ — حقدار کا حق ادا کرو یا مولے

الفت میں وہ کیا ہے کیا نہیں کرنیکا — جُز اسکے کوئی گلا نہیں کرنیکا
۱۵۷ مدّاح بنایا ہے تو زائر بھی بناؤ — وہ ایک شرف پہ اکتفا نہیں کرنیکا

اللہ و نبیؐ جو مہرباں ہونگے شمر — شاہِ دوسرا کے مہماں ہونگے شمر
۱۵۸ بخ لکَ یا شمر کی آئیگی صدا — جب ہند سے کربلا رواں ہونگے شمر

جب شہ ہمیں کربلا بلائینگے شمر — لینے کو ملکِ جناں سے آئینگے شمر
۱۵۹ ہم پانچوں پہ ہوگا پنجتن کا سایہ — جا ئینگے اور اس شان سے جائینگے شمر

سلطانی کے نہ تاجِ خاقاں لینگے — ہم جا کے دوائے دردِ عصیاں لینگے
۱۶۰ سنگِ درِ سلطانِ زمن چومنے دو — بوسے ہونٹوں کے حور و غلماں لینگے

ہمیشہ کرتے تھے معصوم جو کلام پسند — نہیں ہے لوگوں کو اب اس کا احترام پسند
۱۶۱ مٹا رہی ہے اسے قوم اپنے ہاتھوں سے — وہ فن جو بعد شہِ دین رہا امام پسند

یوں فسانہ ہم رسولِ پاکؐ کا کہتے رہیں — مصطفیٰؐ خود مرحبا صد مرحبا کہتے رہیں
۱۶۲ منزلِ رحمت بنانا ہے اگر اس بزم کو — آپ ہر ہر شعر پر صلِ علیٰ کہتے رہیں

دولت یہ لٹا کے اشک برسائینگے — یہ گوہرِ بے بہا نہ پھر پائینگے
۱۶۳ شبیرؑ کی تشنگی پہ رونے والے — اس بحر کو خشک کر کے پچھتائینگے

گلزارِ ثنا میں باثمر ہو جائے — زائر بھی یہ مدّاح اگر ہو جائے
۱۶۴ مل جائے جو یہ شرف بھی بالائے شرف — دنیا ہی میں پھر شمر بشر ہو جائے

سب سے پہلے جو بنی ہے یہ وہی تصویر ہے — شیفتہ جس پر ازل سے کاتبِ تقدیر ہے
۱۶۵ آمنہ کی گود میں ہیں رحمۃ للعالمین — خوابِ عبد المطلب کی ہو بہو تعبیر ہے

آمنہ خوش ہیں کہ اک چاند سی تصویر ملی — جد ہیں شاداں کہ انھیں خواب کی تعبیر ملی
۱۶۶ دیکھ کر صورتِ احمدؐ یہ شرر ہم سمجھے — پہلے قرآن سے قرآن کی تفسیر ملی

رسولِ حق کی ولادت باہتمام ہوئی — سیاہ کافروں کی صبح مثلِ شام ہوئی
۱۶۷ جہاں یہ مہرِ نبوت سے ہو گیا ظاہر — کہ لو کتابِ نبوت یہاں تمام ہوئی

آمنہ کے گھر میں ظاہر آج نورِ حق ہوا — خیرہ آنکھیں ہو گئیں باطل کا چہرہ فق ہوا
۱۶۸ اے شرر یہ کفر کے مٹنے کی ہے روشن دلیل — بجھ گیا آتشکدہ اور طاقِ کسریٰ شق ہوا

ایثار وہ جو شیروں نے دکھلایا ہے — خالق کو خلوص ان کا پسند آیا ہے
۱۶۹ یوں روزوں پہ ان بندوں نے رکھے روزے — اللہ سے اپنے ھَلْ اَتٰی پایا ہے

اپنے کو مٹا کے یہ ثمر پاتا ہے — رفعت دنیا کو بڑھ کے دکھلاتا ہے
۱۷۰ ہوتا ہے ثمر شجر کی صورت میں عیاں — دانہ جو گر کے خاک ہو جاتا ہے

روتا ہے کبھی، کبھی ہنسا کرتا ہے — کچھ اسکو نہیں خبر کہ کیا کرتا ہے
۱۷۱ آتش میں حسد کے ہیں وہ شعلے پنہاں — سلگاتا ہے جو وہی جلا کرتا ہے

مختار ہے جو چاہے وہ انسان کرے — عقبیٰ کا یا جہان کا سامان کرے
۱۷۲ اللہ نے دو گھر دیئے رہنے کو شرر — ان دونوں میں جسکو چاہے ویران کرے

علمِ خالق نشانِ عرفانی ہے — شاہد اس پر زبانِ قرآنی ہے
۱۷۳ اسلام ہے گر نبی کا کلمہ پڑھنا — حیدرؑ کی ولا دلیلِ ایمانی ہے